UNIVERSAL LIBRARY
OU_226596
UNIVERSAL LIBRARY

کلام الامام امام الکلام

الحمد للہ کہ یہہ کتاب مستطاب مصنفہ جناب امام فن مناظرہ
اہل کتاب سید ناصر الدین محمد ابو المنصور ــ یعنے

تنقیح البیان

تفسیر القرآن مصنفہ سید احمد خان صاحب بہادر
سی ایس آئی کا جواب

در مطبع نصرت المطابع دہلی طبع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْقَوِیِّ الْمُوَفِّقِ لِلْعَبْدِ الْمُنْزَوِیِّ بِتَادِیْبِ کُلِّ غَبِیٍّ وَّغَوِیٍّ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ اَنْفُسَہُمْ مَاھَوٰی وَالصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ الْعَرَبِیِّ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْمُھْدِیِّیْنَ اِلَی الصِّرَاطِ السَّوِیِّ ؁

امابعد عبدہ محمد ابو المنصور ابن جناب سید محمد علیصاحب مغفور ابن عالیجناب سید فاروق علیصاحب قدس سرہ نے اندنون اردو تفسیر قران مصنفہ سید احمد خانصاحب بہادر بالقابہ بانی فرقہ نیچریہ و بانی مدرستہ العلوم علیگڈہ کو دیکھا جو کہ علیگدہ انسٹیٹیوٹ پریس مین ۱۲۹۷؁ہجری اور ۱۸۸۰؁ع کو چہاپی گئی یہہ کتاب ۳۱۳ صفحہ پر سورہ بقر کی تفسیر ہے اس تفسیر مین آیتون کا ترجمہ کسی قدیم اردو ترجمہ قرآن مجید کی نقل نہین ہے بلکہ محض اپنی رای کی بموجب ترجمہ کیا ہے چنانچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ترجمہ یہی لکہا ہے خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان اور ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ؕ کا ترجمہ اسطرح کیا ہے وہ کتاب ہے پرہیزگارون کیلئے اسکے رہنما ہونےمین کچہہ شک نہین اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ جو آنکہہ سے اوجہل پر ایمان لائے ہین الخ یہہ نیا طرز ترجمہ کا اسلئے اس نامور مفسر نے اختیار کیا ہے تاکہ اپنی طبع زاد مقاصد تفسیر کو اس ترجمہ سے تقویت ہو اس تفسیر مین قرآن کے کسی جزو یعنے پارہ کا مطلق امتیاز نہین رکہا گیا ہے بلکہ رکوع کا بہی نام و نشان تک نہین ہے تمام سورہ اور ترجمہ مین آخر تک آیتون کا شمار جسطرح نصرانی ترجمون قرآن مین دستور ہے

لکہا ہے یعنی یا [۱۷۲] یا [۲۸۵] وغیرہ آیتونکا شمار لکہدیا ہے معلوم نہین کہ قدیم
ترتیب ابواب آیات قرآن مجید مین خانصاحب بہادر نے کیا نقص دیکہا جو اس جدید ترتیب
کی ضرورت ہوئی اس تفسیر کے شروع دیباچہ مین جو ۹ صفحون تک ہے کچہہ کم وبیش حمد و نعت
بلکہ نصرانی دستور کیموافق بسم اللہ تک نہین ہے تمام روے زمین تفسیرونمین جو مسلمانون نے
لکہی ہین یہی ایک تفسیر قرآن مجید ہے جو نصرانی طرز پر ہر صفحے کے شروع مین آیتین اور
باقی صفحے پر تفسیر لکہی گئی ہے اور ہر نشان آیت مربع بناکر اوسمین شمار آیات لکہا گیا ہے اور
چونکہ ۳۱۲ صفحون مین سے ہر صفحے کے نصف مین تفسیر لکہی گئی ہے تو اس حساب سے تقریباً
۱۵۶ صفحون مین عبارت تفسیر کو قیاس کرلینا چاہئے خیر یہہ تو اوس تفسیر کے صفات زایدہ
ہین جو اب تک بعض اون مین سے مذکور ہوئے اصل مطلب اوس تفسیر کا تمام تفاسیر مفسرین
اسلام کے بے اعتباری اور تمام معجزات انبیاء علیہم السلام کی بے اصلے اور علت غائے
اسلام مین مطابقت نیچر اور دنیا حاصل کرنے کے لئے ہر عیب کو ہنر سمجہنا ہے چونکہ اسکی تاثیر
خدا نخواستہ بہتون کی گمراہی کا باعث ہوگی اسلئے مین نے کوشش کی کہ اسکا جواب جسقدر
جلد ممکن ہوا سنہ ۱۲۹۷ ہجری مین خدا کے فضل سے شایع ہوجائے خدا سب مسلمانون کو
عقل و ایمان کی کمی اور شیطان کے فریب سے بچائے اور یہہ کتاب بہتون کے فایدہ کا باعث
ہو یہہ تفسیر اپنے بیشمار صفات مین ایک اس صفت سے بہی ممتاز ہے کہ خود مدرسۃ العلوم علیگڈہ
مین جسکے بانی یہی مفسر صاحب ہین جانے نہین پاتے چنانچہ اخبار مظہر العجائب مدراس مطبوعہ
یکم نومبر سنہ ۱۸۸۰ع ۲۷ ذی قعدہ سنہ ۱۲۹۷ ہجری نمبر ۱۳ جلد ۲ صفحہ ۹ کالم ۲ مین بحوالہ افتاب پنجاب
لکہا ہے کہ علیگڈہ مدرسۃ العلوم کے ریڈنگ روم مین مندرجہ ذیل اخبارات وکتب کے آنیکی
ممانعت ہے تہذیب الاخلاق اور جو اوسکے رد و قدح مین جاری ہین وہ تمام اخبارات
جو پنچ کے نام سے جاری ہین فسانہ آزاد جو اودہ اخبار کے ساتہہ نکلتا ہے تفسیر القرآن مولفہ
سید احمد خان بہادر اسیطرح پنچ مسخری اخبار ونکو کہتے ہین جو اوس مدرسے مین نہین جانے
پاتے اور وہان یہہ تفسیر بہی نہین جانے پاتی ہے پس تعجب کہ خود خانصاحب بہادر نے اپنی
اس تفسیر کو مسخری اخبار کی برابر وقعت مین قرار دیا تو اب اون لوگونکی عقل کو کیا کہنا چاہئے
جو اس تفسیر کے ثناخوانی مین حامی سے باہر ہین تہذیب الاخلاق ہی انہین مفسر صاحب
کا اخبار ہے اسکے ساتہہ وہ ہی جو اوسکی رد و قدح مین جاری ہین اسلئے اوس مدرسہ مین

جانی نہین پائی کہ اون پرچون مین بضرورت رد وقدح تہذیب الاخلاق کی عبارت بہی جابجا نقل کی جاتی ہی اور وہ طلبا مدرسہ کی نظر سے گذرے گی پس خانصاحب بہادر کو یہانتک بہی گوارا نہوا کہ کسی غیر پرچہ کے وسیلہ سے بہی تہذیب الاخلاق کا کوئی فقرہ تک طلبا مدرسہ کی نظر سے گذری اور جب یہہ حقیقت پرچہ تہذیب الاخلاق اور اس تفسیر کی ہے تو سخت نامناسب ہوا جو ہندوستان مین یہہ تحریرین شایع کی گیئن بحکم انکہ ہرچہ بر خود نہ پسندے بر دیگرے مپسند پس مینے بہی جلدی کی کہ اسکے ساتھہ ہی یہہ جواب بہی شایع ہو جائے اور اسکا نام **تشقیح البیان** جواب تفسیر القرآن رکہا خدا اسے اور مجہے قبول فرمائے

(صفحہ ۲ دیباجہ تفسیر نیچری) **قولہ** قرآن مجید کے سورتونکو جو سورہ کہتے ہین اوسکی وجہ تسمیہ مین متعدد اقوال ہین سب سے صاف یہہ ہے کہ سورۃ شہر کے فصیل کو کہتے ہین جس سی شہر محدود ہو جاتا ہی اوسی مناسبت سے قرآن مجید کی آیات معینہ محدودہ پر سورہ کا اطلاق کیا گیا ہے

اقول سورۃ فصیل کو نہین کہتے ہین آپنی لغت ہی تو ملاحظہ نہین فرمائی تفسیر کے شروع مین جب پہلی بسم اللہ غلط ہے تو ساری تفسیر کا یہی مشتے نمونہ از خروارے ہے —

غیاث اللغات اور سب لغت کی کتابون مین ملاحظہ کیجیے سورہ بالضم شرف ومنزلت وپارہ قرآن مجید از منتخب وغیرہ انتہے سور بالضم وواو معروف دیوار قلعہ وشہر پناہ انتہے پس سورۃ اور سور کو آپ ایک لفظ سمجہے معلوم ہوتا ہے کہ علم لغت مین کچہہ بہی آپکو دخل نہین ہے یہہ غلطے ہی مینے نمونہ کے طور پر لکہدی تا معلوم ہو کہ اس تفسیر مین اس قسم کی بہی غلطیان ہین

گو میرا مقصد اس تفسیر کے مطالب پر بحث کرنیکا ہے نہ الفاظ اور اونکے معانی وغیرہ کے غلطیون پر عجیب یہہ ہے کہ بضرورت بیان معنے لغوی سورہ یہہ دیباچہ لکہا گیا اور اس کے ہر صفحہ کے شروع مین ۹ صفحون تک سورہ فاتحہ لکہا ہے حالانکہ سورہ فاتحہ کے ایک لفظ کی بہی اون صفحون مین نہ نقل ہے نہ تفسیر ہے

(صفحہ ایضاً) **قولہ** قرآن مجید مین ایک سو چودہ سورتین ہین اونمین سے بجز اونتیس کے جنکے ابتدا مین حروف مقطعات ہین اور کسیکو خدا تعالے نے کسی نام سے موسوم نہین کیا جسقدر نام سورتون کے ہین وہ سب بعد کے رکہے ہوئے ہین کیا عجب کہ صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین کے زمانہ ہی مین یہہ نام مشہور ہو گئے ہون مگر اونمین سے کسی بابت کچہہ ثبوت نہین ہے حدیثون مین جو ان سورتون مین سے بعض کے نام آئے ہین اگرچہ وہ حدیثین ثابت

نہین ہین تاہم اگر اونکو ثابت ہی مانا جاوے تو اوس سے بجز اس کے اور کوئی نتیجہ نہین نکلتا کہ
راوی آخیر کے زمانہ مین وہ سورۃ اُس نام سے مشہور تھی الخ ج اگر حروف مقطعات سے مراد
سورتون کے نام ہین تو ۲۹ سورتون کے سوا باقیون کے نام نرکہنے کی کوئی وجہہ نہین ہے
اِس سے ثابت ہے کہ حروف مقطعات سورتون کے نام نہین ہین اور مفسرین مین سے
سبکا قول یہہ ہی ہے کہ حروف مقطعات اسرار قرآن ہین اگر کوئی کہے کہ ان حروف کے معنی
کیون نہین تبلائے تو اسکا جواب یہہ ہے کہ توریت مین جو تین ہزار برس کی کتاب ہے بہت
الفاظ ہین جنکے معنے آجتک نہین معلوم ہوئے ہین مثلاً کپوزیا قیفازت یسعیاہ ۴۰ باب ۱۵
(دیکھو لغت کتاب مقدس مطبوعہ ۱۸۷۵ء صفحہ ۱۷۳) اور شجالیون سرنامہ زبور ۷ (ایضاً
صفحہ ۴۳۵) مین لکہا ہے کہ اسکی جمع شجیونوت حبقوق ۳ باب ۱ مین ہے ابتک اوسکی صحیح
معنے دریافت نہین ہوئے اتہے اور جبکہ حدیثون مین بعض سورتون کے نام آئے ہین اس
سی یہہ ثابت ہوا کہ زمانہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مین وہ سورۃ اوس نام سے
مشہور رہتے نہ یہہ کہ راوی آخیر کے زمانہ مین کیونکہ وہ حدیثین راوی اخیر کے تصنیف نہین
ہین مثلاً بخاری مین بروایت ابوسعید معلیٰ الحمد للہ رب العالمین کا نام سبع المثانی (مشارق
الانوار باب ال حدیث ۵۷ ۱۲) اور مشکواۃ کتاب الصلواۃ باب الذکر بعد صلواۃ کے شروع
فصل ثانی کی حدیث بروایت عقبہ بن عامر مین معوذتین اور موطا کے باب القرارۃ فی
صلوۃ الجمعہ مین سورۃ جمعہ و ہل اتیک حدیث الغاشیہ کے نام موجود ہین پس کیا خانصاحب
کی نظر مین یہہ حدیثین بہی ثابت نہین ہین اور جب یہہ حدیثین موطا و بخاری کی ثابت
نہون تو اسی زیادہ معتبر حدیثین اور کہان سے پیدا کیجائینگے اِسکے سوا اگر حروف مقطعات
سی مراد سورتون کے نام ہین تو باوجود حروف مقطعات کے اوس سورۃ کا دوسرا نام
کیون ہوتا ہے جیسے باوجود کہیعص کے سورہ مریم کہلاتی ہے اور باوجود طسم کے سورۃ شعرا
کہلاتی ہے وعلے ہذا القیاس اسکے سوا کوئی مصنف جو اپنے کسی تصنیف کا ایک نام رکہتا ہے
تو دوسری تصنیف کا وہی نام نہین رکہتا ہے حالانکہ قرآن مجید مین چھہ سورتون کی شروع
مین الم ہے اور چھہ سورتون کے شروع مین حم ہے اور پانچ سورتون کے شروع مین
الر ہے اور ایک سورۃ کے شروع مین المر اور ایک سورۃ کے شروع مین حم عسق اور
دو سورتون کے شروع مین طسم ہے اور ایک ایک سورہ کے شروع مین ق و ن و

طسٓ طٰہٰ والمص یٰسٓ وصٓ وغیرہ مین بس ممکن نہین ہے کہ چہہ چہہ سورتون کے ایکہی نام ہون

(صفحہ ۴) **قولہ** اگر تمام دنیا سے قرآن کے قلمی اور چہاپہ کے نسخے معدوم کردئی جائین تو حافظون کے سینہ سے پہر قرآن مجید ایسا ہی نقل ہوسکتا ہے جیسا کہ ہے اور جسمین ایک لفظ اور ایک شوشہ ایک اعراب کا بہی فرق نہوگا۔ توریت اور صحف انبیا اور انجیل کے قلمی نسخی جواب دنیا مین موجود ہین وہ آپسمین نہایت مختلف ہین اگرچہ مین اسقاط کا قایل نہین ہون کہ یہودیون اور عیسائیون نے اپنی کتب مقدسہ مین تحریف لفظی کی ہے اور نہ علما متقدمین ومحققین اسقاط کے قائل تہے مگر علمار متاخرین اسقاط کے قایل ہین کہ یہودیون اور عیسائیون نے اپنے کتب مقدسہ مین تحریف وتبدیل کی ہے الخ **ج** علمار متقدمین سے اگر علمار متقدمین اسلام مراد ہین تو خود قرآن مجید مین بار بار تحریف کتب الہامی سابقہ کا ذکر موجود ہے اور قرآن مجید کی حفاظت کی زیادہ ضرورت اسوجہہ سے ہوئی کہ توریت وانجیل کی تحریف کا شہرہ تہا **قال حذیفة لعثمان یا امیر المومنین ادرک هذه الامة قبل ان یختلفوا فی الکتب اختلاف الیهود والنصارٰی** یعنی حذیفہ نے عثمانؓ سے کہا کہ ای امیر المومنین اس امت کی خبر لیجیے پیشتر اوس سے کہ وہ کتاب مین اختلاف کرین جیسے یہود ونصارے نے اختلاف کیا ہے انتہی کیا یہہ بہی بخاری کی روایت نہین ہے اور اگر علمار متقدمین سے آپکے مراد علما اہلکتاب ہین تو یہہ بہی غلط ہے توریت وزبور ہی مین توریت انجیل کی تحریف کا ذکر موجود ہے دیکہو اول سلاطین ۴ باب ۳۲ سلیمان نے تین ہزار مثالین کہین اور اوسکے گیت ایکہزار اور پانچ تہے انتہے حالانکہ اب غزل الغزلات مین ایکسو ستر آیتین ہین اور باقی سب ندارد اور چونکہ یہہ کتاب رد نصارے مین نہین لکہتا ہون اسلیے یہان اس قسم کے مضامین زیادہ لکہنے کا موقع نہین ہے خاص اسی فن کی کتابون مین دیکہنا چاہیے کہ متقدمین اور متاخرین علمار اہلکتاب کے شور وغل سے مشعر تحریف کتب الہامی سابقہ زمین وآسمان گونج رہا ہے ایک خانصاحب بہادر کے قایل نہونیسے توریت وانجیل بے تحریف ثابت نہین ہوسکتے ہے

(صفحہ ۸) **قولہ** آیات اور وقف مقرر کیے ہین مگر جب قرآن لکہا گیا تہا تو وہ اون نشانون سے معرا تہا پس یہہ نشان آیتون کے کسیکو اونکے تسلیم کرنے پر مجبور نہین کرتے۔ ہر ایک مفسر

مجاز ہے کہ بلحاظ ربط کلام کے جہان وہ چاہے آیت قرار دے مین اپنی تفسیر مین مطالب کے
بیان مین اسی طریقہ کو اختیار کرونگا مگر مینے شمار آیتونکا اوسکے مطابق رہنے دیا ہے جو
مولف نجوم الفرقان نے اختیار کیا ہے الخ ج مولف نجوم الفرقان نے جزو کے رکوع
بہی تبلائی ہین مگر آپکے تفسیر مین رکوع کا کیا ذکر بلکہ کسی جزو یعنے پارے کا ہی نام تک نہین
ہی علاوہ اسکے مولف نجوم الفرقان نے ہر رکوع کے آیتونکا شمار لکہا ہے مگر آپ تمام سورہ تقریر
مین آخر تک فقط آیتونکا شمار لکہتے چلے گئے ہین پہر مولف نجوم الفرقان نے آیتونکا ایک لفظ
لکہہ دیا ہے جس سے آیت کا مقدار بتانا مقصود نہین ہے مگر آپنے یہہ طریقہ اسلئے اختیار
کیا ہے تاکہ اپنے مطلب کے موافق آیتونکے مضمونکو ترتیب دین اور لا تقربوا الصلوۃ پر
قناعت کرین ان سب باتونکے سوا اشارات متن قرآن مجید جو قدیم سے ابتک تمام دنیا کے
قرانون مین مروج چلے آتے ہین اونکے خلاف کسی جدید تصنیف کی ترتیب کب معتبر
ہو سکتی ہے پس حیف ہے کہ خود متن قرآن مجید کے اشارات کو چہوڑ کر نجوم الفرقان وغیرہ
پر متمسک کیا جائے حالانکہ آپ ہی صفحہ ۶ مین لکہتے ہین کہ قاری مصطفے تفسیر بحر العلوم کے مصنف نے
لکہا ہے کہ مطابقت خط مصحف عثمانی بر کاتب قرآن از واجبات دینی است کہ اجماع صحابہ
بران واقع شدہ است و مخالفت اجماع حرام باشد و جمہور علما و ائمہ مذاہب اربعہ سنیہ
بر آن اند اسنتہے پس آیات اور وقف وغیرہ پر بہی جو قرآن مین لکہے جاتے ہین اجماع امت ہوا ہے
یا نہین اور اس اجماع کے مخالفت بہی حرام ہے یا نہین

(**صفحہ ۹**) **قولہ** بعض احکام ایسے ہین جو زمانہ جاہلیت مین بہی رایج تہے اور بعض جگہہ
طریقہ نظم قرآن ایسا ہے جو اور مشرک قومون کے مقدس کتابون مین بہی جنکو وہ الہامی سمجہتے
تہے موجود ہے ــ بلا شبہہ آتش پرستون مین یہہ رواج تہا کہ اونکے مقدس صحیفون کے سرون
پر جنکو وہ الہامی سمجہتے تہے ایک ایسا فقرہ لکہا ہوا ہوتا تہا جو مقابل بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ہے
یہہ فقرہ کیا عجب ہے کہ الہامی ہو الخ **ج** یہہ فقرہ مشرکون کے صحیفون کے سرونپر تب
ثابت ہوتا کہ جب اونکے کتاب ژند یا دساتیر وغیرہ کے فقط شروع مین ہوتا مگر ایسا نہین ہے
بلکہ دساتیر مین جو پندرہ نامجات ہین اونمین سے ہر نامہ کے شروع مین یہہ دو فقرے ضرور
ہوتے ہین بنامیہم یہ یزدان ازنش وخوے بد دہشت گمراہ کنندہ و براہ ناخوب برندہ رنج دہندہ
آزار رسانندہ جو کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کا ترجمہ ہے اور اسکے بعد یہہ فقرہ ہوتا ہے

بنام ایزد بخشایندہ بخشایشگر مہربان دادگر جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ترجمہ ہے اور مشرکون کی کتابون
مین اسیے الہامی کہنا اوسوقت صحیح ہوتا کہ جب یہہ ثابت ہوجاتا کہ ایام غلبۂ اسلام مین اونہون
نے ازراہ خوشامد اور مطیع الاسلام ہونیکے ثبوت مین یہہ فقرہ اپنی کتاب مین تبرکا درج نہین
کیاہے کیونکہ مذہب کے باتون مین خوف کے مقام مین مصلحت اور زمانہ سازی کرنا اور اپنی
اصل عقاید پوشیدہ رکہنا آتش پرستونکا خاص دستور ہے چنانچہ دساتیر کے نامہ چہاردہم
مین جو شت ساسان نخست کا نامہ ہے اور چالیسوین آیت کی تفسیر مین جو اونہین کے پیغمبرون
سے لکہی گئی لکہاہے کہ جائیکہ بیم باشد در انجا پوشیدن و نہان داشتن کیش ناگزیر است اسنہے
پہر اگر اس زمانہ کے ضعف و بدحالی اہل اسلام پر نظر کرکے آپ رعب سطوت اسلام کا یقین
نہ کرین تو اس فقرے کی خوبی و بلاغت کیوجہہ سے جسی آپ ہی نہایت عمدہ فرماتے ہین
آتش پرستونکا اسے اپنی کتاب مین شامل کرنا تعجب کیاہے کیا یہہ قیاس کرنا کہ اللہ جلشانہ نے
آتش پرستون کی کتاب کا یہہ فقرہ پسند کرکے قرآن مین داخل کیا آسان ہے اور یہہ قیاس
کرنا آسان نہین ہے کہ آتش پرستون نے خدا کے کلام سے اس فقرہ کو پسند کرکے اپنی
کتاب مین شامل کیا بہلا اگر یہہ بات ناممکن تہی تو آپنے کیون اپنے تبئین الکلام کے المقدمۃ
الثانیہ صفحہ ۲۵۲ مین لکہاہے کہ ایک پرانا نسخہ عربی ترجمہ چارون انجیلونکا ہے جسمین ہر انجیل کے
شروع مین یہہ عبارت موجود ہے بسم الاب والابن والروح القدس پس اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم
کی خوبی اور موزونی دیکہکر نصاریے کو حسد نہین ہوا تو انجیلون کے شروع مین یہہ بسم الاب
وغیرہ لکہنے کے کیون رغبت ہوئی پہر المقدمۃ الثامنہ صفحہ ۱۰۱ مین آپ کو ڈکس ہل کی صفت
مین فرماتے ہین کہ بار صاحب زیادہ بہروسہ کے ساتہہ کہتے ہین کہ یہہ نسخہ (توریت کا)
زمانہ حال کا لکہا ہوا ہے اور اسپین مین لکہا گیا تہا کیونکہ اوسمین اعراب پائی جاتے ہین الخ
پس اگر اسپین مین اسلامی سلطنت کے زمانہ مین قرآن پر اعراب دیکہکر توریت مین اعراب
داخل نہین کئی گئی تہے تو سوا اسپین کے اور کسی ملک کے یہودیون نے ایسا حوصلہ کیون
نہین کیا تہا اور ہندوستان مین علما اہل کتاب مین سے ایک فاضل نے جسکا جان راجرس
نام ہے تفتیش الاسلام ایک کتاب تصنیف کی جو مشن پریس لکہنؤ مین باہتمام پادری سموئل صاحب
سنہ [illegible] مین چہاپی گئی اوسکے دیباجہ کے شروع مین لکہاہے بسم اللہ وابن وروح القدس
اب فرمائیے کہ نصاریے نے یہہ بات کیونکر مسلمانون سے سیکہہ لی جو آتش پرست نہین

سیکھہ سکتے ہیے اور یہہ جو آپ فرماتے ہین بعض احکام ایسے ہین جو زمانہ جاہلیت مین بہی رائج تہے الخ یہہ بہی غلط ہے وہ احکام زمانہ جاہلیت کے نہین ہین بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اونکے اولاد سے جو رائج چلے آتے تہی وہی اسلام مین بہی بحال رکہے گئے اور اتباع ملت ابراہیمیہ سے یہی مراد ہے ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیوقت مین یہہ طریقہ وضو اور نماز وغیرہ کاکب رائج تہا سوا اون احکام کے جنہین آپ زمانہ جاہلیت کے فرماتے ہین مثلاً کعبہ کا طواف اس دستور کا بانی آپنے کسی بت پرست کو ثابت کیا ہوتا تب یہہ صحیح ہو جاتا کہ بعض احکام زمانہ جاہلیت کے ہی جاری رہی اور یہہ بعض قدیم احکام کا بحال رکہنا حضرت رسول اللہ صلعم کی رسالت برحق پر دلیل ناطق ہے کیونکہ اگر از راہ خود پسندی حضرت صلعم نے دعوی نبوت کیا ہوتا تو کعبہ کے قدیم تعظیم کو نہ بحال رکہتے کیونکہ وہ عمارت حضرت صلعم کی بنائی ہوئی نہین ہے جسکی عظمت اپنی ناموری کا باعث تصور کرلی جاتی بلکہ کعبہ کی عیوض اپنی بنائی ہوی مسجد کی عظمت قرار دیتی اور جب ایسا نہین کیا تو ثابت ہے کہ حضرت صلعم کو بے طمع خاص محض تبلیغ رسالت ملحوظ تہی ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی

(صفحہ ۱۱) **قولہ** دعا سے مطلب کا حاصل ہونا موعود نہین ہے بلکہ عبادت کا جو نتیجہ ہے وہ موعود ہے دعا کے ساتہہ کبہی مطلب کا حاصل ہوجانا اتفاقیہ بات ہے جو اوسکے اسباب جمع ہونے سے حاصل ہوجاتا ہے الخ **ج** خانصاحب بہادر اپنے مال کی زکوۃ ندین اور فقط دعا مانگ لین تو کیا زکوۃ ادا ہو جاویگی کیا خوب عبادت کا نتیجہ آپنے استجابت دعا کو قرار دیا دعا فی نفسہ عبادت ہے اسوجہہ سے کہ بندہ کی عاجزی خدا کے حضور مین ظاہر ہوتی ہے لیکن فقط دعا مانگنے سے سب ارکان حج نہین معاف ہو جاتے ہین نہ روزہ رکہنے کا فرض کسی کے سر سے اوتر جاتا ہے نماز و روزہ خدا کی فرمانبرداری ہی اور دعا بندہ کی حاجت کا عرض کرنا ہے خواہ وہ دنیوی ہو یا دینی اور اوس حاجت کا روا ہونا ہی دعا کی مقبولیت ہے اور نہ حاجت روا ہونا اوسکی نامقبولی ہے مگر آپ فرماتے ہین کہ دعا کیساتہہ کبہی مطلب کا حاصل ہوجانا اتفاقیہ بات ہے الخ پس اگر یہہ سچ سمجہے تو کسی مطلب کیواسطے دعا مانگنا فضول ثابت ہوتا ہے مگر یہہ قیاس صریح غلط ہے دیکہو حضرت موسی علیہ السلام نے دعا مانگی اور من برسنے لگا کیا یہہ بہی اتفاقیہ بات تہی۔

(**صفحہ ایضاً**) **قولہ** مالک یوم الدین یعنے اوس دن کا جو ان کے اوس
اور فطرت کے کام مین لانے یا نلانے کا جو خدا نے ہر ایک انسان مین موافق اوس کی
حالت کے رکہا ہے نتیجہ ظاہر ہوگا الخ **ج** اب اس فقرے کا مطلب جب تک مین
خانصاحب بہادر ہی سے جاکر سبق نہ پڑہون سمجہنا آسان نہین ہے اور اسی قسم
کی تفسیر انعمت علیہم غیر المغضوب کی بہی آپنی لکہی ہے

(**صفحہ ۱۲**) **قولہ** الم یہہ سورۃ اونہین اونتیس سورتون مین سے ہے جنکو
خود خدا نے اونکے نام سے موسوم کیا ہے یہہ حروف مقطعات اون سورتون کے
نام ہین جنکے ابتدا مین آئی ہین اور جو سورتین باہم کسی قسم کے مناسبت رکہتے ہین اونکے
ایکہی سے نام مقرر کئی ہین اب یہان تین باتین غور طلب ہین ایک یہہ کہ اونہین اونتیس
سورتون کے نام مقرر کرنیکا کیا سبب ہے دوسرے یہہ کہ حروف مقطعات سے کیون
اونکے نام مقرر کئی ہین تیسرے یہہ کہ جن حروف مقطعات سے اون سورتون کے
نام مقرر کئی ہین اونہین حروف سے اونکا نام مقرر کرنیکا کیا سبب ہے قرآن مجید پر غور
کرنیسے علانیہ پایا جاتا ہے کہ جس سورۃ کو خدا تعالے نے قسمیہ طور پر یا اس طرز کلام پر
شروع کیا ہے کہ یہہ خدا کا کلام ہے یا یہہ خدا کے کتاب ہے اوس مقام پر خدا نے
اوس سورۃ کو کسی اسم سے موسوم کیا ہے تاکہ اوسکا نام لینے سے اوسکے مسمی پر
اوس امر کا اطلاق ہو جسکا اطلاق کرنا منظور ہے اور جن سورتون کو اس طرز کلام سے
شروع نہین کیا اونکا نام رکہنے کی کوئی ضرورت نہتی مثلاً اس سورۃ کا نام جسکی ہم
تفسیر کر رہے ہین الم ہے اب خداتعالے نے طرز کلام اس طرح پر شروع کیا ہے
کہ یہہ سورۃ خدا کی کتاب ہے تو اوسنے اِس سورۃ کا نام لیکر کہدیا کہ الم یعنے اوسکا
مسمے وہ کتاب ہے الخ **ج** پس خانصاحب بہادر نے جو سورۃ کا نام الم فرمایا اور یہان
فرماتے ہین کہ اسکا مسمے وہ کتاب ہے اب سارے قرآنکا نام الم ہوا یا فقط سورۃ بقر
کا کیونکہ فقط سورۃ بقر کتاب نہین ہے بلکہ کتاب سے مراد سارا قرآن ہے اسکے سوا
سورۃ بقر یعنے اس سورۃ کا شروع یہہ ہے **الم ذلک الکتاب لاریب فیہ**
اور سورۃ روم کا شروع یہہ ہے **الم غلبت الروم فی ادنی الارض**
اب یہہ قاعدہ منضبطہ خانصاحب بہادر کا کیا ہوا اور سورۃ عنکبوت کا شروع یہہ ہے

احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لایفتنون یعنے یہان ہی کتاب کا نام نہین ہے اور سورہ زمر کے شروع مین کوئی حروف مقطعات نہین ہین تب بہی اوسکا شروع یہہ ہے تنزیل الکتاب من اللہ العزیز الحکیم

اور سورہ طور پر بہی حروف مقطعات نہین ہین تب ہی اوسکا شروع یہہ ہے والطور وکتاب مسطور انکے سوا سورہ شعرا کے شروع مین ہے طسم تلک آیات الکتب المبین اور سورہ یوسف کا شروع یہہ ہے الر تلک آیات الکتب المبین خانصاحب بہادر کے قاعدہ مقررہ کے بموجب لازم تہا کہ دونون سورتون کے شروع مین ایکہی قسم کے حروف مقطعات ہوتے حالانکہ ایک سورہ کے شروع مین طسم اور دوسرے کے شروع مین الر ہے پہر سورہ مومن کے شروع مین ہے حم تنزیل الکتاب من اللہ العزیز الحکیم اور سورہ زمر کے شروع مین بہی یہی ہے حالانکہ وہان کوئی حروف مقطعات نہین ہین خانصاحب بہادر کے قاعدہ کے بموجب لازم تہا کہ ان دونون سورتون کے شروع مین الم ہوتا حالانکہ حم بہی دوسرے سورہ پر نہین ہے قطع نظر اسکے خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ جن سورتون کو اس طرز کلام سے (کہ یہہ خدا کا کلام یا خدا کی کتاب ہے) شروع نہین کیا اونکا نام رکہنے کی کوئی ضرورت نہی الخ بس اب خانصاحب بہادر سے پوچھا چاہیے کہ کیون ضرورت نتہے کیا وہ سورتین خدا کا کلام نہین ہین اور جب اونکے واسطے نام رکہنے کے ضرورت نہتی تو اون سورتون کیواسطے جنکے شروع مین حروف مقطعات ہین کیون ضرورت ہوئی ان سب باتون کے سوا وہ تین باتین جو غور طلب خانصاحب بہادر نے لکہے ہین اونکا تو کچہ جواب ہی نہین دیا

(صفحہ ایضا) قولہ البتہ اسبات کا تصفیہ کہ ان حروف کو اس سورہ کے نام کیلئے کیون مخصوص کیا مشکل ہے الخ **ج** پہر آپ یہہ سب طول کلام لکہنے کیا بیٹہے تہے جبکہ اوسے کچہ ثابت ہی نہین کرسکتے

(صفحہ ۱۲) قولہ دنیا مین ہی جو شخص کسیکا کچہ نام رکہتا ہے اور جو مناسبت یا علت اوس نام رکہنے کی اوسکے دل مین ہوتی ہے اوسکا سمجہنا مشکل ہوتا ہے پس یہہ قرار دینا کہ خدا نے اس مناسبت سے اون حروف مقطعات سے اس سورۃ کو موسوم کیا ایک مشکل بات ہے الخ **ج** یہہ بہی غلط ہے کوئی نام کسی بان کا ہو

معنے نہین ہوتا ہے (دولت فارقی کے آخر مین دیکہہ لو) بشرطیکہ وہ اصلی نام ہو جیسی ہر لغت والے بدل لنکین اور کتاب کا نام اگر بے معنے ہو تو اوسکے اور الفاظ کا کیا ٹہکانا ہوگا۔

(صفحہ ایضا) **قولہ** سورہ بقر اور سورہ ال عمران اور سورہ عنکبوت اور سورہ روم اور سورہ لقمان اور سورہ سجدہ آن سب کے سرے پر الم ہے جو ان سورتون کا نام ہے ان تمام سورتون مین خدا تعالی کے احکام الہی کی تعمیل اور امر بالمعروف کی تاکید اور لیل و نہار کے اختلاف اور عالم مین جو آیات قدرت کردگار عیان ہین اونسے خدا واحد کے وجود پر استدلال کیا ہے اور موت کا اور اوسکے بعد کے حالات کا بیان فرمایا ہے اور اسی سبب سے الم سے اون سورتونکو موسوم کیا ہے تاکہ اون تینون حرفون سے اون تین مطالب عظیمہ کیطرف اشارہ ہو اور انہین مطالب عظیمہ کا ذکر ان سب سورتون مین تہا اسلئے اون سبکو ایکہی نام سے موسوم کیا الخ

ج یہہ کیا عمدہ سبب ان سورتون کے ایکہی نام ہونیکا آپ نے فرمایا ان چہہ سورتون کے مضمونون کا خلاصہ جو آپنے لکہا ہے یہی مضامین قرآن مجید کی سب سورتون مین ہین ان چہہ سورتون کے تخصیص کیا ہے کیا اور سورتون مین ان سورتون کے خلاف کچہہ لکہا ہے جو اونکے نام الم نہوئی اور آپ تو فرماتے ہین کہ ان تمام سورتون مین احکام الہی کی تعمیل اور امر بالمعروف کی تاکید اور لیل و نہار کی اختلاف اور عالم مین جو آیات قدرت کردگار عیان ہین اونسے خدائے واحد کی وجود پر استدلال اور موت کا اور اوسکے بعد کے حالات کا بیان ہے اس سبب سے الم سے اون سورتونکو موسوم کیا تاکہ اون تین حرفون سے اون تین مطالب عظیمہ کیطرف اشارہ ہو الخ اب گن تو جاؤ کہ یہہ تین مطالب عظیمہ ہوئے یا پانچ اب آپ کتنی ہی تین پانچ کرین یہہ پانچ تین نہین ہو سکتے مین اسکے سوا پیشتر آپ نے ان سورتون کی وجہہ تسمیہ یہہ لکہی تہی کہ جس سورہ کو خدا نے قسمیہ طور پر یا اس طرز کلام پر شروع کیا ہے کہ یہہ خدا کا کلام ہے یا یہہ خدا کی کتاب ہے اوس سورہ کو کسی اسم سے موسوم کیا ہے (دیکہو صفحہ ۱۲) اب یہان یہہ مطابقت مضامین وجہہ اتحاد نام فرمائی گئے حالانکہ نہ وہ صحیح نکلا اور نہ یہہ

(صفحہ ۱۴) **قولہ** الکتاب یعنے وہ کتاب جو ہم تجہپر نازل کرتے ہین عام بول چال کا محاورہ ہے کہ جب کوئی شخص کوئی کتاب تصنیف کرنے یا لکھنے شروع کرے یا شروع کرنی چاہئے تو قبل اسکے کہ وہ لکھی جاچکے یا تصنیف ہوچکی اوسپر کتاب کا لفظ بولتا ہے اس خیال سے کہ وہ تصنیف ہوچکنے اور لکھے جاچکنے کے بعد کتاب ہوگی اسیطرح خدا تعالے نے بہی قرآن مجید پر قبل اوسکے لکھے جانیکے کتاب کا اطلاق کیا ہے جس سے یہہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خدا کی مرضی تہی کہ لکھے جاوے الخ **ج** یہہ توجیہہ خوب نہین ہے کتاب تو ہر حال مین لکھے جاتی ہے بت پرستون کی کتابین بہی جو خدا نے نہین نازل کی ہین ضرور لکھی جاتی ہین اور خدا نے اسوجہہ سے اوسی کتاب نہین فرمایا کہ وہ تصنیف ہوچکنے اور لکھے جاچکنے کے بعد کتاب ہوگی بلکہ اسوجہہ سے اوسے کتاب فرمایا کہ وہ قبل نزول ہی لوح محفوظ پر تماماً و کاملاً کتاب تہی کیونکہ حقتعالی اسکا حاجتمند نہین ہے کہ انسانون کیطرح آیت آیت تصنیف کرے بلکہ اوسنے کہا اور وہ ہوگیا

(صفحہ ایضا) **قولہ** لاریب فیہ کے معنے اگلے مفسرون نے یہہ بیان کئے ہین کہ اوسکے خدا کیطرف سے ہونیمین کچہہ شبہہ نہین - مگر میری سمجہہ مین اسمقام مین ان معنون کے اختیار کرنیسے دوسرے معنے اختیار کرنے بہتر ہین خدا تعالے نے اس جگہہ تین فرقونکا حال بیان کیا ہے ایمان والونکا کافرونکا منافقونکا - پس لاریب فیہ کے ایسی معنے لینے زیادہ تر مناسب ہین جو اون فرقونمین سے کسیکے حال کی مناسب ہون اور وہ یہہ معنے ہین کہ اس کتاب کے پرہیزگارون یعنے ایمان والون کیلئے ہادی ہونیمین کچہہ شک نہین الخ **ج** اسیلئے آپنے صفحہ ۸ مین فرمایا تہا کہ ہر ایک مفسر مجاز ہے کہ بلحاظ ربط کلام کے جہان وہ چاہئے آیت قرار دے مین اپنی تفسیر مین مطالب کی بیانمین اسی طریقہ کو اختیار کرونگا انتہے تاکہ ہر آیت کو جہانتک چاہئین قرار دین اور اسی قاعدہ کے بموجب یہان لاریب فیہ کو ہدی للمتقین کیساتہہ شامل کیا تب یہہ معنے ٹہیک ہوئے جو آپ نے تجویز کی ہین لیکن جمہور علماء اسلام نے لاریب فیہ کو الکتاب کی صفت قرار دیا ہے یعنے یہہ کتاب بے شبہہ خدا کیطرف سے نازل ہوئی اور دوسری صفت اسکی ہدے للمتقین ہے یعنے پرہیزگارونکے واسطے ہادی ہے کیونکہ اگر پہلے اسکا خدا کیطرف سے نازل ہونا ثابت نہو تو پرہیزگارون کے

ہادی کیونکر ہوگی مگر خانصاحب بہادر نے اسکی ایکہی پہلی صفت باقی رکہی پس اس تاویل
مین خوبی کیا پیدا ہوئی

(صفحہ ۱۶) قولہ ان الذین کفروا جو لوگ کفر مین پڑے ہین اونکی نسبت
خدا نے فرمایا ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم غشاوۃ مگر کسی مفسر نے اسکے
حقیقی معنے مراد نہین لئے مسئلہ جبر و اختیار۔ ان آیتون یا اور آیتون سے جو اوسکے
مثل ہین جبر و اختیار کے مسئلہ پر بحث کرنا کلام مجید کے سیاق کلام کے منافی ہے قرآن مجید
کی کسی آیت سے نہ انسان کے اپنے افعال مین مجبور ہونے پر استدلال ہوسکتا ہے
نہ مختار ہونے پر نہ بین الجبر والاختیار ہونے پر مگر افسوس کہ علما متقدمین نے اسپر بحث کی ہے
اور غلطی سے اوسکو ایک ایسا مسئلہ سمجہا ہے جو مسایل مین داخل ہے اور جو وحی یا قرآن سے
ثابت ہے اور پہر آپسمین مختلف رائین قرار دی ہین ایک گروہ انسان کے اپنے افعال
مین مجبور ہونیکا قائل ہے دوسرا گروہ مختار ہونیکا اور تیسرا بین الجبر والاختیار کا جو بالفعل
مذہب اہل سنت وجماعت کا ہے۔ قرآن مجید مین خدا تعالےٰ نے جابجا بندون کے
افعال کو بلکہ ہر ایک چیز کو اپنے طرف منسوب کیا ہے جو کام بندون سے ہوتے
ہین اونکی نسبت فرمایا ہے کہ ہمنے کیا یا جو چیزین کہ اور اسباب سے پیدا ہوتی ہین اون
اسباب کو بیچ مین سے نکال کر فرماتا ہے کہ ہمنے کیا ہمنے مینہہ برسایا ہمنے درخت اوگائے ہمنے
دریا بہائے ہمنے سمندر مین جہاز تیرائے ہمنے اوڑتے جانور ہوا مین تہمائے الخ **ج** یہان
قطع نظر اسکے کہ یہہ سب امور امکان بشر سے باہر اور اسباب ممکنہ سے خارج ہین اس
بیان خانصاحب بہادر کو ختم اللہ علے قلوبہم سے کچہہ بہی علاقہ نہین ہے اور نہ مسئلہ جبر و اختیار
کو کچہہ اسمین دخل ہے بہلا کون نہین جانتا ہے کہ مینہہ برسانا اور دریا بہانا جسے خانصاحب
بہادر فرماتے ہین کہ اور اسباب سے پیدا ہوتے ہین کسی انسان کی اختیاری بات نہین ہے
اسیطرح یہہ کہ اوس آیت مین ہدایت اور ضلالت انسانی کا بیان ہے اور اس بیان
خانصاحب بہادر مین قدرت اور سطوت الہی کا اظہار ہے پہر خانصاحب بہادر صفحہ ۱۷
مین فرماتے ہین کہ خدا اپنے تئین علۃ العلل جمیع کائنات کا بتاتا ہے پس اگر تمام حوادث
و افعال کو جو عالم مین تمام مخلوقات انسان حیوان عناصر قوے وغیرہ سے ہوتے ہین
اپنی طرف نسبت کرے اور ہر چیز کی نسبت یہہ کہے کہ ہمنے کیا تو یہہ نسبت صحیح و درست ہوگے

الخ یہہ قول خانصاحب بہادر کا سراسر غلط ہے کوئی شخص چوری کر کے اپنا الزام خدا پر نہین ثابت کرسکتا ہے بلکہ گرفتار ہوکر وہ آپہی سزا پاتا ہے پس خدا اپنے علم قدیم سے ہمارے سب کامونکو جانتا ہے مگر اون کامونکا وقوع ہمارے اختیار اور امکان سے ہوتا ہے اگر ایسا نہو تو عدالت اور قیامت بیکار ہو جاوے علما اہل کتاب کا بھی یہی مقولہ ہے چنانچہ علم الہی کا خلاصہ پادری بنی صاحب کے کتاب انگریزی سے ترجمہ کیا ہوا مطبوعہ امریکین میتہوڈسٹ مشن پریس لکہنو ۱۸۶۹ء باہتمام پادری واصاحب صفحہ ۱۶ مین لکہا ہے سوال ۲۲۴ کیا خدا کے پیش بینی ہمارے کامون کے وقوع اور ظہور کے لئے نسبت ہو سکتی ہے **جواب** نہین کیونکہ وہ پیش بینی علم ہے نہ قدرت

(**صفحہ ۱۲**) **قولہ** کبہی وہ قوت فطری ایسی قوی ہوتی ہے کہ خود بخود اوسمین سے وہ روشنی اوٹہتی ہے اور حق و باطل مین فرق دیکہاتی ہے — یہی لوگ ہین جو شرع کے زبان مین پیغمبر اور تمدنی اصطلاح مین رفارمر کہلاتے ہین یہی قوت تہی جسنے ایک جوان کے دلکو خود اپنی روشنی سے روشن کر دیا جو اور کلدانیان مین رہتا تہا اور جسکا نام ابراہیم تہا الخ **ج** مطلب یہہ کہ پیغمبری ایک قوت فطری ہے جو خود بخود انسان مین پیدا ہوتی ہے بلکہ پیدائش کیوقت سے یہہ قوت انسان مین ہوتی ہی جنہین خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ یہی لوگ ہین جو شرع کے زبان مین پیغمبر اور تمدنی اصطلاح مین رفامر کہلاتے ہین انتہے اور اسکی تشریح خانصاحب بہادر نے صفحہ ۸ کے آخر مین اسطرح فرمایا ہے کہ بعض دفعہ کوئی خاص بلکہ کسی خاص انسان مین از روے خلقت و فطرت کے ایسا قوی ہوتا ہے کہ وہ اوسیکا امام یا پیغمبر کہلاتا ہے لوہار بہی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہوسکتا ہے انتہے رفامر لفظ انگریزی ہے جسکے معنے مصلح پس تمدنی اصطلاح مین خواہ کسی قوم کا وہ پیغمبر ہو اوسے انگریزی لقب اختیار کرنا ضرور ہے پہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہہ صفت مذکور ہوئی کہ اور کلدانیان مین رہتا تہا اور جسکا نام ابراہیم تہا انتہے چونکہ نصرانی علما حضرت ابراہیم کے آگ مین پہینکے جانیکے قایل نہین ہین اسلئے وہ اور کا ترجمہ سرزمین کرتے ہین یعنے کلدیون کے ملک سے حضرت ابراہیم آئے تہے اسیکے پیروی کرکے خانصاحب بہادر نے لکہا

اوڑ کلدانیان مین رہتا تہا یعنے حضرت ابراہیمؑ اوس ملک کے باشندے تہے
رومن ترجمہ قرآن مطبوعہ مشن پریس الہ اباد ۱۸۴۴ء صفحہ ۲۶۵ و ۲۶۶ و حاشیہ علماء
نصارے نے بین لکہا ہے کہ توریت مین لکہا ہے کہ خدا ابراہیم کو کسدیون کی اوڑ سے
نکال لایا عبرانی زبان مین اوڑ کے کئی معنے ہین ایک یہہ کہ ایک شہر کا نام جسمین ابراہیمؑ کے
باپ دادے بستے تہے دوسرے معنے روشن اور تیسرے معنے شعلہ یا آتش ہین
بعض یہودی مفسرین جو عجیبون پر فریفتہ ہوئے اوس شہر کے نام پر بہولے اور
اپنی تفسیرون مین لکہا کہ ابراہیم کو کسدیون کی آگ سے نکالا پہر اوسکے بیانمین نمرود اور
اوس بڑی آگ کا قصہ جاری کیا اونکے پیروی مین چند بدعتی عیسائی اور محمدیون
نے اپنی اپنی خواہش اور حوصلہ کے مطابق اوس قصہ کو بڑہایا انتہے چونکہ سرزمین
یعنے ملک یا شہر کا نام اوڑ کبہی سنا ہوگا اسلئے لاچار ہوکر وہی تیسرے معنے اختیار
کرنے پڑینگے یعنے شعلہ یا آتش دوسرے یہہ کہ اس واقعہ کی صحت روایت کا مدار
محض یہودی راویونپر منحصر ہے کیونکہ یہہ اونہین کے گہر کی بات ہے پس جو اونکا
عقیدہ اسباب مین ہے وہی قابل اعتبار ہے تیسرے یہہ کہ قدیم عیسائیون کا
بہی یہی عقیدہ تہا کہ حضرت ابراہیمؑ اگ مین پہینکے گئے تہے جیساکہ حاشیہ ترجمہ قرآن سے
نصرانی مفسرونکا قول نقل کرچکا ہون چوتہے یہہ کہ توریت مین خدا نے بار بار جو
اپنا یہہ احسان یاد دلایا ہے جیسے مصر سے نکالنا بنی اسرائیل کو بار بار یاد دلایا
گیا ہے اِس سے صریح ظاہر ہے کہ کسی عجیب کیفیت اور الہی قدرت کیساتہہ حضرت
ابراہیمؑ کو کسدیون کی اوڑ سے نکالا تہا نہ یہہ کہ فقط چند منزل سفر کرنے حضرت براہیمؑ
کی وہ دہوم دہام ہو یہان سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو آگ سے نکالکر خدا نے
بار بار اسکا یاد دلانا تقویت ایمان کا وسیلہ ٹہرایا پانچوین یہہ کہ آجتک یہودی قوم
حضرت ابراہیمؑ کے اِس آگ سے بچ جانیکے یادگار مین ہرسال عید کرتے ہین اور
اونکی اس عید مین اور ہندون کے تیوہار ہولی مین تین دنکا تفاوت ہوتا ہے جہہ ہے کہ
حاران کا اوسی آگ مین جل جانا ثابت کرتا ہے کہ اوڑ کے معنے وہی صحیح ہین یعنے شعلہ
یا آتش پس یہہ کہنا خانصاحب بہادر کا کہ اوڑ کلدانیان مین رہتا تہا صریح غلط نکلا
واضح ہو کہ جبر و اختیار کے مسئلہ مین خانصاحب بہادر نے صفحہ ۱۶ سے ۲۲ تک بہت

طولانی اور فضول بحث لکھی ہے ماحصل جسکا یہہ ہے کہ ہر مخلوق مین خدا نے ایک قوت فطری رکہی یعنے سب مین نیچر کا ظہور ضرور ہے مگر اسکے جواب کی ہوبہو سے حاجت نہین ہے کہ صفحہ ۱۶ مین خانصاحب بہادر خود اقرار کر چکے ہین کہ جبر و اختیار کے مسئلہ پر بحث کرنا کلام مجید کے سیاق کلام کی منافی ہے انتہےٰ

(صفحہ ۲۲) قولہ ایک یتیم بن ماباپ کے بچے کا حال سنو۔ ایک ریگستان کے ملک مین پیدا ہوا۔ اور بجز لات و منات اور عزّے کو پکارنیکی آواز کے کچہہ نہ سنا مگر خود کبہی نہ بہٹکا اور کہا تو یہہ کہا افرئیتم اللات والعزّی ومنات الثالثۃ الاخریٰ۔ پس یہہ تمام روشنیان اوس نور فطرت کی خود آپہی آپ روشن ہوئی تہین اور جنہون نے نہ صرف اُنکو بلکہ تمام جہان کو منور کر دیا الخ **ج** آپہی آپ روشن نہین ہوئی تہین یہہ دہریونکا عقیدہ ہے کوئی کام بغیر ایک کام بنا نیوالیکے نہین ہوتا ہے بفحوای آیۂ ووجدک ضالًّا فھدٰی بیضاوی اور کشاف اور جلالین مین اسکے معنے اسطرح لکہے ہین ووجدک ضالًّا عن شریعتک لاتعرفہا الّا بالہام وحی فہداک الیہا تارۃً بالوحی الجلی واخریٰ بالخفی یعنے شریعت سے تجہے ضال پایا یعنے تو وحی اور الہام کیسواا وسکو نجانتا تہا پس ایکدفعہ وحی جلی سے ہدایت کی اور دوسری دفعہ وحی خفی سے انتہےٰ اور ۳۷ زبور ۲ کو دیکہو کہ میرے پانونکا پہسلنا قریب تہا اور میرے قدمونکا رپٹ جانا قریب اسطرح مین جاہل تہا اور نادان مین تیرے حضور حیوان کی مانند تہا (۲۲) تو اپنی مصلحت سے مجہے ہدایت کریگا بعد اسکے مجہے جلال مین شامل کریگا (۲۴)

(صفحہ ۲۳) قولہ اللہ یستھزئ بھم اس لفظ سے یہہ بحث کرنی کہ خدا کی شان سے ہٹہا کرنا کیونکر ہو سکتا ہے ہنسنے کی بات ہے لوگونین بڑی غلطی ہے جو قرآن مجید کے ہر ایک لفظ کی حقیقے اور لغوی معنے لینے چاہتے ہین الخ **ج** پہلے کوئی معترض بہم پہونچا یا ہوتا اور اوسکا حوالہ دیتے تب یہہ اعتراض پیش کرنے کے لایق تہا اور بغیر اسکے محض اپنی قابلیت ظاہر کرنیکے لئے ایک اعتراض قایم کرکے جواب لکہنا سرو دستان یاد دہانیدن کا معاملہ ہے بہر حال چونکہ اب آپ اسے لکہہ چکے ہین اسکا جواب لکہنا مجہے ضرور ہوا کہ یہہ طریقہ ایسے محاورہ کلام کا کتب الہامی سابقہ مین بہی موجود ہے آپنے اپنی عقل آرائی کی کیون تکلیف گوارا فرمائی اول سلاطین

۱۸ ا باب ۲۷ مین ہے الیاس او نپر ہنسا اور بولا چلا کر پکارو کیونکہ وہ تو ایک خدا ہے
شاید وہ کسی سے باتین کر رہا ہے یا کسی کام مین مشغول ہے یا کہین سفر مین ہے اور
شاید کہ وہ سوتا ہے سو ضرور ہے کہ وہ جگایا جائے انتہے اور یسعیاہ ا باب ۱۴ مین
حقتعالی فرماتاہے کہ میرا جی تمہاری نئی چاندون اور تمہاری عیدونسی بیزار ہے وہ
میرے لئے تکلیف ہین مین اونکے بوجھہ سے تھک گیا انتہے اور اسی باب ۱۸ آیت مین
ہے اب آؤ کہ ہم باہم حجت کرین خدا وند فرماتا ہے انتہے اور ۲ زبور ۴ مین ہے
وہ جو آسمانپر تخت نشین ہے ہنستا ہے اور خداوند اونہین ٹھٹھون مین اوڑاتا ہے
انتہے تعجب کہ آپنے بار بار کتب الہامی سابقہ کا اپنی اس تفسیر مین حوالہ دیا دیکھو صفحہ
۱۵۰ ۱۴۰ وغیرہ مگر یہان کچھہ بھی آپسے جرأت نہو سکے

(**صفحہ ۲۶**) **قولہ** وحی تو وہی ہوتی ہے جو خدا سے پیغمبر کو دی جاتی ہے
مگر اگلے مفسرون نے اسکا بیان کہ وہ کیونکر دیجاتی ہے ٹھیک طور پر نہین کیا
اونہون نے خدا رسول کو دنیا کے بادشاہ اور وزیر کی مانند اور وحی کو بادشاہ کے
کلام یا حکم یا پیغام کی مانند سمجھا ہے اور جبرئیل کو ایک مجسم فرشتہ بادشاہ و وزیر مین
ایلچی پیغام لیجانیوالا قرار دیا ہے امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر مین ارقام فرماتے ہین
کہ آسمانپر جبرئیل خدا کا کلام سنکر آنحضرت پر اوترتے تھے اور وہ پیغام کہدیتے تھے
پھر اوس تقریر پر اونکو یہہ مشکل پیش آئی کہ خدا کے کلام مین تو حروف اور آواز نہین ہے
پھر جبرئیل نے وہ کیونکر سنا ہوگا پھر اوسکا جواب یہہ دیا ہے کہ ممکن ہے کہ خداتعالے
نے جبرئیل مین ایسی سماعت پیدا کی ہو جو خدا کا کلام سن لیتا ہو پھر اوسمین یہہ
قدرت رکھی ہو کہ وہ عبارت مین اوسکو تعبیر کرسکے اور یہہ بھی ہوسکتا ہے کہ
خدا نے لوح محفوظ مین اسی ترتیب سے قرآن پیدا کر دیا ہو اور جبرئیل نے اوسکو پڑہ
کر یاد کر لیا ہو یا یہہ ہوا ہو کہ اللہ تعالے نے کسی چیز جسم دار مین سے خاص طرح کی آوازین
نہر نہر کر نکالے ہون اور جبرئیل سنے ہی اوسکے ساتھہ آواز نکالی ہو پھر اللہ تعالے نے
جبرئیل کو بتا دیا ہو کہ یہی وہ عبارت ہے جو ہمارے کلام قدیم کو پورا ادا کر دیتی ہے
یہہ تقریرین ہمارے علماء قدیم کی اوسی قسم کی تقریرین ہین جنپر آج لوگ ہنستے ہین
اور قرآن مجید اور مذہب اسلام کو مثل اس تقریر کے لغو سمجھتے ہین امام صاحب نے

اسبا تیر غور نہین فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت ہی مین ایسے سماعت یا لوح محفوظ
مین پڑہنے کی قدرت یا جس جسم مین سے وہ اپنی اچہی آوازین نکلتے تہین اونسے کلام
سمجہہ لینے کی طاقت کیون نہین پیدا کی جو خدا کا کلام سُن لیتے اور سمجہہ لیتے تا کہ اس
تکلیف کی کہ جبرئیل سُنین اور اوسکی عبارت بنائین پہر آنحضرت کو آکر سنائین حاجت
نرہتی الخ ج اسباب مین خانصاحب بہادر کا قیاس امام فخر الدین رازی کے
قیاس سے کچہہ کم نہین ہے کیا اندہونکو اتنا ہی سوجہا کافی تہا کہ خدا نے جبرئیل کی معرفت
اپنا کلام انبیاء علیہ السلام تک پہونچایا کیونکہ جبروت خداوندی مقتضی اسکا تہا کہ خود
بلاواسطہ وہ اپنا آپ ہی سفیر ہوتا اور اگر اسکی حاجت تہی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام
کی معرفت اپنا کلام بہیجے تو اپنے بندونکے درمیان انبیاء علیہم السلام کے مبعوث کرنیکی
ہی حاجت کیا تہی کیا وہ قادر نہین ہے جو آپہی ہر شخص کے دل پر اپنے احکام شریعت
نقش کر دیتا کہ کسی کو اوس سے انحراف کی مجال نہوتی لیکن اسلئے ایسا نہین کیا تا سب
جانین کہ دنیا عالم اسباب ہے یہان ہر کام توسل ہوتا ہے دیکہو خدا ہر جگہہ حاضر وناظر ہے
نحن اقرب الیہ من حبل الورید باوجود اسکے خدا نے اپنے پیغمبر کو معراج کی رات عرش پر طلب فرمایا اگر خانصاحب بہادر
کو اس سے انکار ہو تو قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی (نجم) پر غور کرنا چاہئے اور
اگر اسے آپ خواب سمجہین تو ارایت الذی ینہی عبدا اذا صلّی (سورہ علق) کو دیکہو کہ
عبد کا لفظ مجموعہ جسد و روح پر بولا جاتا ہے اور انجیل مین پلوس مقدس کا معراج
اسکی نظیر کے لئے کافی ہے (۲ قرنتیونکا ۱۲ باب ۲-۴) پہر اگر ہم اس باب مین کہ
حضرت جبرئیل حضرات انبیاء علیہم السلام پر وحی لاتے تہے خطا پر ہین تو سب فرقے اہلکتاب
کے یہی عقیدہ رکہتے ہین فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون اب رہا یہ قیاس
کہ کیونکر خدا نے حضرت جبرئیل علیہ السلام پر مضمون وحی کا القا کیا کچہہ ضرور نہین ہے
کہ جو بات ہماری سمجہہ مین نہ آئے حقتعالیٰ کے امکان قدرت سے باہر ہو پس جو
کچہہ ہم ناممکن جانتے ہین اوسکے نزدیک سب آسان ہے جب اتنا ثابت ہے کہ حضرت
جبرئیل حضرات انبیاء علیہم السلام پر وحی لاتے تہے تو یہی کافی ہے کہ کسی نہ کسی طرح
حقتعالیٰ اپنے فرشتے کو اوس مضمون وحی سے آگاہ کر دیتا تہا ایسی لاطائل دلیلین
بیان کرنا آخر کو انکار وحی پر بہی آمادہ کریگا کیونکہ اگر معلوم بہی ہو جائے کہ خدا اپنے

کیونکر اسپنے فرشتہ کو وحی کے الفاظ بتائی تو پہر یہہ خدشہ پیدا ہوگا کہ اوسوقت ہان اسکا گواہ کون تہا کہ فی الحقیقت یہہ خدا کا کلام ہے پس ہمارا منصب یہہ نہین ہے کہ سوا اس ثبوت کے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضرات انبیا علیہم السلام پر وحی لاتے تہے اور باریکیون کے ثبوت کے دلایل ڈہونڈہین —

(**صفحہ ۲۷**) **قولہ** نبوّت کو بہی علما متقدمین نے ایک عہدہ سمجہا ہے کہ خدا جسکو چاہتا ہے یا جسکو منتخب کرتا ہے دیدیتا ہے جیسے بادشاہ اپنے بندونمین سے کسیکو وزیر کسیکو دیوان کسیکو بخشی کردیتا ہے اور وہ اوس منصب کو لیکر کام شروع کرتا ہے اور مبعوث ہونیکی ٹہیک یہی معنے اونہون نے سمجہے ہین مگر میری سمجہہ یہہ نہین ہے مین نبوّت کو ایک فطری چیز سمجہتا ہون نبی گویا مان کے پیٹ ہی مین کیون نہو نبی ہوتا ہے النبی نبی ولو کان فی بطن امہ جب پیدا ہوتا ہے تو نبی ہے پیدا ہوتا ہے اور جب مرتا ہے تو نبی ہی مرتا ہے نبی کا لفظ یہودیون مین زیادہ تر مستعمل تہا وہ اُسکو لفظ نبا سے مشتق کرتے تہے جسکے معنے خبر دینے کے ہین وہ اسبات کے قائل تہے کہ انبیا مثل نجومیون کے دنیا کی باتون مین سے غیب کی بات یا آیندہ ہونی والی باتین بتادیتی ہین شاید اتنا فرق سمجہتے ہون کہ نجومی ستارون کے حساب یا شیطانون کے اسرار سے بتاتے تہے اور انبیا ربانی کرشمہ سے پس جو شخص کہ کوئی پیشین گوئی نہین کرتا تہا اوسکو نبی یا پیغمبر نہین کہتے تہے ـ داؤد و سلیمان کو یہودی نبی نہین کہتے تہے الخ **ج** یہودیون کے بابت شاید کا لفظ خوب آپ نے فرمایا یعنے آپ کو شبہہ ہے کہ یہودی بہی انبیا علیہم السلام کو مثل نجومیون کے جانتے تہے حالانکہ ہر طفل دبستان بہی اسسے ناواقف نہین ہے کہ یہودی بعضے سچے انبیا جیسے کہ حضرت عیسےٰ کو بہی نہین مانتے تہے چہ جائے آنکہ وہ کسی نجومی کو پیغمبر جانتے قطع نظر اسکے جس قوم مین الہام اور وحی کے ایسے کثرت ہو جیسے کہ یہودیون مین تہے اوس قوم کیطرف یہہ کب گمان ہوسکتا ہے کہ انبیا اور نجومیون مین امتیاز نکرسکے اور نصارا تک تو حضرت داؤد کو نبی کہتے ہین (اعمال ۲ باب ۳۰) پہر یہودیونکے انکار کا کیا ثبوت ہے حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور اور حضرت سلیمان کی تین کتابین مجموعہ توریت مین شامل ہین پس اگر یہودی اونہین نبی نہین کہتے تہے تو کیا دنیاداروں کی تصنیفین بہی مجموعہ کتب الہامی مین شامل ہوجاتی ہین اور یہودی

ان ہین نبی تو کہتے ہین کیونکہ توریت کے سوا زبور و امثال وغیرہ یہودی محاورہ مین انبیا
کے صحیفے کہلاتے ہین اور نبوت فطری چیز نہین بلکہ محض خدا کا فضل ہے حضرت موسیٰ
کو اسّی برس کی عمر کے بعد نبوت ہوئی تہی اور النبی ولو کان فی بطن امّہ سے
مراد یہہ ہے کہ خدا کی ازلی ارادے مین اوسکا مبعوث کرنا نبی کے پیدائش سے پیشتر
ہوتا ہے اور قبل از بعثت اوس سے اخلاق اور خصائل انبیاء کے ظاہر ہوتے ہین
ورنہ بطن امہ مین کس نبی نے نبوّت کی ہے پس نبوت فطری چیز کیونکر ہوئی مگر صفحہ ۲۸ مین
خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ لوہار بہی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے انتہے
جس سے مطلب یہہ ہے کہ جس شخص مین قوم کو ہدایت کرنیکی لیاقت ہو وہ نبی
ہو سکتا ہے اور اسی بنا پر خانصاحب بہادر نے مجموعہ تہذیب الاخلاق من
ابتدائی ماہ جمادی الاول لغایت ماہ رمضان ۱۲۹۶ ہجری و ۱۸۷۹ ع کے اوس
مضمون مین جو صفحہ ۵۳ سے صفحہ ۵۹ تک مندرج ہے اور جسکا عنوان یہہ ہے
مذہب انسان کا امر طبعی ہے لکہا ہے کہ یہہ خیال کرنا کہ صرف دنیا کے ایک ذرا سے
ٹکڑے مین جو دنیا کے ساتہہ ایسی نسبت رکہتا ہے جیسے کہ عدد کیساتہہ صفر پیغمبر آئی تہے
اور صرف فلسطین اور جزیرہ عرب ہی کو اونہون نے خدائی روشنی سے منور کیا
تہا اور خدا نے صرف ایک مٹہی بہر آدمیون بنی اسرائیل کو اور ہند عرب کے قوم کو
جنمین نبی آئے بہشت مین جانیکے لئے بنایا تہا اور باقی تمام دنیا کو دوزخمین جانے کیلئے
ایک ایسا بیہودہ خیال ہے جسکو نیچر اور بانی اسلام خدا اور قرآن سب غلط اور جہوٹہا
بتاتے ہین انتہے اور اسی مضمون کے آخر مین آپ فرماتے ہین کہ جو لوگ پیغمبرون
کی راہ پر ہین وہ ضرور نجات پاوینگے خواہ وہ پیغمبر چین کا ہو یا ماچین کا عرب کا ہو یا
فلسطین کا امریکہ کا ہو یا افریقہ کا ہندوستان کا ہو یا فارستان کا الخ پس ہندوستان
کا پیغمبر بنجانیکی لئے خانصاحب بہادر نے یہہ تمہید اوٹہائی ہے مگر اب یہہ بات بالکل
ناممکن ہے افسوس نیچری کی جان پر لا نبی بعدی ارشاد ہو چکا ہے اب کوئی شخص
کتنا ہی لیاقت مین ترقی کرکی معلم الملکوت تک ہو جائی مگر نبی نہین ہو سکتا ہے ۔

(صفحہ ۲۹) قولہ خدا اور پیغمبر مین بجز اوس ملکہ نبوت کے جس کو
ناموس اکبر اور زبان شرع مین جبرئیل کہتے ہین اور کوئی ایلچی پیغام پہونچانیوالا

نہین ہوتا اوسکا دل ہے وہ آئینہ ہوتا ہے جسمین تجلیات ربانی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے اوسکا دل ہے وہ ایلچی ہوتا ہے جو خدا کے پاس پیغام بیجاتا ہے اور خدا کا پیغام لیکر آتا ہے وہ خود ہی وہ مجسم چیز ہوتا ہے جسمین سے خدا کے کلام کی آوازین نکلتی ہین وہ خود ہی وہ کان ہوتا ہے جو خدا کے بے حرف و بے صوت کلام کو سنتا ہے خود اوسیکے دل سے فوارہ کی مانند وحی اوٹھتی ہے اور خود اوسی پر نازل ہوتی ہے اوسکا عکس اوسکے دل پر پڑتا ہے جسکو وہ خود ہی الہام کہتا ہے اوسکو کوئی نہین بلواتا بلکہ وہ خود بولتا ہے اور خود کہتا ہے وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ الخ

ج یہہ آیت ہی کیا ہی محل پر خانصاحب بہادر نے لکہی ہے وحی یوحیٰ تو موجود ہی پہر وہ خود ہی سب کچھ جو آپ وہ لمبی قدرتی عبارت بیان کرچکے ہین کیونکر ہوگیا اور بلکہ نبوت کو جو آپ زبان شرع مین جبرئیل فرماتے ہین آپکے اس قول سے ثابت ہوا کہ جبرئیل کوئی فرشتہ نہین فقط ایک شرعی دہوکا ہے یہہ قول خانصاحب بہادر کا تمام دنیا کی نظر مین صریح خبط ہے آپکی اس قول کی تکذیب ہین کہ اوسکا یعنے پیغمبر کا دل ہے وہ ایلچی ہوتا ہے جو خدا کے پاس پیغام بیجاتا ہے اور خدا کا پیغام لیکر آتا ہے وغیرہ قرآن ہی مین حقتعالےٰ اپنے پیغمبر کو ارشاد فرماتا ہے ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء پس اگر پیغمبر کا دل ایلچی ہوتا ہے تو کسی حال سے ناواقف ہونے کی کیا وجہہ پہر یہہ کہ فانتظروا انی معکم من المنتظرین پس باوجود دل ہی ایلچی ہونیکے انتظار کرنا کسواسطے ہے

(صفحہ ایضاً) قولہ ہزارون شخص ہین جنہون نے مجنونون کی حالت دیکھی ہوگی وہ بغیر بولنے والیکے اپنے کانون سے آوازین سنتے ہین تنہا ہوتے ہین مگر اپنی آنکہون سے اپنی پاس کسیکو کہڑا ہوا باتین کرتا ہوا دیکھتے ہین — ہان ان دونون (یعنے مجنون اور پیغمبر) مین اتنا فرق ہے کہ پہلا مجنون ہے اور پچہلا پیغمبر گو کہ کافر پچہلے کو بہی مجنون بتاتے تہے الخ

ج آپنے یہہ نظیر مجنون کی اسلیئے لکہی ہے کہ پیغمبر کے حال کو بہی اسی پر قیاس کرین لیکن اتنا نہ سمجہے کہ دیوانے مطلق شریعت سے آزاد ہی ہے پس مجنون کا حال پیغمبر کے حال کے خلاف ہوتا ہے کیونکہ پیغمبر صاحب شریعت ہے اور مجنون مطلق شریعت سے آزاد اوسکی نظیر اس محل پر کب درست ہو سکتی ہے کیا دیوانہ اور ر

ہوشیار ہین کچھہ فرق ہی نہین ہے
(**صفحہ ۳۰**) **قولہ** اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اوسی ملکہ نبوت کا جو خدا نے
انبیا ہین پیدا کیا ہے جبرئیل نام ہے یہہ ہی مطلب قرآن کی بہت سی آیتون سے
پایا جاتا ہے جیسیکہ سورہ قیامہ ہین فرمایا ہے کہ ان علینا جمعہ وقرآنہ یعنے ہمارا
ذمہ ہے وحی کو تیرے دلمین اکہٹا کر دینی اور اوسکے پڑہ دینے کا فاذا قرأناہ فاتبع
قرآنہ پہر جب ہم اوسکو پڑہ چکین تو اوس پڑہنے کی پیروی کر ثم ان علینا بیانہ
پہر ہمارا ذمہ ہے اوسکا مطلب بتانا ان آیتون سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا اور پیغمبر
مین کوئی واسطہ نہین ہے الخ **ج** ان آیتون سے یہہ کہان ثابت ہے کہ
حضرت جبرئیل کی معرفت خدا یہہ کام نہین کرتا تہا خدا فرماتا ہے کہ ہمنے درخت
اوگائی (تفسیر القرآن صفحہ ۱۷) حالانکہ زمین درخت اوگاتی ہے سیطرح یہان بہی
سمجہہ لینا چاہئے کیونکہ منصب نبوت حضرت جبرئیل کا عطا کیا ہوا نہین بلکہ خدا کا عطا
کیا ہوا ہے پس جو کچہہ حضرت جبرئیل کے وسیلے سے خدا اپنے پیغمبر کو نبوت کی باتین بتاتا ہے
وہ خدا ہی کی بتائی ہوئی باتین ہین نہ یہہ کہ حضرت جبرئیل کی مفسرین نے لکہا ہے کہ ابن
عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب جبرئیل وحی آنحضرت صلعم کے روبرو پڑہتے تہے
آنحضرت بہی اونکے ساتہہ پڑہنا شروع کرتے تاکہ کچہہ فراموش نہو جائے اوسوقت
حکم الہی ہوا کہ لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ مت ہلا ساتہہ قرآن مجید کے زبان اپنی کو قبل
از اتمام وحی تاکہ تو جلدی کرے اوسکے حفظ کرنے مین تحقیق ہمارے ذمہ ہے جمع کرنا اسکا
تیرے دلمین تاکہ تو یاد کرے اور ہمارے ذمہ ہے قایم کرنا اوسکی قرارت کا تیری زبان پر
پس جب پڑہ لین ہم اوسی بزبان جبرئیل پس پیروی کر اوسکے پڑہنے کی تفسیر حسینی مین
ہی پس پیروی کن خواندن اورا انتہے اور سورہ بقر کی یہہ آیت اسیکی تصدیق کرتی ہے
فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ یعنے بیشبہہ اوسنے ڈالا ہے تیرے دلپر اللہ کے حکم سے
پس اگر خدا اور پیغمبر مین کوئی واسطہ نہین ہے تو دلپر ڈالنے والیکو یہہ حکم کرنیوالا کون
ہی لیکن آپ نے تو خدا کو ہی محض ایک بے اصل اور خیالی شی قرار دیا ہے جبکہ اسی صفحہ
مین صاف لکہا ہے کہ دلپر اوتارنے والے یا دلمین ڈالنے والے وہی چیز ہوتی ہے
جو خود انسان کی فطرت مین ہو نہ کوئی دوسرے چیز جو فطرت سے خارج اور خود اوسکی

خلقت سے جسکے دلپر ڈالی گئی ہی جدا گانہ ہوا تہے اور صفحہ ۲۹ مین آپ فرما چکے ہین
کہ خود اوسی کی (یعنے پیغمبر کے) دل سے فوارہ کی مانند وحی اوٹہتی ہے اور خود اوسی پر
نازل ہوتی ہے انتہے اب ناظرین انصاف کرلین کہ خانصاحب بہادر نے کسطرح اس
پردہ مین ذات الہی کی نفی کی ہے اور جہان کہین اس تفسیر مین خدا کا نام آیا ہے وہ
اسلیئے تاکہ صاف صاف انکار ذات الہی ظاہر ہو جایگا تو لوگ اس تفسیر کے پڑہنے پر
متوجہ ہونگے اور اسلیئے ہی کہ وہ بطور غلط العام اور مقولہ عوام کے خدا کا نام نقلاً
لکہہ دیا ہے اور ملکہ نبوت کو جو آپ جبریل فرماتے ہین یاد کیجئے کہ صفحہ ۲۸ مین آپ لکھ
چکے ہین کہ لوہار ہی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے پس آجتک آپنے کبھی سنا
ہی کہ کوئی شخص بے سیکہے اور بغیر اوستاد کی خدمت کئے لوہار بنگیا مگر پیغمبر کسکے
پاس سیکہنے جاتے ہین البتہ اگر آپ نے سورہ اقراء پڑہے ہوتی تو جانتے کہ حضرت
جبریل ہی پیغمبر و نکو سکہاتے تہے پہر لوہار اور پیغمبر مین اتنا فرق ہوتا ہے کہ لوہار
دوسرے کے پاس جاکر سیکہتے ہین اور حضرت جبریل علیہ السلام خود حضرات انبیا علیہم السلام
کی پاس آکر سکہاتے تہے پہر اوس ملکہ نبوت کا نام جو آپ جبریل فرماتے ہین اس سے
نفی وجود ملائکہ سرزد ہوئے یا نہین اور عدوی جبریل آپ ثابت ہوئی یا نہین جسکے
حقمین خدا فرماتا ہے من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ مصدقا لما بین یدیہ وھدی
وبشری للمؤمنین من کان عدوا للہ وملٰئکتہ ورسلہ وجبریل ومیکال فان اللہ عدو للکٰفرین
(البقرع ۱۲) یعنے جو کوئی دشمن ہے جبریل کا کہ بیشبہہ اوسنے ڈالا ہے تیرے دلپر
اللہ کے حکم سے سچ بتاتا ہے اوس چیز کو جو اوس سے پیشتر ہے اور ہدایت اور خوشخبری
ہی ایمان والون کے لئے جو کوئی خدا کا دشمن ہے اور اوسکے فرشتونکا اور اسکے
رسولونکا اور جبریل اور میکائیل کا تو بیشک اللہ دشمن ہے کافرونکا انتہے نہین
نہونگی تفسیر مین آپ صفحہ ۲۷ مین لکہتے ہین کہ قدیم زمانہ کے تمام دنیا کے قومونکا
یہہ حال تہا کہ جو امور عجیب وغریب اونکے سامہنے ایسے پیش آتے تہے جسکی
علت اونکی سمجہہ سے باہر تہے اوسکو کسی ایسی قوت یا ایسے شخص سے منسوب کرتے
تہی جو انسان سے برتر اور خدا سے کمتر تہے اسی خیال سے تمام بت پرست قومون
نے اپنے ہان خیالی دیوتا اور دیبیان اور خدا پرست قومون نے اپنے ہان

فرشتہ قایم کرلی انتہے اب غور کرنا چاہیے کہ جب تمام خدا پرست قومون کے خلاف خانصاحب
بہادر نے فرشتونکا انکار کیا تو ایک خانصاحب بہادر کا قول قابل اعتبار رہے یا جمہور
خدا پرستونکا دانشمند لوگ ایک جہان کو جہونٹہا سمجہینگے یا فقط خانصاحب بہادر کو اور بت پرست
بہی دیوتا کو فرشتہ نہین جانتے ہین فرشتے اونکے محاورہ مین دوت کہلاتے ہین
جنمین سے بعض فرشتون کے نام بہی اونکی زبان مین رائج ہین جیسے ملک الموت کو
وہ جمراج کہتے ہین قطع نظر اسکے خدا پرست قومون نے تو خدا کے کلام سے جانا کہ
فرشتے بیشک ہین مگر خانصاحب بہادر پر کونسی وحی نازل ہوئی جسنے اگلے کتب الہامیہ
کو باطل کیا ہے اور اتنا بہی نسمجہے کہ جب فرشتے درحقیقت نہین ہین تو امنت باللہ وملٰئکتہ
وکتبہ مین خدا نے اپنے نام کے ساتہہ یہہ کن لوگونپر ایمان لانیکا حکم فرمایا ہے کیا
محض غلط العام پر جیسا کہ آپ صفحہ ۴۶ سطر ۵ مین لکہہ چکے ہین نعوذ باللہ اور جب
فرشتونکا انکار ہوا تو خدا کی ذات کا آپ ہی انکار ہوگیا کیونکہ ایکہی ساتہہ یہہ دونون
نام آئے ہین یعنے اللہ اور ملایکہ بلکہ کتبہ ورسلہ کا بہی صریحاً انکار ہوگیا علم الٰہی کا خلاصہ
پادری نبی صاحب کی کتاب انگریزی سے ترجمہ کیا گیا مطبوعہ امریکن میتہوڈسٹ مشن پریس
لکہنؤ ۱۸۶۶ء باہتمام پادری دراصاحب صفحہ ۷ مین لکہا ہے کہ پاک نوشتون مین فرشتے
مختلف نامون سے مشہور ہین یعنی روحین کیونکہ وہ بیجسم اور نادیدنی ہین فرشتے اسلیے کہ
وہ خدا کے نایب یا پیغامبر ہین کروبیون کہ وے بڑی عالم ہین سرافیم اسواسطے کہ اونمین
سرگرمی اور محبت ہوتی ہے انتہے اب دیکہیے کہ جن لوگون کی لیاقت اور معلومات خانصاحب
بہادر تمام جہان سے بڑہ کر جانتے ہین اونہین کا یہہ قول ہے جو فرشتونکا ہونا ثابت کرتا ہے
مگر خانصاحب بہادر صفحہ ۹۴ مین فرماتے ہین کہ جن فرشتونکا قرآن مین ذکر ہے اونکا
کوئی اصلی وجود نہین ہوسکتا بلکہ خدا کی بے انتہا قدرتون کے ظہور کو اور اون قوتون کو
جو خدا نے اپنی تمام مخلوق مین مختلف قسم کی پیدا کئے ہین ملک یا ملائکہ کہا ہے جنمین سے ایک
شیطان یا ابلیس بہی ہے پہاڑون کی صلابت پانی کی رقت درختونکی قوت نمو برق کے
کی قوت جذب و دفع غرضکہ تمام قوی جنسے مخلوقات موجود ہوئی ہین اور جو مخلوقات
مین ہین وہی ملایک یا ملائکہ ہین جنکا ذکر قرآن مجید مین آیا ہے انسان مجموعہ قوائے ملکوتی
اور قوائے بہیمی کا ہے اور ان دونون قوتون کی بے انتہا ذریات مین جو ہر ایک قسم کی

نیکی و بدی مین ظاہر ہوتی ہین اور وہی انسانکے فرشتے اور اونکی ذریات اور روح
انسان کے شیطان اور اوسکی ذریات ہین انتہے معلوم نہین کہ پہاڑون کی صلابت
اور پانی کی رقت وغیرہ مین سے ملائکہ کون ہین اور شیطان کون ہین اسکی تو
خانصاحب بہادر نے کچھہ بھی تشریح نہین فرمائی اور آپ فرماتے ہین کہ ان سے
مخلوقات موجود ہوئی ہین حالانکہ انمین سے ایک سے بھی مخلوقات یعنے جانذار
نہین موجود ہوئی اور اگر مخلوقات سے یہان مراد موالید ثلاثہ ہے تو پہاڑ اور درخت
خود موالید ثلاثہ مین شامل ہین اونکے حرکات و سکنات کب اونہین کی مخلوق اور موجود
ہونیکا باعث ہوسکتے ہین علم الہی کا خلاصہ پادری ہنی صاحب کی کتاب انگریزی سے ترجمہ
کیا گیا مطبوعہ امریکن میتہوڈسٹ مشن پریس لکھنؤ ۱۸۶۹ء باہتمام پادری واصاحب صفحہ ۸
سوال ۲۸۶ کے جواب مین لکھا ہے کہ شیطان وہ فرشتے ہین جو خدا سے باغی ہوکر اپنی
پہلی حالت سے محروم ہوئی اور سوال ۲۸۷ کے جواب مین لکھا ہے کہ وہ جو اس رائے
کو رد کرتے ہین اپنے ایمان مین اس مدعا کی بابت قایم نہین ہین بعضو شیطان کے معنی
صورت شر اور بعضے انسان کی بدمزاجی اور بعضے دشمنی کو خیال کرتی ہین پھر سوال
۲۸۸ کے جواب مین لکھا ہے کہ یہہ تینون غلطیان ایک دوسرے سے مخالفت رکھتی
ہین یہی اختلاف نوشتے (یعنے کتب الہامیہ) کے بیان کی مدد کیواسطے کہ شیاطین
حقیقت مین وجود رکھتے ہین ایک قوی دلیل ہے پھر صفحہ ۸ سوال ۲۸۹ کے جواب
مین لکھا ہے کہ بعضے اشخاص جنکو شر کیطرف رغبت تھی امتحان مین پڑی مثلاً آدم اور
شیخ پیدایش ۳ باب ۳ متی ۴ باب بعضو نمین بہت شیاطین بستے تھی اور یہہ انسانون
سی نکلکر حیوانون مین گئے لوقا ۸ باب ۲ و ۳۰ و ۳۳ بدصفت اور نفس امارہ شیاطین سے
منسوب کئی گئی لوقا ۸ باب ۱۲ یعقوب ۲ باب ۱۹ - اول پطرس ۵ باب ۸ شیطان
کی ہمون سے اوسکی ہستی ظاہر ہوتی ہے افسیونکا ۲ باب ۲ و ۶ باب ۱۲ یوحنا ۸ باب ۴۴
شیطان کی ذریات ہین متی ۲۵ باب ۴۱ - اور وہ جو ابدہ ہین متی ۸ باب ۲۹ - و
۲۵ باب ۴۱ لوقا ۱۰ باب ۱۷ و ۱۸ انتہے فی الحقیقت کیا عمدہ دلایل ان جوابون مین
لکھے ہین یعنے بقول خانصاحب بہادر اگر بدی یعنے شر کی قوت کا نام شیطان ہے جو
انسان مین ہوتی ہے تو حضرت آدم اور حضرت عیسے علیہما السلام وغیرہ جنمین شر کا

شاہد بہی تہا وہ جو امتحان مین پڑی سو شیطان کی اور کسکا یہہ کام ہے کیونکہ اسی ذات مین تو شر موجود تہا پس او نہین امتحان مین ڈالنیوالا لامحالہ کوئی اور شخص تہا اور وہ ہی شیطان ہی علی ہذا القیاس اون سب دلیلون پر اچہی طرح غور کرنا چاہئے کہ اونکے خلاف کوئی ایک دلیل بہی پیش نہین کر سکتا ہے

پہر اوسی کتاب کے صفحہ ۸۱ سوال ۲۹۰ کے جواب مین لکہا ہے کہ اونکے عموماً نام شیاطین ہین اور اونکا سردار اور القابونسے ہی مشہور ہے جیسا کہ عبرانی مین ابادون اور یونانی مین اپالین کہلاتے ہین ایوب ۲ باب ۶ متی ۲۵ باب ۴۱ افسیونکا ۲ باب ۲ و ۶ باب ۱۲ یوحنا ۱۲ باب ۳۱ — دوسرے قرنتیونکا ۴ باب ۴ مکاشفات ۹ باب ۱۱ یسعیاہ ۱۴ باب ۱۲ مکاشفات ۱۲ باب ۳ دوسرے قرنتیونکا ۱۱ باب ۵ یسعیاہ ۲۷ باب ۱ — یوحنا ۸ باب ۴۴ متی ۱۸ باب ۴۳ پہر صفحہ ۸۲ مین سوال ۲۹۴ کے جواب مین لکہا ہے کہ شیاطین کی ہستی کے ماننے کا سبب ایسا ہے جیسا کہ پاک فرشتون کی ماننے کا ہے یعنے خدا اسلئے اونکی ہی ہستی کا بیان کیا ہے پہر اوسی صفحہ مین سوال ۲۹۵ کے جواب مین لکہا ہے کہ جو شیطان کی ہستی کا انکار کرتے ہین ہر ایک نادیدنی وجود اور خدا اور مسیح کا بہی انکار کرسکتے ہین اور اونکی ہستی کا انکار کرلینے سے بے ایمانی پیدا ہوتی ہے اسیلئے علما ء اسلام نے خانصاحب بہادر کے کفر پر انہین شیطانی اعتقادون کیوجہہ سے بالاتفاق فتوے دیا تہا مگر یہہ صفت خانصاحب بہادر مین ایسی ترقی کرگئے کہ وہ لوگ ہی جنہین قرآن مین کافر لکہا ہے ایسے عقیدہ والے کو بے ایمان کہتی ہین چونکہ خانصاحب بہادر نے اپنی اس تفسیر مین جمیع علماء اسلام کی بیعقلی اور نافہمی بیان کی ہے پس اب اسکے سوا چارہ نتہا کہ علماء اہلکتاب کا قول جنہین خانصاحب بہادر سب سے اعلی درجہ کے فاضل اور صاحب معلومات جانتے ہین اس تفسیر کے جواب مین نقل کیجائین —

(صفحہ ۱۳۱) قولہ علماء اسلام نے انبیا اور عام انسانون مین بجز اسکے کہ اونکو ایک عہدہ ملگیا ہے جو ممکن تہا کہ اونمین سے ہی کسیکو ملجاتا اور کچہہ فرق نہین سمجہا اور اسیلئے اشاعرہ و ماتریدیہ نے نبی اور امت کی مثال سلطان و رعیت کی سمجہی ہے مگر میری سمجہہ مین یہہ مثال ٹہیک نہین ہے الخ **ج**

ان سب باتونکا جواب ہو چکا ہے

(**صفحہ ایضاً**) **قولہ** ہمنے شروع تفسیر مین سورہ کے لفظ کی تحقیق مین بتایا تہا کہ جہان قرآن مین لفظ سورۃ کا آیا ہے اوس سی کوئی سورۃ جو سورتون کے نام سے مشہور ہین مراد نہین ہے بلکہ کوئی حصہ قرآن کا مراد ہے الخ **ج** کیا سورہ جسی آپ کہتے ہین کچھ مراد نہین ہے قرآن کا حصہ نہین ہے اور اگر سورہ سی مراد قرآن کا حصہ ہے تو ان سورتونکو جو مشہور ہین کیا کہنا چاہئے اور قرآن کی ہر سورہ کی شروع مین جو ابتدا سے لفظ سورہ کا لکھتے چلے آئے ہین کیا یہہ سب ہی خطا پر تہے مگر خانصاحب بہادر جو سورہ سے قرآن کی کوئی سورہ مراد نہین سمجھتے ہے کوئی بیکار حجت نسمجہے اس سے خانصاحب بہادر کی کوئی خاص غرض ہوگی جو آگے ظاہر ہو جاویگی۔

(**صفحہ ۳۲**) **قولہ** قرآن کے کسی ٹکڑی یا حصہ کی مانند تم ہی لاؤ (فاتوا بسورۃ من مثلہ) اسیطرح سورہ یونس مین فرمایا ہے۔ کہ اوسکے ٹکڑے یا حصہ کی مانند تم ہی بنا لاؤ اور سورہ ہود مین فرمایا ہے۔ کہ اوسکے دس ہی ٹکڑون یا حصون کی مانند تم ہی یون ہی بنا لاؤ الخ **ج** یہہ ترتیب ٹہیک نہین ہے یعنے پیشتر حکم ہوا کہ اسکے کسی ٹکڑے یا حصہ کی مانند بنا لاؤ جب نہ بنا سکے تو اسکے بعد خانصاحب بہادر فرماتی ہین کہ سورہ ہود مین فرمایا ہے کہ اوسکے دس ہی ٹکڑی یا حصون کی مانند بنا لاؤ الخ بہلا یہہ بہی کسی کے خیال مین آسکتا ہے کہ پیشتر قرآن کے ایک ٹکڑے کی مانند بنا لانیکا حکم ہوا جب نہ بنا سکے تو حکم ہوا کہ قرآن کے دس ہی ٹکڑون کی مانند بنا لاؤ یعنے جب قرآن کی ایک ٹکڑے کیموافق نہ بنا سکے تب دس ہی ٹکڑون کی مانند بنا نیکا حکم ہوا اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی سے کہین کہ اگر تم ایکروپیہ نہین دیسکتے تو دس ہی دو حالانکہ علماء اسلام نے لکہا ہے کہ پیشتر حکم ہوا تہا کہ قرآن کی دس سورتون کی مانند بنا لاؤ جب نہ بنا سکے تو حکم ہوا کہ قرآن کی ایکہی سورہ کی مانند جیسیکہ انا اعطینا ہے بنا لاؤ اب دیکہئے کہ یہہ ترتیب درست ہے یا وہ جو خانصاحب بہادر نے لکہی ہے اور چونکہ اس سورہ سے مراد علماء اسلام کی سب سے چہوٹی سورہ ہے جیسیکہ انا اعطینا مگر خانصاحب بہادر نے پیشتر جو سورہ سے قرآن کی کوئی سورۃ مراد

نہین لی بلکہ قرآن کا ایک حصہ قرار دیا ہے اسکے وجہہ یہان آکر ظاہر ہوئی کہ اونکے نزدیک قرآن نے کسی چہوٹی سورۃ کے موافق بنانا مشکل نہین ہے البتہ قرآن کے ایک حصہ کیموافق بنانا مشکل ہے چنانچہ آگے ظاہر ہوگا

(صفحہ الضاً) قولہ ہمارے علماء و مفسرین نے یہہ خیال کیا ہے کہ قران نہایت اعلے درجہ فصاحت و بلاغت پر واقع ہوا ہے اور اوس زمانہ مین اہل عرب کو فصاحت و بلاغت کا بڑا دعوے تہا پس خدا نے قرآن کے من اللہ ثابت کرنے کو یہہ معجزہ قرآن مین رکہا کہ دنیا فصیح کلام کوئی بشر نہین کہہ سکتا اور نہین کہہ سکا پس اونہون نے قرآن کی مانندسی فصاحت و بلاغت مین مانند ہونا مراد لیا ہے مگر میری سمجھہ مین ان آیتونکا یہہ مطلب نہین ہے اسمین کچہہ شک نہین ہے کہ قرآن مجید نہایت اعلے سے اعلے درجہ فصاحت و بلاغت پر واقع ہے اور جو کہ وہ ایسی وحی ہے جو پیغمبر کے قلب نبوت پر نہ بطور معنے و مضمون کے بلکہ بلفظہ ڈالی گئی تہی جسکے سبب سے ہم اوسکو وحی متلو یا قرآن یا کلام خدا کہتے اور یقین کرتے ہین اسلئے ضرور تہا کہ وہ ایسی اعلے درجہ فصاحت پر ہو جو بےمثل اور بےنظیر ہو مگر یہہ بات کہ اوسکی مثل کوئی نہین کہہ سکا یا کہہ سکتا اوسکے من اللہ ہونیکی دلیل نہین ہوسکتی۔ بہت سے کلام انسانو نکے دنیا مین ایسے موجود ہین کہ اونکے مثل فصاحت و بلاغت مین آجتک دوسرا کلام نہین بنا ہوا اگر وہ من اللہ تسلیم نہین ہوتے الخ **ج** یہہ دلیل نصرانی علمانے یہہ فصاحت و بلاغت قرانی کی بابت لکہی ہے دیکہو میزان الحق وغیرہ مگر اتنا نسمجہے کہ اون فصیح و بلیغ مصنفون نے کبہی یہہ دعوی نہین کیا تہا کہ فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین یعنے لے آؤ تم ایک سورہ اسکی مانند اور خدا کی سوا اپنی حمایتون کو بہی بلا لو انتہے پس اونکے اسطرحکا دعوی نکرنیکے سبب کسیکو اونکی مثل تصنیف کرنے پر توجہہ نہوئی ورنہ بیسیون اونسے بہتر تصنیفین ہو جاتین اسکے سوا وہ سب مصنف عالم و فاضل اپنے وقت کے تہے اون کی تصنیفات مین فصاحت و بلاغت ہونی کچہہ تعجب کا مقام نہین ہے اور اگر یہہ قیاس صحیح نکلے کہ ہر زمانہ مین اوسکے مناسب حال معجزے انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوتے ہین جیسے حضرت موسی علیہ السلام کو وہی معجزے عطا ہوئی جو فرعون کے

عہد مین جادوگرون کی کثرت پر غالب آئی اور حضرت عیسیٰ کیوقت مین یونانی حکمتون کا چرچا تھا پس ویسیکے مناسب حال حضرت عیسیٰ کو معجزہ عطا ہوئی اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عہد مین فصاحت و بلاغت کا بڑا چرچا تھا تو فصاحت و بلاغت قرانی اوسکے من اللہ ہونیکی دلیل ظاہر ہے اور ویسیکے حسب حال قرآن ایک معجزہ ظاہر ہوا پس اگر قرآن معجزہ ہے تو فصاحت و بلاغت کیسوا اوسمین دوسری بات معجزہ ہونیکے گیا ہے اور اگر قرآن کی فصاحت و بلاغت معجزہ نہین ہے تو اوسکا نزول اوس زمانہ مناسب حال نہ ثابت ہوگا اور معجزہ اوسیکو کہتے ہین جسکے وسیلہ صاحب معجزہ کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہو پس اگر قرآن معجزہ ہے تو محض از روی فصاحت و بلاغت ہی اوسکی فصاحت و بلاغت تمام فصحائے عرب کے واسطے معجزہ اور اوسکے عمدہ تعلیمات سب مسلمانون کے واسطے ہدایت ہین

(صفحہ ۳۳) قولہ نہ اون آیتون مین کوئی ایسا اشارہ ہے جس سے فصاحت و بلاغت مین معارضہ چاہا گیا ہو بلکہ صاف پایا جاتا ہے کہ جو ہدایت قرآن سے ہوتی ہے اوسمین معارضہ چاہا گیا ہے کہ اگر قرآن کے خدا سے ہونمین شبہہ ہے تو اوئی ایک سورہ یا دس سورتین یا کوئی کتاب مثل قرآن کے بنا لاؤ جو ایسے ہادی ہو سورہ قصص مین آنحضرت کو صاف حکم دیا گیا ہے کہ تو کافرون سے کہدی کہ کوئی کتاب جو توریت قرآن سی زیادہ ہدایت کرنیوالی ہو اوسے لاؤ الخ

ج اون آیتون سے یہہ بہی ثابت نہین ہے کہ محض ہدایت قرآنی مین معارضہ چاہا گیا ہو اور وہی ترتیب یہان بہی خارصاحب بہادر نے استعمال فرمائی یعنی ایک سورہ کیموافق نہین لاسکتے تو دس سورتون کیموافق لاؤ اور اگر دس سورتون کے موافق نہین لاسکتے تو ساری قرآن کیموافق لاؤ ایسا کہنے والا عقل سے خارج سمجہا جائیگا یا نہین اور ہدایت تو توریت و انجیل مین بہی موجود تہی پہر اوسکی مثل بنالانیکی واسطے توریت و انجیل مین کیون ارشاد نہوا پس ثابت ہوا کہ محض فصاحت و بلاغت قرآنی اس معارضہ کا باعث ہے اور سورہ قصص مین جو مثل توریت اور قرآن کے لانیکا حکم ہوا یہہ آیت اوس قسم کے معارضہ سے جدا ہے یعنے اس آیت مین اوس قسم کا معارضہ نہین ہے جیسا کہ آیات مرقومہ بالا مین ہے یہان شرایع الہامی مراد ہین چاہئین دو لو کتابون کیسوا کسی تیسرے الہامی کتاب

مین بہی نہین ہین مطلب یہہ ہے جو شرایع توریت اور قرآن مجید مین بہیت مجموعی ہین ایسے بہتر
کوئی قانون بنانا ممکن نہین ہے پس اگر فصاحت و بلاغت قرآنی سے مراد نہوتی تو
مثل ایک سورہ قرآن یا مثل دس سورتون کے ازروی مقاصد تعلیمیہ اسیقدر حصہ
توریت سے اگر فرض کیا جای اور توریت کے اوسقدر تعلیمات جدا قرار دیجائین
تو بت پرستون کی کتابون مین بہی وہی تعلیمات مل سکتے ہین اور نہ اسیقدر بلکہ توریت
کی جو دس احکام ہین اور جو سورہ انا اعطینا سے دس حصہ زیادہ عبارت مین ہین
یعنے چوری نکرنا زنا نکرنا خون نکرنا ماباپ کی عزت کرنا جہوٹہہ نہ بولنا وغیرہ کیا یہی نہین
سب بت پرستون کی کتابون مین نہین ہین ہر مثل انا اعطینا کی عبارت کی توریت کے
عبارت کے برابر ازروی ہدایت و تعلیمات کیون نہین لوگ بنا سکتے تہے اب آپ کو
معلوم ہوا کہ مثل ایک سورہ قرآن کی بنالانیکا جہان حکم ہے وہان فصاحت و بلاغت
قرآنی مقصود ہے اور جہان مثل توریت و قرآن کے بنالانیکا حکم ہے وہان دونو
کتابون کی شرایع الہامی مراد ہین جو بہیت مجموعی ایسے ہین کہ اونکی برابر کوئی دوسرا
قانون تیار نہین کرسکتا ہے اگرچہ دو چار باتین ویسی ہم پہونچا سکے مگر کل مجموعہ انہین
الہامی کے برابر نہین بنا سکتا ہے اسیلئے ساری کتاب توریت و قرآن کا یہان
ذکر آیا اور اوسکے کسی حصہ کی طرف اشارہ نہین ہوا مفسرین نے لکہا ہے کہ
کافرون نے کہا کہ ہم توریت و قرآن دونون کو نہین مانتے کہ یہہ دونون سحر ہین
اوسوقت حکم ہوا کہ اگر ان دونون کتابون کو نہین مانتے تو تم کوئی الہامی کتاب دکہاؤ
جیسے کہ یہہ الہامی کتابین ہین پس وہان اثبات الہام مقصود ہے نہ ہدایت و فصاحت
وغیرہ اور ظاہر ہے انا اعطینا یا قل ہو اللہ احد مین کوئی احکام یا شرایع ایسی نہین ہین جو
قرآن مین جا بجا یا اور کتابون مین مرقوم نہون پس اگر تعلیمات قرآنی کی مانند بنالانیکا
حکم ہوا ہوتا تو مثل ایک سورہ قرآن بنالانیکا حکم بیمعنے ہوتا ہے کیونکہ جب اون چہوٹی
سورتون مین کوئی دقیق ہدایات نہین ہین تو مثل اونکے بنالانیکا حکم کسواسطے ہوا
مگر فصاحت و بلاغت قرآنی اوسکی ایک ایک آیت مین ایسی ہے کہ خواہ انا اعطینا خواہ
قل ہو اللہ احد کے برابر بہی کوئی بنا نہین سکتا ہے

(صفحہ ایضاً) **قولہ** توریت کی عبارت فصیح نہین ہے بلکہ عام طور کی عبارت

ہے ا سنئے کہ علاوہ توفی دستورات اور تاریخانہ مضامین کی جو اوسکے جامع نے اوسمین شامل کئی ہین جسقدر مضامین وحی کے اوسمین ہین او نکا القابہی بلفظہ شاید بجز احکام عشرہ توریت کے جنکو حضرت موسی نے پہاڑ مین بیٹھ کر تپہر کے تختیون پر لکھ دیا تہا یا یا نہین جاتا الخ

ج ہمنے بیشتر عرض کیا کہ اگر سورہ قصص کی آیت ہی جسمین توریت کا ذکر ہے اونہین آیتون مین شامل سمجھنے کے لایق ہے جنمین مثل دس سورہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یا مثل ایک سورہ کے بنا لانیکا حکم ہے تو اوسکے تعلیمی مضامین کے مانند بقدر عبارت ایک سورہ یا زیادہ اوس سے غیر تصنیفون مین موجود ہین کیونکہ خانصاحب بہادر نے سورہ قصص کی آیت کو اونہین آیتومین شامل کرکے لکہا ہے جنمین مثل ایک سورہ قران کے بنا لانیکا حکم ہوا ہے اور جب یہہ حال ہے تو چاہئیے کہ بقدر عبارت سورہ انا اعطینا باب تعلیمات مین توریت کی عبارت کے برابر کوئی نہ بنا سکے حالانکہ غیر تصنیفون مین ایسے عبارتین موجود ہین اور ثابت ہوا کہ جب توریت کی اوسقدر عبارت کیموافق غیر مصنف بنا سکتے ہین تو قرآن کی ایک سورہ یا دس سورہ کے برابر بہی غیر ونکا تصنیف کرنا ثابت ہوا پس قرآن کی فضیلت بیان کی اور اوس دعوی کی کیا وقعت باقی رہی اس سے ظاہر ہے کہ سورہ قصص کی یہہ آیت اور بہی محل پر نازل ہوئی ہے جسکا مطلب یہہ ہے کہ اگر تم توریت و قرآن کو منجانب اللہ نہین جانتے تو تم مثل ان کتابون کے کوئی الہامی کتاب دیکہاؤ اور سورہ یونس اور سورہ ہود وغیرہ کی وہ آئتین اور ہی محل پہ نازل ہوئی ہین جنمین معجزہ فصاحت و بلاغت قرانی کا دعوی کیا ہے اور یہہ جو خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ حضرت موسیٰ نے پہاڑ مین بیٹھ کر تپہر کی تختیون پر لکہہ دیا تہا انہئے کیا حضرت موسیٰ گہر مین بیٹھ کر نہین لکہہ سکتے تہے جو پہاڑ پر لکہہ دینے گئے اس سے مطلب یہہ نکلا کہ تمام امت کو دہوکا دینی کیلئے حضرت موسیٰ نے نعوذ باللہ یہہ مکر کیا تہا کہ پہاڑ مین بیٹہہ کر تختیون پر لکہہ دیا تا کہ لوگ جانین کہ خدا کے پاس سے یہہ احکام لائی ہین لیکن اگر توریت مین یہہ عبارت موجود ہو کہ خدا نے اپنی ہات سے اون تختیون پر لکہا تہا تو توریت کا ابطال خانصاحب بہادر نے کیا یا نہین توریت مین لکہا ہے کہ خداوند نے جب موسیٰ سے کوہ سینا پر اپنا کلام تمام کر چکا عہدنامہ کی دو لوحین دین اور وہ سنگین لوحین خدا کی انگلی سے لکہی ہوئی تہین (خروج ۳۱ باب ۱۸) اسکے سوا حضرت موسیٰ چالیس دن رات پہاڑ پر رہے

تہی کیا چالیس دن تک وہ لوحین کہود اکئی حالانکہ ایکدن مین اون لوحون سے زیادہ عبارت
کہودی جا سکتے ہے پہر یہہ کہ حضرت موسیٰ تو بے پڑہے لکہے تہی (سوانح عمری عیسیٰ
مصنفہ ایبان صاحب باب ۴ و کتاب موید الاسلام مطبوعہ ۱۸۷۵ء ترجمہ کتاب جان ڈیون
پورٹ کے صفحہ ۱۸ کا حاشیہ جسی آپہی لندن سے لائی تہے) پس باوجود بی پڑہے لکہے
ہونیکے حضرت موسیٰ وہ لوحین کیونکر کہود سکے قطع نظر اسکے نہین حضرت موسیٰ کا حال
پہاڑ پر دیکہنے گیا تہا نہ آپ مگر سبہون نے توریت سے جانا کہ حضرت موسیٰ کو خدا نے
دو لوحین لکہہ کر دی تہین پہر توریت کے خلاف یہہ کہنے کا منصب کہان سے آپکو
مل گیا کہ حضرت موسیٰ نے پہاڑ پر بیٹہہ کر تہر کی تختیان کہود لے تہین پہر یہہ جو آپ فرماتے
ہین کہ جسقدر مضامین وحی کے توریت مین ہین اونکا القا ہی بلفظہ شاید بجز احکام عشرہ
کی پایا نہین جاتا الخ پس حقتعالی نے علاوہ احکام عشرہ کے جو شرایع حضرت موسیٰ کو
بتائے اونکا مضمون کیا بے الفاظ کے ہی القا ہوسکتا تہا یعنی جب تک عبرانی مین خدا نے
حضرت موسیٰ کو سمجہایا ہو تب تک حضرت موسیٰ کیونکر سمجہہ سکتے تہے کہ خدا نے یہہ
فرمایا ہے پس کوئی مضمون کہین بی الفاظ کے ہی بیان ہوسکتا ہے یہانتک کہ اگر اشارہ
مین ہی کہا جاوے اگرچہ اتی بڑی کتاب اشارون مین نہین تصنیف ہوتی ہے تب ہی
جبتک سننے والی کے دلمین اوسکے الفاظ قایم نہون تب تک اوسکا صحیح مطلب سمجہہ
مین نہین آسکتا ہے اور کیون اشارون مین سمجہایا جاتا کہنے والا کوئی گونگا نہتا

(**صفحہ ۴۳) قولہ** ان آیتون کے مخاطب اہل عرب تہے پس جب قرآن
نازل ہوا تو اوسوقت جو عرب کا حال تہا اوسکو ذرا اسطرح خیالمین لانا چاہئے کہ اوسکا
نقشہ آنکہون کے سامہنے جم جائے وہ تمام قوم ایک لوٹیری چور قزاق خانہ بدوش
قوم تہی جو مثل کنجرون کے اپنا ڈیرہ گدہون خچرون پر لادی پڑی پہرتے تہے غیر قومون
نی سارسین جو لفظ سارقین کا معرب ہے خطاب دیا تہا الخ **ج** عربون کے تذکرہ
مین تو آپ خوب دل کہولکر بول اوٹہے اُس قوم کی نسبت آپ اسی صفحہ مین فرماتی ہین
کہ اور قومون سے ایسی کونی مین پڑی ہوی تہین کہ کچہہ روشنی تعلیم و تربیت کی اون
تک نہین پہونچی تہی اسنہے اور بقول آپکی وہ تمام قوم لٹیری چور قزاق تہی اب معلوم
نہین کہ وہ لوٹنے اور چوری کرنے کسکے گہر جاتے تہے کیونکہ اونکے پاس تو کوئی جاتا

تہا واہ خانصاحب بہادر اور غیر قومین جنہون نے سارسین اونہین خطاب دیا یہہ تو انگریز ہین پس انگریز آپ تو اونسی بہے گئے گذری ہے اور عربون کی بدولت انگریزون نے انسانیت مین قدم رکہا وہ کس منہہ سے عربون کو سارسین کہتے ہین چنانچہ سیکڑون تواریخین یورپ کی میری اس دعوی پر گواہ ہین اور کتاب عقوبت الضالین کے شروع مین اسکا مفصل بیان دیکہہ لو اور دوسری غلطی خانصاحب بہادر کی اس بیانمین یہہ ہے کہ یہہ لفظ سارسین نہین ہے جسی آپ سارقین کا محرف بتاتے ہین سارقین عربون کو کسنے خطاب دیا تہا جسے سنکر انگریزون نے اونہین سارسین کہا کیونکہ وہ تو عربی لفظ ہے اور کیا عرب خود آپکو اور اپنے آبا کو چور یعنے سارقین کہتے یہہ صریح ناممکن ہے مگر وہ انگریزی لفظ دراصل سراسین ہے سیر الاسلام اور بہت سے تواریخون مصنفین یورپ مین دیکہہ لیجئے جو شرقین کا محرف ہے کیونکہ انگریز خود کو اہل مغرب اور سب کو اہل مشرق کہتے ہین اور جو کچہہ غیر محاورہ یہہ لفظ معلوم ہوتا ہے پس غیر اہل عرب کا یہہ تلفظ خلاف قیاس نہین ہے اسکے سوا اگر وہ تمام قوم لٹیری اور چور اور قزاق اور کنجرون کی مانند تہی تو اونمین یہہ فصحا اور بلغا اور علم ادب کے بڑی ماہر جنکے سبب سے قرآن ایسا فصیح اور بلیغ نازل کرنیکی ضرورت ہوئی کہان سے آگئے تہے کیا اونہین مین ایسے لوگ نہتے جنکی تصنیفین آجتک مشہور و معروف ہین

(صفحہ ایضاً) قولہ بغض عداوت وکینہ جو بدترین خصایص انسانی سے ہین اونکے رگ وریشہ مین پڑا ہوا تہا یہانتک کہ وہان کے جانور بہی کینہ مین ضرب المثل ہین شتر کینہ خونریزی بے رحمی قتل اولاد اونمین ایسے درجہ پر تہی کہ جسکی نظیر کسی قوم کی تاریخ مین نہین پائی جاتی کنواری اور بیاہی عورتین زنا کو اپنا فخر سمجہتی تہین قوم کی قوم جاہل وامی تہی بجز شراب خواری اور بت پرستی کے کچہہ کام نہ تہا الخ —

ج جب یہہ حال قوم عرب کا تہا تو اونپر عذاب نازل ہونیکا محل تہا یا رحمۃ للعالمین کو اون کے درمیان مین بہیجنے کا محل تہا کیونکہ اتنی برائیان تو قوم لوط اور کنعانیون وغیرہ مین بہی نتہین کاش کہ لندن کی اسطرح کی آپ نے کوئی تواریخ لکہی ہوتی جو اپنی آنکہون سے دیکہہ آئی ہے مگر عربون کو بے دیکہی آپ نے یہہ سب کیفیت

اونکی معلوم کرلی اور یہہ جو آپ نے فرمایا کہ وہان کے جانور ہی کینہ مین ضرب المثل ہین شتر کینہ حالانکہ اونٹ تو وہان سے بہتر اور ملکون مین ہی پیدا ہوتے ہین کیا ہندوستان مین مارواڑ کا اونٹ شتر کینہ نہین ہوتا ہے اسمین عرب کیلئے کیا خصوصیت ہی مگر خصوصیت تو عرب کے گہوڑے کے لئے البتہ ہے کہ اوسکا ثانی روی زمین پر نہین ہوتا ہے اور وہ تمام دنیا کے گہوڑون سے زیادہ مسکین اور وفادار اور زحمت کش ہوتا ہے اور کنواری اور بیاہی عورتو نکا زنا کو فخر سمجہنا ہی صریح جہوٹہہ ہی زنا کی سزا عربون مین قدیم سے مار ڈالنا تہا اور جسقدر زیادہ عربون کی وحشت کا گمان کیا جاوی اوسیقدر زیادہ اس سزائی قتل زانیہ پر دال ہوتا ہے کیونکہ تمام دنیا مین کوئی وحشی قوم نہین ہے جو اپنی قوم کی زناکار عورت کو اول دفعہ کی حرکت مین بدہ چہوڑ لی ہون یہہ تحمل اور مصلحت اندیشی تو محض تہذیب یافتہ ملکون مثل انگلستان وغیرہ مین ہے کہ زناکار اور فاحشہ عورتون کی پرورش اور او نہین اس فعل کی رواج کیواسطے لکٹ دینا داخل اخلاق جانتے ہین اور یہہ قول آپکا کہ خونریزی بیرحمی قتل اولاد او نمین ایسے درجہ پر تہی کہ جسکی نظیر کسی قوم کے تاریخ مین نہین پائی جاتی یہہ بہی صریح جہوٹہہ ہے کوئی شخص اپنی اولاد نرینہ کو نہین قتل کرتا ہے ایسا ہو تو وہ ساری نسل منقطع ہو جاوی اور مطلقاً لڑکیان ہی قتل نہین کیجاتی تہین ورنہ عربون کو جورو ان یورپ سے ڈہونڈہنی پڑتین پس او نمین جو بعضے چند لڑکیون مین سے کسی ایک لڑکیکو قتل کر ڈالتی ہتی اوسے آپ فرماتی ہین کہ جسکی نظیر کسی قوم کی تاریخ مین نہین پائے جاتی تہے مگر ہندوستان کے راجپوتون کا حال آپکو معلوم نہین ہے کہ عربون مین انکا دختر کشی راجپوتون کا پاسنگ بہی نہتی پہر اس فعل مین ہی تمام جہان سے بڑہ کر عرب کیونکر ہو گئے

(صفحہ ۳۵) قولہ اُعدت جسکے معنے طیار یا آمادہ کے ہین۔ اس لفظ پر علماء اسلام نے استدلال کر کر یہہ عقیدہ قایم کیا ہے کہ الجنۃ والنار مخلوقتین یعنے بہشت اور دوزخ دونون پیدا ہو چکی ہین یعنی بالفعل موجود ہین مگر غور کرنی سی پایا جاتا ہے کہ ان آیتون سے . . . .

یا ابدیت کے لفظ سے یہہ نتیجہ نہین نکلتا تمام قرآن کا طرز بیان اسطرح پر ہے کہ آئندہ کے
باتون کا جو یقینی ہونی والی ہین ماضی کے صیغون سے بیان کیا جاتا ہے جو اونکے قطعی
ہونی پر دلالت کرتی ہین اسیطرح ان آیتون مین جو باتین ہونیوالی ہین اونکو بطور ہوچکی
یعنے ماضی کے صیغہ سے بیان کیا ہے مثلاً پہلی آیت مین فرمایا ہے بچو اوس آگ سے
جسکا ایندہن آدمی اور پتہر ہین اور جو طیار ہی کافرون کیلئے آدمیون پر ایندہن کا اطلاق
اوسوقت ہوسکتا ہے جب وہ آگ بھڑکانے کیلئے آگ مین ڈالی جاوین گے اور اون علمائے
اسلام کے نزدیک اگر یہہ ہوگا تو قیامت مین حساب وکتاب کے بعد ہوگا پس اسوقت نہ کوئی آدمی
جہنم کی آگ کا ایندہن ہے اور نہ کوئی ایسی آگ موجود ہے جسکا ایندہن آدمی ہون — دوسرے
آیت مین بہشتیون کی نسبت پہل کا ملنا اور ایک سے پہل کا ملنا اور اونکا کہنا کہ یہہ تو وہی ہے
جو پہلی ملا تہا سب ماضی کے صیغون سی بیان ہوا ہی حالانکہ اگر یہہ ہوگا تو قیامت کے بعد
ہوگا — جنت یا بہشت کی ماہیت جو خود خدا تعالی نے بتلائی ہی وہ تو یہہ ہے کہ فَلَا تَعْلَمُ
نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ یعنے کوئی نہین جانتا کہ کیا اونکی
آنکہون کی ٹہنڈک یعنی راحت چہپا رکہی گئی اسکے بدلی مین جو وہ کرتی تہے الخ **ج**
کیا یہہ آیت خدا نے فرمائی اور وہ آیتین سورہ بقر کی جنمین نعمائی جنت کا بیان ہے
خدا نے نہین فرمائی ہین پہر کیا ان دونون قسمون کی آیتون سے خدا کی کلام مین
نقیض ثابت ہوتی ہے یا آپکا مطلب یہہ ہے کہ پہلی آیتین جنمین بہشت کی نعمتین مذکور
ہوئین صحیح نہین ہین اور پچہلی آیت صحیح ہے یہہ ساری وجہین نادرست ہین بہشت کی
نعمتین جو سورہ بقر کی اون آیتون مین خدا نے فرمائی ہین اوسیطرح پر ہین جیسا کہ اون
آیتون مین فرمایا ہے کیونکہ یہہ اوسیکا کلام ہے جسنے بہشت کو ہی بنایا اور وہ جانتا ہے جو
کچہہ بہشت مین اوسنے بنایا ہے اور وہ اپنے بندون کو دہوکا دینے کیلئے غلط بیانی نہین کرتا ہے
پس جب وہ فرمائی کہ مینے بہشت مین یہہ نعمتین تیار کی ہین تو کون اوسے جہٹلا سکتا ہی
درحقیقت وہ سب حال ویسا ہی ہے جیسا کہ سورہ بقر کی اون آیتون مین خدا نے
فرمایا ہے اور اس پچہلی آیت مین جو یہہ فرمایا کہ کوئی نہین جانتا کہ کیا اونکی لئی آنکہون
کی ٹہنڈک چہپا رکہی گئی ہے اوس سی مراد یہہ ہے کہ اون نعمائی جنت کا لطف
جو دیندارونکو حاصل ہوگا اوسیقدر نہوگا جیسے اس زندگی دنیا مین لوگ خیال

کرسکتے ہین بلکہ وہ ایسی اسباب راحت وسرور ہونگے جو ہماری وہم وقیاس
مین ہی نہین آسکتے ہین مثلاً بہشت مین زنار کا ذکر ہی تو اون زنار وںمین یہی مزہ نہوگا
جو دنیا مین ہوتا ہے اگر اتنا ہی ہوتا تو دنیا کی فانی نعمتون اور بہشت کے غیر فانی
نعمتون مین تفاوت کیا رہتا مگر مطلب یہہ ہے کہ بہشت کی نعمتون مین وہ خوبی ہوگی
جو کوئی نہین جانتا اور اوسکا بیان نہین کرسکتا ہی کیونکہ وہ بیان سی باہر ہی پس
پہلی آیتون مین نعمائی آخرت کا تذکرہ ہے اور پچھلی آیت مین جو سورہ الم سجدہ کے
مفسر صاحب نے نقل کی ہے اونکے خوبیون کا مذکور ہے اور ان دونو قسم کی
آیتون مین کسیطرح کا نقیض نہین ہے

(صفحہ ۳۶) قولہ پیغمبر خدا صلعم نے جو حقیقت بہشت کی فرمائی جیسے کہ بخاری
ومسلم نے ابوہریرہ کے سند پر بیان کیا ہے وہ یہہ ہے قال اللہ تعالٰی اعددت لعبادی
الصّٰلحین مالاعین رأت ولا اذن سمعت ولاخطر علٰی قلب بشر
یعنے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ طیار کی ہی مینی اپنے نیک بندون کیلئے وہ چیز جو نہ کسی آنکھ
نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سُنے ہے اور نہ کسی انسان کی دلمین اوسکا خیال گزرا
ہے الخ ج اس حدیث کا مطلب ہی اوسیطرح سمجھنا چاہئے جیسا کہ اوپر مذکور
ہوا اور لاخطر علٰی قلب بشر سے مراد وہی کیفیات اور لذات ہین جنکی قرار واقعی
ماہیت انسان کے خیال مین نہین آسکتے ہے اور یہی باتین سب کتب الہامی مین
ہین مثلاً انجیل مین آبحیات کے صاف ندی سونیکی سڑک در موتی کے در اور لعل
زمرد ویشم ونیلم وعقیق ویاقوت وغیرہ مکاشفات کے ۲۱ و ۲۲ باب مین مذکور ہین
اور انجیر کا ذکر توریت کے پہلے کتاب کے ۳ باب ۷ مین اور خرما کا ذکر مکاشفات
۷ باب ۹ مین اور اسیطرح کے بہت سے چیزون جنت کا ذکر توریت وانجیل مین ہے
باوجود اسکے اول قرنتیون کے ۲ باب ۹ مین ہے کہ خدا نے اپنے پیار کرنیوالون کے
لیئے وہ چیزین تیار کین جو نہ آنکھون نے دیکھین نہ کانون نے سُنین نہ آدمی کے دلمین
آئین لکھتے اور اسیطرح یسعیاہ ۶۴ باب ۴ مین ہی ہے پس آپ نے تو فقط
وہ حدیث دیکھکر یہہ لمبی چوڑی تاویلین شروع کردین مگر یہان بفضل الٰہی ساری
کتب الہامیہ پر نظر ہے اور اونکی ہر آیت کے سیاق وسباق سے بخوبی خبر ہے

پیشتر اس سے کہ آپ اس حدیث سے واقف ہون یین اوس حدیث کی ماخذ کو جان چکا تہا اور اوسکی صحیح مطالب و مقاصد کو معلوم کر چکا تہا اور آپکے سمجہانی کیلیے تو یہی کافی ہے کہ جب عاقبت مین ہر انسان کیلیے جزا و سزا دنہین کامون پر مترتب ہو گئے جو کام کہ دنیا مین ہی ہر شخص کی نظر مین بری یا بہلی ہین جیسے زنا کو دنیا مین ہی سب برا جانتے ہین یا قتل ناحق یا چوری یا جہوٹہہ بولنا وغیرہ دنیا مین ہی معیوب ہے انہین باتون کی عاقبت مین ہی ضرور سزا ہوگی اور احسان اور شفقت یگانون اور بیگانون کیساتہہ اور ہر طرح کی نیکی جسی دنیا مین سب اچہا جانتے ہین انہین باتون کی جزا عاقبت مین ہی ضرور ملیگی پس جب بہشت دنیا ہی کی حسن عمل کا نتیجہ ہی کہ الدنیا مزرعة الاخرة تو وہ سے نعمتین ہی آخرت مین کیون نہونگی جو دنیا مین بندگان خدا کی راحت اور نشاط کا باعث ہین بیش از بیش نیست کہ بیش ازین فرحت بخش و نشاط افزا ہونگے

(صفحہ ایضاً) قولہ پس اگر حقیقت بہشت کی یہی باغ اور نہرین اور موتی کے اور چاندی سونے کے اینٹون کے مکان اور دودہ و شراب اور شہد کی سمندر اور لذیذ میوے اور خوبصورت عورتین اور لونڈے ہون تو یہہ تو قران کی آیت اور خدا کی فرمودہ کے بالکل مخالف ہے الخ ج یہی اعتراض نصارا نے بہی دین اسلام اور قرآن پر کئی ہین دیکہو میزان الحق و مفتاح الاسرار وغیرہ نعوذ باللہ لونڈے کی لفظ پر غور کرنا چاہیے امرد کہدیا ہوتا یا معبون کہ ان سب لفظون کے ایکہی معنے ہین واہ کیا مہذب بیان ہے

(صفحہ ۳۸) قولہ جو چیز کہ انسان نے نہ دیکہی نہ چہوی نہ چکہی نہ سونگہی نہ قوت سامعہ سے جکے اور سکے لئے کوئی لفظ انسان کی زبان مین نہین ہوتا اور اسلئے اوسکا تعبیر کرنا گو کہ خدا ہی تعبیر کرنا چاہی محالات سے ہے۔ پس بہشت کی کیفیت باللذت کا جسکو قرة اعین سے تعبیر کیا ہے بیان کرنا گو کہ خدا ہی اوسکا بیان کرنا چاہے محال سے بہی بڑہ کر محال ہے الخ ج جب خدا ہی سے نہین بیان ہو سکی تو خانصاحب بہادر کی طلاقت کو دیکہی کہ کیسی شد و مد سے بیان کر رہی ہین اور خدا کیون نہین بیان کر سکتا تہا کیا کوئی بات اوسکے امکان سے باہر ہے اگر اسلئے خدا نے نہین بیان فرمایا کہ انسان اوسی سمجہہ نسکین گی تو کیا وہ اپنی بندونکو

اوسکے سمجھنے کے لایق فہم ہی نہین عطا کرسکتا تہا وہی دیگا کتاب نرگسی ہی موجود پیتا ہے شراب ارغوانی *

(صفحہ ۳۸) قولہ یہہ سمجہنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا کی ہوئی ہے اوسمین سنگ مرمر کے اور موتی کے جڑاؤ محل ہین باغ ہین شاداب اور سرسبز درخت ہین دودہ و شراب و شہد کے ندیان بہہ رہی ہین ہرقسم کا میوہ کہانیکو موجود ہے ساقی و ساقنین نہایت خوبصورت چاندی کے کنگن پہنے ہوئی جو ہماری ہان کے گہوسنین پہنتی ہین شراب پلا رہی ہین ایک جنتی ایک حور کے گلے مین ہات ڈالی پڑا ہے ایک نے ران پر سر دہرا ہے ایک چہاتی سے لپٹا رہا ہے ایک نے لب جان بخش کا بوسہ لیا ہے کوئی کسی کونہ مین کچہہ کر رہا ہے کوئی کسی کونہ مین کچہہ ایسا بیہودہ پن ہے جسپر تعجب ہوتا ہے اگر بہشت یہی ہو تو بے مبالغہ ہماری خرابات اوس سے ہزار درجہ بہتر ہین الخ ج اگر یہہ سب باتین صحیح ہین توجسطرح ان لوگون نے زیادتی کرکی اصل عقاید اسلام سے تجاوز کیا ہے اسیطرح خانصاحب بہادر نے کمی کرکے اسلام کے اصل عقاید کو ندارد کیا ہے اسکے سوا جس بہشت مین سونیکے اینٹون کے مکان ہون جیسا کہ آپ صفحہ ۲۶ مین لکہہ چکے ہین وہان کے چاندی کے کنگن کی جسے آپکی ہان کے گہوسنین پہنتی ہین قدر و منزلت سمجہنا اوسے شخص کا کام ہے جسنے نہ کبہی چاندی دیکہی ہوگے اور نہ سونا

(صفحہ ۳۹) قولہ اس امر کے ثبوت کیلیے کہ بانی مذہب کا ان چیزون کے بیان کرنے سے صرف اعلی درجہ کی راحت کا بقدر فہم انسانی خیال پیدا کرنا مقصود تہا نہ واقعی اون چیزونکا دوزخ و بہشت مین موجود ہونا ایک حدیث کا ذکر کرنا مناسب سمجہتا ہون جو ترمذی نے بریدہ سے روایت کی ہے اوسمین بیان ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت سے پوچہا کہ بہشت مین گہوڑا بہی ہوگا آپ نے فرمایا کہ تو سرخ یاقوت کے گہوڑی پر سوار ہوکر جہان چاہیگا اوڑتا پہریگا پہر ایک شخص نے پوچہا کہ حضرت وہان اونٹ بہی ہوگا آپنے فرمایا کہ وہان جو کچہہ چاہوگی سب کچہہ ہوگا اس جواب سے مقصود یہہ نہین ہے کہ درحقیقت بہشت مین گہوڑی اور اونٹ موجود ہونگے بلکہ صرف اون لوگون کے خیال مین اوس اعلی درجہ کی

راحت کا خیال پیدا کرتا ہے جو اونکی خیال اور اونکی عقل وفہم وطبیعت کے مطابق اعلےٰ درجے کی ہو سکتی تہی الخ **ج** بیشتر صفحہ ۲ مین آپ فرما چکی ہین کہ حدیثون مین جو ان سور تون مین سے بعض کے نام آئی ہین اگرچہ وہ حدیثین ثابت نہین ہین الخ اور اوسیکے جواب مین موطا اور بخاری سے حدیثین مذکور ہوئی ہین جنمین بعض سورتون کے نام آئی ہین (دیکھو تنقیح البیان صفحہ ۵) مطلب یہہ کہ موطا و بخاری کی حدیثین تو آپکی نزدیک ثابت نہین ہین اور ترمذی کی حدیث جو آپ کے حسب مقصود نکل آئی معتبر ہوگئی کیا خوب پہر اگر یہہ حدیث معتبر ہے تو کیا رسولخدا صلعم نی جہوٹہہ فرمایا تہا یا پوچہنے والیکو دہوکا دیا تہا نبی کی شان سے بہت بعید ہی جو ایسی بات کہے جو نفس الامر مین نہو یا تو یہہ حدیث آپکو نقل کرنے نہتی اور جبکہ اوسپر تمسک کیا ہے تو اوسکے مطالب کا یقین کرنا چاہئے قطع نظر اس حدیث کی سب کتب الہامیہ مین جو نعمائی جنت کا ذکر آیا ہے جیسا کہ پیشتر مذکور ہو چکا تو اب آپ کسی کسی جہٹلا ئینگے

(**صفحہ ۴۰**) **قولہ** انہین آیات کے نسبت ذرہ مختلف دماغون کے خیالات پر غور کرو ایک تربیت یافتہ دماغ خیال کرتا ہے کہ وعدہ و وعید دوزخ و بہشت کے جن الفاظ سے بیان ہوئی ہین اونسے بعینہ وہی اشیا مقصود نہین بلکہ اوسکا بیان کرنا صرف اعلےٰ درجہ کی خوشی وراحت کو فہم انسانی کی لائق تشبیہہ مین لانا ہے اس خیال سے اوسکے دلمین ایک بے انتہا عمدگی تعلیم جنت کی اور ایک ترغیب اوامر بجالانے اور نواہی سے بچنے کی پیدا ہوتی ہے اور ایک کوڑ مغز ملا یا شہوت پرست زاہد یہہ سمجہتا ہے کہ درحقیقت بہشت مین نہایت خوبصورت ان گنت حورین ملینگے شرابین پئینگے میوی کہا ئینگے الخ **ج** ان دو قسمون کے لوگون کا حال جو خانصاحب بہادر نے بیان فرمایا ہے یعنے ایک تربیت یافتہ دماغ اور دوسرا کوڑ مغز ملا یا شہوت پرست زاہد اور یہہ دو نو قرآن ہی سے اپنا مطلب نکال لیتے ہین پہر زاہد کو جو شہوت پرست آپنی فرمایا تو جو شہوت پرست نہین ہے اوسے کیا کہنا چاہئے کیا وہ زاہد نہین ہوتا ہے دوسرے یہہ کہ ان دو فرقون پر مختلف دماغون کے سبب قرآن سے اپنا اپنا مطلب سمجہہ لینے کا حصر نہین ہے بلکہ ہفتاد و دو ملت

لوگ بہی اسی قرآن سے اپنے اپنے عقاید کے دلائل پیدا کر لیتے تہے حالانکہ وہ سب ہی خبط
مین مبتلا تہے جیسے کہ یہہ لوگ ہین جنہین آپ تربیت یافتہ دماغ فرماتے ہین

(صفحہ ۴۱) **قولہ** تعجب یہہ ہے کہ بعض ہمارے علماء اسلام نے بہی منشا بہا کے تفسیر مین ثمر سے درختون کے میوے مراد نہین لئے بیضاوی نے لکہا ہے کہ اس آیت کا یہہ مطلب ہے کہ جو لذت دنیا مین خدا کی معرفت اور اوسکے طاعت مین چکہی تہی تو جنت مین وہ لذت بڑہ کر ہوگی اسلئے ان الفاظ سے کہ یہہ وہی ہے ثواب مراد ہو سکتا ہے اور ایکہی سے ہو نیسے بزرگے اور علو مدارج مین ایک سا ہونا یہہ ایسی بات ہے جیسے کا فرونکے حقمین کہا گیا ہے کہ چکہو جو کم جانتے تہے تفسیر کشف الاسرار مین بہی لکہا ہے کہ جنت و نار کی جو چیزین بیان ہوئی ہین وہ سب تمثیلین ہین نہ حقیقتین ہین تا کہ جو چیز ہماری پاس ہے اوس سے اوس چیز کا جو ہمسی پوشیدہ ہے کچہہ خیال ہو

ج خانصاحب بہادر نے اِس تفسیر مین ہر جگہہ علماء اسلام اور مفسرین کو بیوقوف اور ناسمجھ بطور خود ثابت کیا ہے مگر انہین علما مین سے بعض کا قول کہین اپنے مفید مطلب بہی نقل کیا ہے پس میری دانست مین اون مفسرین نے مقتضائی بشریت اگر کہین خطا کی ہے تو وہ ایسہی مقامات ہین جنہین خانصاحب بہادر نے اپنے مفید مطلب سمجہہ کر نقل کیا ہے بیضاوی نے جو ثمر سے مراد یہہ لی ہے کہ دنیا مین معرفت الہی کی جو لذت چکہی تہی وہ لذت جنت مین بڑہ کر ہوگی پس لفظ ثمر کے تو یہہ تاویل ہوئی اور جنت تجری من تحتہا الانہار کی اور ولہم فیہا ازواج مطہرۃ کی کیا تاویل ہوگی لیکن بیضاوی نے تو بیشتر ان آیتون کی وہی معنے جو سب مفسرین نے خانصاحب بہادر کی برخلاف لکہے ہین لکہہ کر یہہ صاف لکہہ دیا وان الاٰیۃ محملا آخر یعنے دوسرا احتمال اس آیت کی نسبت یہہ بہی ہو سکتا ہے پس بیضاوی کا یہہ مطلب نہین ہے کہ اس آیت کے فقط یہی معنی ہین جو خانصاحب بہادر نے نقل کئے ہین بلکہ بیضاوی نے اصلی معنی اوس آیت کے وہی جو آیت کے الفاظ سی مستفاد ہوتے ہین لکہہ کر یہہ لکہا کہ دوسرا احتمال یہہ ہے اوس آیت کی نسبت ہو سکتا ہے از روئی تاویل اور کیا یہہ باتین ازواج مطہرہ وغیرہ ایسی شرم کی ہین کہ جنت مین اونکا ہونا بالکل تہذیب کے خلاف ہے پہر دنیا مین ایسی بے تہذیبی کو اون سب نے جو جنت مین ان چیزونکا ہونا قابل طعن جانتے ہین اور اونکے سب باپ دادون نے اور سب انبیا اور اولیا نے کیون گوارا کیا تہا کیا خوب کسی شخص نے کہا ہے کہ جو لوگ عاقبت مین دیدار

الہی کے منکر ہین اونہین کو دیدار نصیب نہوگا اسیطرح جو لوگ نعمای آخرت کے منکر ہین وہی لوگ ہین کہ جنہین نعمای آخرت سے بہرہ نہین ہے

(صفحہ ۴۲) قولہ تمام مفسرین اس آیت (یعنے ان اللہ لا یستحی) کی نسبت لکھتے ہین کہ خدا تعالی نے قرآن مین مکہی و مکڑی و چیونٹی کا ذکر کیا ہے اسپر کافر ہنستے تہے اور کہتے تہے کہ ایسی حقیر چیز و نکا ذکر کرنا خدا کی شان کے لایق نہین ہے اسپر یہہ آیت نازل ہوئی کہ مچہر یا اوس سے زیادہ حقیر چیز کی مثل کہنے مین خدا شرماتا نہین مگر اس صورت مین اس آیت کو پہلے و پچہلے آیتون سے کچہہ تعلق نہین رہتا بلکہ اس آیت سے اس بات پر اشارہ پایا جاتا ہے کہ اوپر کی آیتون مین جو بیان جنت و نار کا ہوا ہے وہ صرف بطور ایک حقیر مثل کے ہے مگر اللہ حقیر سے حقیر مثل کہنے مین ہی نہین شرماتا جو سعید ہین وہ اوسکا مقصد سمجہتے ہین اور ہدایت پاتے ہین اور جو شقی ہین وہ اوسکے مقصود پر غور نہین کرتے بلکہ حقارت سے دیکہتے ہین اور گمراہ ہوتے ہین الخ **ج** جبکہ بقول آپکے تمام مفسرین اس آیت کی نسبت لکہتے ہین کہ خدا تعالی نے قرآن مین مکہی و مکڑی و چیونٹی کا ذکر کیا ہے تو ایک آپکے رائے جمہور کی رای پر غالب کیونکر ہوگی اسکے سوا اگر بقول آپکے اس آیت کو پہلے اور پچہلی آیتون سی تعلق ہے تو کیا اسکا یہہ مطلب نہوگا کہ جنت و نار کی کیفیت جو اوپر کی آیتون مین مذکور ہوئی بیعقلون کو اس بیان پر ہنسنا بیجا ہے اگرچہ وہ اونکی نظر مین حقیر معلوم ہو کیونکہ خدا چہوٹی باتون یعنے مچہر تک کی مثل کہنے مین نہین شرماتا ہے چہ جائے آنکہ جنت تجری من تحتہا الانہار یا آنکہ و لہم فیہا ازواج مطہرۃ یعنے بہشت مین پاکیزہ عورتو نپر تم کیا تعجب کرتے ہو خدا ایک مچہر کے مثل کہنے مین ہی نہین شرماتا ہے فاما الذین امنوا فیعلمون انہ الحق من ربہم الخ یعنے پہر جو ایمان لائے ہین جانتے ہین کہ وہ سچ ہے خدا کی کہی ہوئی ہے اور جو کفر مین پڑے ہین کہتے ہین کہ ایسی مثل کہنے سی خدا نے کیا ارادہ کیا ہے (بعینہ ترجمہ خانصاحب بہادر) مطلب یہ کہ ایماندار تو اسی ایسا ہی سمجہہ لیتے ہین جیسا کہ خدا نے آیت مین فرمایا ہے مگر بے ایمان لوگ اوسکی تاویلین کرتے ہین یضل بہ کثیرا و یہدی بہ کثیرا

(صفحہ ۴۳) قولہ خدا کا عہد جو مخلوق سے ہے یا مخلوق کا عہد جو خدا سی ہے وہ قولی نہین ہو سکتا کیونکہ اوسکی ذات لفظون کی بولنے اور آواز کی نکلنے سے جو انسان سے متعلق ہے بری ہے پس خدا کا قول وہ انسانی فطرت ہے جسپر خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے

اوسکے قدرت کی نشانیان جو دنیا مین اور خود انسان مین ہین اور جو عقل وتمیز انسان مین
بالواسطہ یا بلاواسطہ اونکی سمجھنے کے موجود ہے اوسکے خدا ہونے پر موثق عہد ہے الخ ج
اگر انسان کا عہد خدا سے قولی نہین ہے تو قالوا بلی سے کیا مراد تھی چاہئی اور اقرار باللسان
وتصدیق بالقلب کے کیا معنے ہونگے اور یہہ تو فقط اسلامی عقیدہ نہین ہے انجیل مین بہی
یہی شرط موجود ہے (رومیونکا ۱۰ باب ۱۰) اور نہ زبان سے نماز پڑہنا اور روزہ کی نیت
کرنا بیکار ہے اور یہہ جو آپ نے فرمایا کہ اوسکے یعنے خدا کی ذات لفظون کی بولنے اور آواز
کے نکلنے سے جو انسان سے متعلق ہے بری ہی یہہ بہی صحیح نہین ہے خدا کی ذات گناہ اور
بدی سے بری ہے اور آواز نکالنا کوئی گناہ نہین ہے جو خدا کی ذات اس سے بری ہو اور
حضرت ابراہیم کو کسنے پکارا تہا کہ اے ابراہیم اپنے بیٹے کو میرے لئے قربانی کر (پیدائش
۲۲ باب ۱ و ۲) اور قرآن مجید مین وندیناہ ان یا ابراہیم (صافات ع ۳) کے آپ کیا تاویل
کرینگے اور خداوند نے صموئیل کو پکارا صموئیل صموئیل تب صموئیل بولا فرما تیرا بندہ سنتا ہے خداوند
نے صموئیل کو کہا دیکہہ مین اسرائیل سے ایک بات کرونگا جس سے ہر ایک سننے والے
کے دونون کان سنسنا جائینگے (اول صموئیل ۳ باب ۱۰ و ۱۱) پہر یہہ کہ اگر خدا کا قول
انسانی فطرت ہی پس کتاب اور شریعت کی کیا حاجت رہی نیچری عقیدہ ہر شخص کے لئے کافی ہے
جو دلمین آئے وہ کرے جو مزہ دار بیہودہ کہائے یہہ بہی آپکی کوئی نئی تعلیم نہین ہے —
دبستان المذاہب مطبوعہ لکہنو ۱۸۷۷ء تعلیم ششم در عقاید اسمعیلیہ در صفحہ ۲۹۳ حال یکے از
پیشوایان آن فرقہ چنان نوشتہ است کہ بر سر منبر بر آمدہ زبان معجز بیان کشاد فرمود من امام زمانم
وتکلیف امر ونہی از جہانیان برداشتم و احکام شرعیہ را نابود انگاشتم باید کہ خلق باطناً با خدا
باشند ظاہراً ہر نوع کہ خواہند با خود معاش کنند انتہے

(صفحہ ۴۴) **قولہ** سات کے لفظ سے یہہ لازم نہین آتا کہ سات سے زیادہ آسمان
نہون بلکہ اوس زمانہ کے لوگ جو بلحاظ سبع سیارات یہہ سمجہتے تہے کہ آسمان سات ہین اونہی
لوگونکے خیال کے مطابق سات کا لفظ اطلاق ہوا ہے یہہ کچہہ میری ہی رائی نہین ہے بلکہ اگلے
مفسرونکی بہی یہی رائی ہی الخ ج اسکے حاشیہ مین خانصاحب بہادر نے تفسیر کبیر کی عبارت
نقل کی ہی جسکا ماحصل یہہ ہے کہ سات کا لفظ نفی زاید پر دلالت نہین کرتا ہے یعنے اس
سات کے لفظ سے یہہ لازم نہین آتا کہ سات سے زیادہ آسمان نہون

(صفحہ ایضاً) قولہ سموات جمع ہے سماء کی جسکے معنی اونچی کے ہین یہہ لفظ عرب کی زبان مین اور یہودیون کی زبان مین اوس زمانہ سے بولاجاتا ہے جبکہ یونانی علم ہیئت کا وجود بھی نتہا قرآن مجید مین بہی اس لفظ کا اطلاق اوسی محاورہ مین ہوا ہے جو اوس زمانہ مین تہا مگر قرآن مجید کے نازل ہونے کے زمانہ مین اور اوسکے بعد بالتخصیص مسلمانون مین یونانی علم ہیئت کا بڑا رواج ہوگیا تہا یونانیون نے آسمان کو ایک جسم شفاف صلب کروی الشکل مقعر ومحدب کا محیط زمین کی جسمین سیارے جڑی ہوئے ہین تسلیم کیا تہا یونانی مسئلے مسلمانون مین بہت رایج ہوگئے تہے اسلئے تفسیرون مین اور مذہبی کتابونمین آسمان کے وہی معنے یا اوسکے قریب قریب مروج ہوگئے جو یونانی حکیمون نے بیان کی تہے الخ

(صفحہ ۴۵) قولہ مین ان معنون سی جو اکثر مفسرین سمجھتے ہین انکار کرتا ہون اور مین کہتا ہون کہ جن جن چیزون پر قرآن مجید مین سما یا سموات کا اطلاق آیا ہے وہی معنے سما و سموات کے ہم قرار دینگے نہ وہ معنے جو علماء اسلام نے یونانی حکیمون کے حکمت کی پیروی سے قرار دئے ہین الخ ج کیا خوب یونانی حکیمون کا پیرو ہوکر تو آپ یہہ سب کچہہ تفسیر مین لکہہ رہے ہین اور علماء اسلام کو یونانی حکیمونکا پیرو فرماتے ہین ذرا آگے چلکر یہہ سب قلعی کہلجائیگی

(صفحہ ۴۶) قولہ اس مقام پر سما کے لفظ سے وہ وسعت مراد ہے جو ہر شخص اپنے سر کے اوپر دیکہتا ہے پس آیت کے معنے یہہ ہین کہ خدا اوس وسعت کیطرف متوجہہ ہوا جو ان کے سر پر بلند دیکہائی دیتے ہی اور ٹہیک اوسکو سات بلندیان کردین سات سیارہ کواکب کو ہر کوئی جانتا تہا عرب کے بدو بہی اوس سے بخوبی واقف تہے الخ ج آیت یہہ ہے ثم استوی الی السماء فسوٰهن سبع سموات اور اسکا ترجمہ یہہ ہے پہر متوجہہ ہوا طرف آسمان کے تو اوسکو ٹہیک سات آسمان کردئی انتہے (بعینہ ترجمہ خانصاحب بہادر) صفحہ ۴۴ مین خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ سات کے لفظ سے یہہ لازم نہین آتا کہ سات سے زیادہ نہون اور آیت کا ترجمہ آپہی نے یہہ لکہا ہے کہ ٹہیک سات آسمان کردئی اس ٹہیک کے لفظ پر غور کرنا چاہئی کہ جو حصر تعداد پر دلالت کرتا ہے اور جسمین خدا نے کسیطرح کی تاویل کی گنجایش ہی باقی نہین رکہی ہے پس اگرچہ آسمان ہزارون ہون مگر اس آیت سے کیونکر خانصاحب بہادر نے یہہ مطلب پیدا کیا کہ یہہ لازم نہین آتا کہ سات سے زیادہ آسمان نہون اپنی تحقیق کی وقعت زیادہ دینیکے لئے

خدا کی معلومات کو ناقص ٹہرانا کسی مسلمان کا کام نہین ہے یہہ سبع سموات تو اوس کا قول ہے جسنے آسمانونکو بنایا اور خانصاحب بہادر جو اسکے سوا باتین بناتے ہین اونہون نے کسی دوسرے سے معلوم کیا ہوا ہوگا ولیس الخبر کالمعاینہ پہر اگر عربون کے محاورہ کے موجب سات کا لفظ فرمایا گیا ہے تو توریت مین بہی سوا سات آسمانون کے نہ آٹہہ آسمان لکہے ہین نہ نو پس کہا جائیگا کہ وہان بہی یہودی محاورہ کا خدا نے لحاظ رکہا پس تعجب کہ عربون اور یہودیون کے خیالات کا خدا نے لحاظ فرمایا اور اون لوگونکے خیال کا مطلق لحاظ نکیا جو سات آسمانون کے قائل نہین ہین اور جب خدا نے اونکے خیالات کا لحاظ نکیا تو ہمین کب جایز ہے کہ اونکی پیروی کرین

(**صفحہ ایضاً**) **قولہ** واذ قال ربک اِس آیت سے وہ ذکر شروع ہوا ہے جو آدم کا قصہ کہلاتا ہے تمام مفسرین اسکو ایک واقعی جہگڑا یا مباحثہ سمجہتے ہین جو خدا اور فرشتون مین ہوا تعالے شانہ عما یقولون الخ **ج** قرآن مجید مین حقتعالے فرماتا ہے واذ قال ربك للملٰئكة انی جاعل فے الارض خلیفه قالوا اتجعل فیها من یفسد فیها ویسفك الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك قال انی اعلم ما لا تعلمون ۝ الخ جسے خانصاحب بہادر نے ۲۷ سے ۳۷ تک بشمار آیات نقل کیا ہے اور ان آیتون مین وہ سب گفتگو ہے جو خدا اور فرشتون کے درمیان واقع ہوئی اور حضرت آدم کو پیدا کرنے اور فرشتون کو سجدہ کرنے اور شیطان کے روگردان ہونیکا ذکر ہے جسی خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ تمام مفسرین اسکو ایک واقعی جہگڑا سمجہتے ہین جو خدا اور فرشتونمین ہوا تعالے شانہ عما یقولون انتہے قرآنمجیدمین ایسا خطاب کافرون کی طرف ہوا ہے جسی خانصاحب بہادر تمام مفسرین کے حقمین عاید فرماتے ہین کیا عمدہ محل پر آپنے یہہ عربی بولی ہے اسکے سوا ۲۷ سے ۳۷ یعنے دس آیتون تک جو خدا نے یہہ ارشاد فرمایا ہے جسے آپ بالکل صحیح نہین جانتے اب فرمائی کہ اگر خدا کی ایک آیت سے انکار کرنیوالا کافر ہوتا ہے تو دس آیتون سے انکار کرنیوالے کا کیا حال ہوگا پہر یہہ کہ جیسے بقول آپکے تمام مفسرین اسکو ایک واقعی جہگڑا یا مباحثہ سمجہتے ہین تو جمہور کے خلاف آپکا یہہ قیاس ثابت ہوا یا نہین اور نہ فقط جمہور اہل اسلام کے خلاف بلکہ جمہور علماء اہلکتاب کے برخلاف بہی دیکہو علم الہی کا خلاصہ پادری ہنی صاحب صفحہ ۸۰ سوال ۲۸۴ کے جواب مین

لکہا ہے کہ بعض فرشتون نے حسد بے ایمانی اور مغروری کے باعث خدا سے بغاوت کرکے اپنے تئین برباد کیا ۲ پطرس ۲ باب ۴ یہوداہ ۱ باب ۶) کتاب ایوب کے ۴ باب ۱۸ مین ہے دیکہو اوسنے اپنے کارگزارونکو امانت دار نہ جانا اور اپنے فرشتونکو بیوقوف گنا انتہے یعنی قال انی اعلم مالا تعلمون اور عبرانیون کے ۱ باب ۶ مین ہے کہ جب پہلوٹہے کو دنیا مین (یعنے خاکی جسم مین) لایا تو کہاکہ خدا کے سب فرشتے اوسے سجدہ کرین انتہے اور اول طمطاوس ۳ باب ۶ مین ہے کہ کہین وہ غرور کرکے شیطان کیطرح عذاب مین پڑے انتہے اور توریت کے شروع مین یہہ قصہ مفصلاً مرقوم ہے اب یہہ فرمائے کہ قرآن مجید کی سوا توریت وانجیل کی آیتونکا بہی انکار آپسے ثابت ہوا یا نہین اور یہہ انکار بہی کفر ہے یا نہین اصل یہہ ہے کہ بعض فلاسفہ بیدین وملت نے جو اپنی عقل پر بہت نازان تہے یہہ عقلے دلیلین پیدا کی تہین کہ پیوستن روح ببدن راندن آدم است از بہشت ومیل ببدن فرمان بردن حوا وکردار نکو بیدہ خوردن شجرہ منہیہ مار خشم وطاوس شہوت وگفتہ اند ابلیس عبارت از قوت وہمی کہ پیرو محسوسات است و عالم معقولات را منکر است وبا قوت عقلی در ستیز وانچہ در شرع آمدہ کہ ہمہ فرشتگان آدم را سجدہ کردند مگر ابلیس اشارت است بانیمعنے کہ ہمہ قوای جسمانی کہ فرشتگان ارضی اند مطیع روح آدم آمدند مگر قوت وہمی کہ سرکش است انتہے (دیکہو دبستان المذاہب مطبوعہ لکہنو ۱۸۷۷ء تعلیم یازدہم در عقاید حکما نظر اول صفحہ ۳۴۳) اور اسیطرح یہہ لوگ معراج اور جنت ونار واعراف وصراط وغیرہ سب چیزونکی تاویل کرتے ہین اوسی کتاب کے صفحہ ۴۵ ۳و ۴۶ ۳ وغیرہ مین دیکہہ لو اور مسیلمہ کذاب کی کتاب جسے وہ کتاب آسمانی اور وحی کہتا تہا اور اوسکی ہر دو جلدون کے نام فاروق اول اور فاروق ثانی ہین اونکی تعلیم یہہ ہے کہ یہہ جو کہتے ہین کہ خدا نے ابلیس کو سجدہ آدم کا حکم دیا اور اوسنے انکار کیا اور اسیوجہہ سے مردود درگاہ ہوا یہہ قول کفر ہے کیونکہ حقتعالی کسی غیر کو سجدہ کرنیکا کبہی نہین حکم دیتا ہے اور اوسنے کوئی شیطان کہ آدمیونکو گمراہ کرے پیدا نہین کیا ہے اور فاروق ثانی مین لکہا ہے کہ کوئی شیطان موجود نہین ہے حقتعالی نے آدم کو نیک وبد کامونکا اختیار دیا تہا اسیوجہہ سے کردار نیک وبد کی پرسش ہوگی انتہے (دیکہو دبستان المذاہب مطبوعہ لکہنو ۱۸۷۷ء تعلیم ہفتم در عقیدہ صادقیہ کہ پیروان مسیلمہ ہین صفحہ ۲۹۹)

انہین باتون کو خانصاحب بہادر نے بڑی فضول اور طول بیان کیا ہے کئی ورقون تک لکہا ہے

(صفحہ ایضاً) قولہ ملک کے معنے ایلچی یا پیغامی کے ہین عبرانی یونانی اور فارسی مین جو لفظ ملک کے لئے ہین اون سب کے معنے ہی ایلچی کے ہین جو خدا کا پیغام نبیون کو پہونچاتا ہے توریت مین بعض جگہہ عام ایلچی کے لئے ہی بولا گیا ہے اور بعض جگہہ مذہبی پیشواؤن اور ابر اور ہوا اور وبا کی لئی مگر فرشتون کے وجود کی نسبت لوگونکے عجیب عجیب خیالات ہین الخ

ج یہہ بالکل جہوٹہہ ہے کہ توریت مین مذہبی پیشواون اور ابر اور ہوا اور وبا کو فرشتہ کہا ہے جب ہم انکے ثبوت مین آپ توریت کا کوئی مقام بتاینگے تب مطلب سمجہا دیا جائیگا اور بطور صفت کے کسیکو فرشتہ کہنا یعنے فرشتہ خصال یا فرشتہ سیرت یہہ اور بات ہے اور آپ فرماتے ہین کہ ملک کے معنے ایلچی کے ہین جو خدا کا پیغام نبیونکو پہونچاتا ہے الخ پس ہر فرشتہ کا یہہ کام نہین ہے فرشتہ کا کام صور پہونکنے کا اور فرشتہ کا کام روح قبض کرنیکا بہی ہے یہہ کہان سے ثابت ہوا کہ فقط پیغام پہونچانا فرشتہ کا کام ہے

(صفحہ ۴۷) قولہ انکی یہہ ایک طبعی بات ہے کہ جب کسی ایسی مخلوق کا ذکر ہو جسکو وہ نہین جانتا ہے تو خواہ مخواہ اوسکے دلمین اوس مخلوق کے ایک جسمانی جسم متحیز کا جس کے رہنے کی کوئی جگہہ بہی ہو خیال جاتا ہے پہر اونکے اوصاف پر خیال کرتے اونکی ایک صورت جو اونکی اوصاف کی مقتضے ہوتی ہے اوسکے خیال مین قرار پاتی ہے اور پہر وہ اسبات کو تو بہول جاتا ہے کہ مین اوس مخلوق کو نہین جانتا نہ مین نے اوسکو کبہی دیکہا ہے اور یون جاننے لگتا ہے کہ وہ مخلوق وہی ہے جو میرے خیال مین ہے اور جب وہ خیال لوگون مین نسل درنسل چلا آتا ہے تو ایسا مستحکم ہو جاتا ہی کہ گویا اوس مین شک و شبہہ مطلق ہی نہین یہی حال فرشتون کی نسبت ہوا ہے الخ

ج یہہ باتین بڑہیون کے کہانے کے موافق بکنے سے کیا حاصل اگر بقول آپ کے انسان کے یہہ ایک طبعی بات ہے تو آپ کیون انسانیت سے گزر گئے جو اسکے خلاف ثابت کرنا چاہتے ہو

(صفحہ ۴۸) قولہ عرب کے بت پرست فرشتونکو ایک مجسم اور متحیز چیز سمجہتے اور جانتے تہے کہ وہ کہاتے پیتے نہین اور نہ کچہہ بشری ضرورت اونکو ہے وہ آسمانون

پر رہتے ہین اور زمین پر آتے جاتے ہین اور چیلون کیطرح آسمان و زمین کے بیچ مین منڈلاتے ہین — نیک اور اچھے آدمی کو بہی فرشتہ کہتے تہے جیسی کہ حضرت یوسف کو زلیخا کے سہیلیون نے کہا الخ ج عرب کے بت پرست خدا کو بہی قادر مطلق جانتے تہے اور بتونکو اوسکے حضور سفارش کرنیوالے تو کیا اسوجہہ سے کہ عرب کے بت پرست خدا کو پہچانتے تہے خدا محض خیالی ہوگیا اسیطرح عرب کے بت پرست اگر فرشتون کو خواہ کسی صفت کیساتہہ جانتے تہے فرشتونکے وجود کا ابطال نہین ہوسکتا ہے اور اگر فرشتے کچہہ شے نہین ہین تو زلیخا کے سہیلیون نے حضرت یوسفؑ کو فرشتے سے کیون تشبیہہ دی

(صفحہ ۴۹) قولہ بعض اکابر اسلام کا بہی یہی مذہب ہے جو مین کہتا ہون اور اور امام محی الدین ابن عربی نے فصوص الحکم مین یہی مسلک اختیار کیا ہے الخ ج — اصطلاحات صوفیہ کسی پر حجت نہین ہوتی ہین یہہ لوگ علاوہ اصلی معنی آیات قرآن کے ایک دوسرے معنے اصلاحی ہی تشبیہہ کی طور پر لکہدیا کرتے ہین اگر فرشتونکا وجود نہین ہے اور خدا نے اپنی سب الہامی کتابون مین فرشتونکا ذکر بطور رمز و اشارات یا بطور نقل غلط العام کیا ہے تو کتاب و پیغمبر سب لوگونکی ہدایت کیواسطے ہین نہ یہہ کہ اونکی مطالب سمجہنے سے عاجز آکر لوگ گمراہی مین پڑین اور جبکہ اسمین اختلاف واقع ہو تب از روے شرع مبتلائی یاست ہون ایسا نہین ہے خدا نے جیسا فرمایا ہے اوسمین کوئی دوسرا مطلب نہین چہپا یا گیا ہے آتش پرستون نے جب دیکہا کہ ہم مسلمانون کے آگے اپنے عقاید اور حجتونکو ثابت نہین کرسکتے ہین تب اونہون نے اپنے مذہب کے سب باتون کی تاویل کردی پس یہہ اونکے بے لیاقتی کے دلیل واضح ہے چنانچہ دبستان المذاہب مطبوعہ لکہنو ۱۸۷۷ع تعلیم اول در عقیدہ پارسیان صفحہ ۲۲ و ۲۳ مین لکہا ہے انچہ گفتہ اند سر دستان و نہ شکان و بزرگان پیدا آمد نداں مشاہدہ و رویت از دراج طیبات در حالت خواب و سیمرغ نام حکیمے بود کہ زال را پرورد — وانچہ گویند حضر آشامید اشارتست بدانکہ کمال عقل بتوسط بدن نیست وخرد و جسم و جسمانی احتیاج ندارد و نہ ذاتاً ونہ صفاتاً باید دانست کہ این فرقہ انچہ از قانون صواب بیرون باشد و بمیزان خرد سنجیدہ نشود و ہوش نہ پسندد ہمہ را بدینگونہ تاویل کنند انتہے پس جو ثابت نہین کرسکے

ہین وہ ایسی لغیتین جہانکین مگر جو اپنے دعوے پر دلیل رکھتے ہین او نہین کیا حاجت ہے جو
ایسا گریز کرین سیمرغ نام آدمی کا کبھی سنا ہوگا اگر وہ جانتے کہ کتنے ہی لڑکے ہندوستان مین
اب موجود ہین جنہین بہیڑیون نے پرورش کیا ہے تو اتنی تاویل کی کیون حاجت ہوتی
پس انہین آتش پرستونکی طرح خانصاحب بہادر نے بہی تاویلات پر کمر باندہی ہے

(صفحہ ۵۲) قولہ قرآن سی ثابت ہوتا ہے کہ فرشتہ خدا سے مباحثہ نہین کرسکتے
الخ **ج** وہ نیک فرشتونکا ذکر ہے ورنہ ان لوگون مین جنکے پاس بار بار خدا کا کلام
پہونچتا ہے جب خدا سے منکر موجود ہین تو فرشتونمین بعض کا انکار کیا تعجب کا مقام ہے پہر
اگر فرشتے کا بحث کرنا خدا سے آپ کے نزدیک ناممکن ہے تو قوت بہیمیہ نے جسے آپ
بجائے شیطان جانتے ہین (دیکہو تفسیر القرآن صفحہ ۵۲) یہہ کہا ہوگا انا خیر منہ خلقتنی من النار
وخلقتہ من الطین پس فرشتونکو تو مجال مباحثہ نہین ہے مگر قوت بہیمیہ کو خدا سے مجال مباحثہ
ہوگی پہر یہہ کہ قوت بہیمیہ نے یہہ کس پر فخر کیا آیا آدم پر کیا اونہین کے جسم کی ایک قوت
اونہین سے خود کو بہتر کہتی

(صفحہ ایضاً) قولہ اصل یہہ ہے کہ ان آیتون مین خدا تعالے انسانکی فطرت
کو اور اوسکے جذبات کو بتلاتا ہے اور جو قوای بہیمیہ اوسمین ہین اونکی برائی یا اونکی
دشمنی سے اوسکو آگاہ کرتا ہے مگر ایک نہایت دقیق راز تہا جو عام لوگون کی اور اونٹ
چرانیوالون کی فہم سے بہت دور تہا اسلئے خدا نے انسانی فطرت کی زبان حال سے آدم
وشیطان کی قصہ یا خدا وشیطان کے مباحثہ کے طور پر اس فطرت کو بیان کیا الخ **ج** قوای بہیمیہ سے
تو مراد شیطان ہے اور خدا سے کیا مراد ہوگی کیونکہ وہ تو اوسوقت بحث کرنیوالا تہا اور
اگر اونٹ چرانیوالے نہین سمجہ سکتے تہے تو اور علماء اسلام جنہین آپ فرماتے ہین کہ تمام
مفسرین اسکو ایک واقعی جہگڑا یا مباحثہ سمجہتے ہین (صفحہ ۴۹ تفسیر القرآن) کیا وہ بہی
اونٹ چرانے والے ہین جو اسے نسمجہ سکے جیسا بعقل آدمی تو آپ کی اس بے بنیاد
دلیلون کو سمجہ گیا پہر اونٹ چرانے والے کیون نہین سمجہ سکتے تہے کیا اونہین کی زبان
مین قرآن نہین نازل ہوا تہا یا یہہ کہ جب آپ ہندی ہوکر عربی قرآن کو سمجہ گئے تو وہ عرب
ہوکر کیون نہین سمجہ سکتے تہے

(صفحہ ۵۳) قولہ توریت مین لکہا ہے کہ خدا نے فرشتون سے کہا کہ آدم

آدمیکو اپنی صورت پر بنایا مین یہہ مضمون مسلمان مفسرون کے دلمین تہا اور وہ اوسکو مثل یہودیون کے ایسا ہی سمجھ رہے تہے جیسے کہ ایک آدمی سے ایک آدمی بات کرتا ہے اذ قال ربک للملائکۃ کو اونہون نے ویسا ہی سمجھا اور آدم اور شیطان کا قصہ بنا لیا ورنہ وہ صرف انسانکی فطرت کا زبان حال سے بیان ہے الجواب توریت مین لکہا ہے کہ خدا نے فرشتون سی کہا اور قرآن مین ہے اذ قال ربک للملائکۃ اور مسلمان مفسرون نے ویسا ہی سمجھا اب کون انصاف کرے کہ اتنے دلائل وجود ملایکہ کے قابل اعتبار ہین یا فقط خانصاحب بہادر کا لا یعنے قیاس خانصاحب بہادر کے دعوی کی بنیاد بیشل زین نیست کہ اگلے بت پرست فلاسفہ نے بہی وجود ملائکہ کا انکار کیا ہے لیکن اون فلاسفہ کی ہفتاد پشت مین بہی کبہی کسی پر وحی کا نزول نہین ہوا تہا اسلئے وہ اپنے طور پر اسکا یقین نہین کر سکتے تہے جیسے کوئی مسلمان گلا گہونٹی مرغی کی لذت سے آگاہ نہین ہے اسلئے وہ اس فعل کا مخالف ہے مگر خانصاحب بہادر اُسکی لذت حاصل کر چکے ہین اسلئے وہ اوسکے قدر دان ہین علاوہ اسکے وہ فلاسفہ چونکہ الہام سے بہرور نہ تہے اپنی دانائی مین خبط الحواس ہو رہے تہے کہ علاوہ بت پرستی کے اونہین آبدست لینے تک کا تو تمیز نہ تہا کیونکہ یونان مین کوئی آبدست نہین لیتا ہے اور یہہ فلاسفہ بہت بڑی بد کاریون مین بہی مبتلا تہے چنانچہ علم الہی کا خلاصہ صفحہ ۱۸ سوال ۸۷ کے جواب مین لکہا ہے کہ اگرچہ بقراط نے علم اخلاق کی بابت بہت اچہی طرح سے لکہا اور سکہایا تو بہی اوسنے آپ جادو گری کو مانا اور سمجہایا اور حرامکاری مین مبتلا رہا پہر افلاطون کہ بقراط کا سب سے بڑا شاگرد رشید تہا یہہ سکہلاتا رہا کہ جہوٹہہ گناہ نہین ہے بلکہ ایک عمدہ کام ہے اور سوا اسکے سیسرو کہ قدیم غیر قوم عالمون مین سے ایک بڑا معقول شخص تہا زناکاری کیواسطے دلیل لاتا اور خودکشی سکہلا کر آخر کو اپنے نفس کا آپ قاتل ہوا کیٹو کہ فضیلت کا کامل نمونہ ہونے کیواسطے موصوف اور مشہور تہا لونڈے بازی اور میخواری مین تقصیروار ہوا اور سیسرو کی مانند قتل نفس کی تعلیم سکہا کر آخر کش اپنی ذات کا آپ ہی قاتل ہوا انتہے اب خانصاحب بہادر کو عبرت حاصل کرنی چاہئی کہ جو لوگ ملایکہ اور الہام سے بے بہرہ رہے اونکا یہہ انجام ہوا

(صفحہ ایضاً) **قولہ** اسطرح مخلوق کی زبان حال سے سوال وجواب مین مطالب کا بیان اور جگہہ بہی قرآن مجید مین آیا ہے خدا نے زمین کی زبان حال سے حکایتاً فرمایا کہ جب

ہینے آسمان و زمین سے کہا کہ تم دونون خواہ نخواہ حاضر ہو دونون نے کہا ہم دونون بخوشی حاضر ہین اور جہنم کی نسبت فرمایا کہ جسدن ہم جہنم کو کہینگے کہ تو بہر گئی تو وہ کہے گی کہ ہے اس سے زیادہ اور بہی پس ان آیتون مین خدا تعالے نے ایسی چیزونکے زبان حال سے جو گویا نہین ہین سوال و جواب کے طور پر اونکی فطرت کو جسطرح کہ انکی خیالین آسکتی بیان کیا ہے الخ ج

یہہ پچون کی سی دلیلین لکہکر خانصاحب بہادر نے اتنی بڑی جلد تفسیر کی کردی غیر ذی روح اشیا یعنے زمین و آسمان وغیرہ کو ذی روح فرشتون سے تشبیہہ نہین ہوسکتی ہے اگرچہ زمین آسمان کو پکارنا اور اونکا جواب دینا اسوجہہ سے ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ اونمین روح نہین ہے مگر آپ سے یہہ کب ثابت ہوا کہ باوجود روح ہونے کے فرشتے نہین بات کرسکتے ہین فرشتونکو کینے مثل زمین و آسمان کے بیروح کہا ہے جو اونکا ایسے مقام پر ذکر کیا علاوہ ازینکے فرشتونکے تو وجود کے آپ قایل نہین ہین اور زمین و آسمانکے وجود سے کون انکار کرسکتا ہے پہر فرشتون کے بیان مین زمین و آسمان کی نظیر سے کیا علاقہ قطع نظر اسکے اگر بزعم آپکے یہہ چیزین گویا نہین ہین تو فرشتونکا جوابدینا ایسا سمجہنا چاہیے جیسے انسان اپنے پکارنے والیکو جواب دیتا ہے اور زمین و آسمان کا جواب دینا ایسا سمجہنا چاہئی جیسے کنکریون نے حضرت رسول اللہ صلعم کی نبوت پر گواہی دی تہی اور بقوہ اشارہ انگشت رسول اللہ صلعم چاند دو ٹکڑے ہو گیا یعنے فرشتونکا جواب دینا مقتضائے عادت تہا اور زمین کا جوابدینا خرق عادت کے طور پر ہے و ظہور قدرت الٰہی پہر یہہ کہ یہہ کیا ضرور ہے کہ زمین و آسمان کا جوابدینا فرشتونکی مانند ہو اور ممکن ہے کہ اونکے لیئے خدا نے کوئی خاص ملکۂ تکلم اور خاص زبان عطا کی ہو کہ جس سے وہ باتین کرینگے جیسے حیوانات ہماری طرح باتین نہین کرسکتے ہین تب ہی بعضے اونمین سے ہمارے سارے حکمون کی تعمیل کرتے اور اپنے حوایج ضروری دانہ چارہ پانی کے احتیاج ہمپر ظاہر کردیتے ہین ان سب باتون کے سوا حضرت داؤد علیہ السلام ۱۹ زبور مین فرماتے ہین آسمان خدا کا جلال بیان کرتے ہین اور فلک اوسکی دستکاری دکہاتا ہے ایک دن دوسرے دن سے باتین کرتا ہے اور ایک رات دوسری رات کو معرفت بخشتی ہے اونکے کوئی لغت اور زبان نہین اونکی آواز سنی نہین جاتی ساری زمین مین اونکا تار گزر گیا اور دنیا کے کنارونتک اونکا کلام پہونچا ہے انتہے میرے یہہ غرض نہین ہے کہ ہر جگہہ قرآن کے لفظی معنے لینے چاہئی مگر یہہ بہی درست نہین ہے کہ کسی جگہہ قرآن کی لفظی معنے لینا بجا ہے اگر ایسا ہو تو خدا اور

رسول اور سب احکام شرائع اور قصص وغیرہ جو قرآن مین ہین سب بے بنیاد ہو جائین اور
اسلام کوئی اور ہی دین خیالی بنجائے مثلاً اگر بجائے جنت کو خلاف اوسکے جو قرآن مین
لکھا ہے قیاس کرین تو جنت کو بھی محض ایک فرضی نام سمجھنے پڑے اور دوزخ وبہشت
وصراط وغیرہ سب ہوائی نام ہو جائین اور اصل سب کی ندارد اور جس جگہہ لفظے معنے قران
کے نہین لئے جاتے ہین وہ ایسی مقام ہین کہ ہر شخص اونہین پہچان سکتا ہے جیسے
ولکم فی القصاص حیاۃ کہ بجائے ممات کے یہان حیات کا لفظ اوسکے عمدہ نتائج کے اظہار
کیواسطے ہے اور لفظ ممات تو خود قصاص کے لفظ کے باوجود محتاج بیان نہین ہے

(صفحہ ۵۵) قولہ علم ادم الاسمار۔ علم کے لفظ سے علمار محققین نے پڑہانا
یا سکہانا یعنے تعلیم کرنا مراد نہین لیا ہے بلکہ انسان مین اون قوی کا مخلوق کرنا مراد لیا ہے
جنسے انسان تمام چیزونکو جانتا اور سمجہتا اور خیال کرتا اور سوچتا اور نئی باتین ظاہر کرتا اور چند
باتون کے ملانے سے ایک نتیجہ نکالتا ہے الخ **ج** خدا کا تعلیم کرنا ہی تہا کہ آدم مین
بغیر زحمت خاص ادراک نفس اشیا کا ملکہ پیدا ہو گیا مگر خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ
انسانین اون قوے کا مخلوق کرنا مراد ہے جنسے انسان تمام چیزونکو جانتا اور سمجہتا
وغیرہ یہہ صحیح نہین ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر بچہ اپنی پیدایش کے وقت سے علامہ اور
یہہ صفت موصوف ہوتا انسان مین تعلیم قبول کرنیکا مادہ عطا ہوا ہے لیکن اگر وہ تعلیم نکیا
جاے تو جانور کی مانند تمام عمر رہے اِسکے سوا ہر انسان ایک خاص صفت کیساتہہ ممتاز
ہوتا ہے اگر آپکا قیاس صحیح نکلے تو چاہئی کہ سب انسانون مین سارے کمالات یکسان طور
پیدایش کے وقت سے ہون

(صفحہ ایضاً) قولہ آدم کے لفظ سے وہ ذات خاص مراد نہین ہے جسکو عوام الناس
اور مسجد کے ملا باوا آدم کہتے ہین بلکہ اس سے نوع انسانی مراد ہے جیسا کہ تفسیر کشف الاسرار
وبنک الاستار مین لکھا ہے وما المقصود بادم ادم وحدہ اور خود خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے
لقد خلقناکم ثم صورناکم ثم قلنا للملائکۃ اسجدوا لادم پس کم کا خطاب کل انسانون کیطرف ہے
اور آدم سے بنی آدم یعنے نوع انسان مراد ہین الخ **ج** اگر آدم سے مراد بنی آدم
ہے تو اسی قاعدہ کے بموجب کم کے معنے مین بہی کیا جمع کا اطلاق واحد پر نہین ہو سکتا ہے
جیسے اِس آیت مین واللہ خلقکم من تراب ثم من نطفۃ ثم جعلکم ازواجا (فاطر ع ۲ مومن ۷۶)

اور تعجب یہہ ہے کہ آپ آدم سے بنی آدم یعنے نوع انسان مراد جانتے ہین اور صفحہ ۴۳ مین ہی آپ نے لکہا ہے آدم یعنے انسان الخ حالانکہ قرآن مین بعض جگہہ انسان سے بہی آدم مراد ہے جیسے اس آیت مین وبدا خلق الانسان من طین ثم جعل نسلہ من سللۃ من ماء مہین (سجدہ ع ۱) تفسیر حسینی مین ہے و آغاز کرد آفریدن آدم را از گل پس بیافرید فرزندان اورا از خلاصہ بیرون آوردہ از صلب از آبے ضعیف خوار یعنے نطفہ اہتہے اور اگر آدم سے مراد بنی آدم ہے تو بنی آدم کا لفظ کہنے مین کیا سیاق و سباق بگڑا جاتا تہا کیونکہ قرآن مین آدم سے مراد بنی آدم کہین نہین آیا ہے ہر جگہہ انسان یا بنی آدم آیا ہے اسکے سوا یا وجود لفظ کم کے آدم کے لفظ کو پہر اوس سے مناسبت کیا تہی کیونکہ جسکی طرف ایک لفظ مین بصیغہ حاضر خطاب ہوا دوسرے ہی لفظ مین بصیغہ غائب اوسکی طرف اشارہ ہے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر یون لکہی ہے کہ البتہ تحقیق پیدا کیا ہمنے تمہاری روحونکو پہر صورتین بنائین ہمنے تمہاری اجساد کی یا یہہ کہ پیدا کیا ہمنے تمہارے باپ آدم کو پہر صورتین بنائین ہمنے تمہاری پشت آدم مین پہر کہا ہمنے فرشتون سے کہ آدم کو سجدہ کرو انتہے

(صفحہ ۵۶) قولہ اسمار کے لفظ کے معنے اکثر مفسرین نے یہہ سمجہے ہین جسکو ہم نام کہتے ہین جیسے گہوڑا گدہا ٹٹو یا کلو نتہو بدہو مگر یہہ ٹہیک نہین ہین بیضاوی نے اسمار کی تفسیر مین اوسکے اشتقاقی معنے مراد لیئے ہین پس علم آدم الاسمار سے یہہ مراد نہین ہے کہ اللہ تعالے نے آدم کو سب چیزونکے نام بتا دیئے تہے جو درحقیقت اوس وقت خارج مین موجود ہی نہین بلکہ جو قوے لیے اوسمین پیدا کئے ہین اور جنکے سبب اوسکا ذہن ایک نشان یا دلیل سے دوسرے طرف منتقل ہوتا ہے اور نتیجہ پیدا کرتا ہے اوسکو اسمار کے لفظ سے بیان کیا ہے اور غور کہ یہہ قوے ایسے تہے جنسے انسان تمام چیزون محسوسات و معقولات کو جان سکتا ہے اسیلئے کلہا کے لفظ سے اوسکی تاکید کی ہے جس سے اسبات کا اشارہ ہے کہ تمام چیزون کے جاننے کا مادہ انسان مین ودیعت کیا ہے ان قوے کو جو اسمار کے لفظ سے تعبیر کیا اسمین بڑا دقیقہ یہہ ہے کہ انسان کسی چیز کی حقیقت اور ماہیت کو نہین جانتا جو کچہہ وہ جانتا ہے وہ صرف اسمار ہی اسمار ہین الخ

ج آپ نے مخزن الادویہ یا تحفۃ المومنین تو دیکہی ہوگی کہ اوسمین ہر چیز کی ماہیت اور خاصیت دونون موجود ہین پہر کیا کوئی دنیا مین ایسا ہی ہے جو اپنے باپ کا نام فقط

جانتا ہے اور اوسکو اپنا باپ نہیں سمجہتا یہہ عجیب دلیل آپ نے فرمائی آپ شیطان اور ملائکہ کی ماہیت کو پہچان گئے کہ وہ بہی ہیں اور قوائے ملکوتی مگر اور کوئی سوا نام کے اور کچہہ نہیں جانتا ہے علاوہ اسکے علم سے مراد اور آدم سے مراد اور اسمار سے مراد قرآن میں کسی لفظ کے معنے بہی کچہہ ہیں یا ہر جگہہ مراد ہی مراد ہی پہر دوسرے جگہہ آپ علم سے ودیعت مراد لیتے ہیں جہان فرمایا ہے کہ تمام چیزون کی جاننے کا مادہ انسان میں ودیعت کیا گیا اب کس لغت میں ڈہونڈہیں کہ علم کے معنے ودیعت ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ علم ادم الاسمار سے یہہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالے نے آدم کو سب چیزِ تمام بتادی تہیں جو درحقیقت اوسوقت خارج میں موجود ہی نہ تہین اسلئے حالانکہ خدا نے چہہ دن میں زمین و آسمان اور جو کچہہ اوسمین ہے کیا سبزہ اور کیا چرند و پرند وغیرہ سب کو بنایا اور آدم کو سب کے بعد بنایا توریت میں دیکہہ لو اور چہہ دن کے بعد پہر کچہہ زمین و آسمان میں نہیں بنایا پہر وہ کیا باقی رہا تہا جسے آپ فرماتے ہیں کہ خارج میں موجود بہی نہ تہین

(صفحہ ۵) **قولہ** عرضہم میں جو ضمیر مذکر کے ہے اوسکا مرجع اوپر مذکور نہیں ہے اسلئے تمام مفسرون نے اسمار کے لفظ سے جو ضمناً اوسکے مسمیات سمجہہ میں آتی ہیں اوسطرف اس ضمیر کو راجع کیا ہے پہر یہہ مشکل پیش آتی ہے کہ اوسکے لئے ضمیر مونث کا ہونا چاہئی تہا نہ ضمیر جمع مذکر کا اسکا حل صاحب تفسیر بیضاوی نے یہہ کیا ہے کہ مسمیات میں ذوی العقول اور غیر ذوی العقول سب شامل تہے اسلئے تغلیباً ضمیر جمع مذکر کی جو ذوی العقول کے لئے مخصوص ہے لائی گئی ہے مگر میرے نزدیک ہم کی ضمیر انسانون کیطرف راجع ہے جو ضمناً لفظ آدم سے سمجہے جاتے ہین ہمنے ابہی بتایا ہے کہ آدم سے شخص خاص مراد نہیں ہے بلکہ انسان مراد ہے اور اسمقام پر افراد انسانی کا موجود ہونا ہی تسلیم نہیں کیا گیا ہے بلکہ صرف اوسکی فطرت کا بیان کرنا تسلیم ہوا ہے اور اسلئے ضمیر جمع مذکر غائب کا اوسکے لئے لانا بالکل صحیح تہا گویا خدا تعالے نے تمام چیزون کے جاننے کی قوت انسان میں اور اوسکی ذریات میں ودیعت کرکر تہنز لا فرشتون سے کہا کہ تم سب باتین تو کیا بتاؤ گے انسان ہی میں جو کچہہ ودیعت کیا گیا ہے اوسی کو بتلا دو جب وہ عاجز آئے تو خدا نے ان سے کہا کہ تو اون حقایق و معارف

کو جو فرشتون مین ہین بتلا دے اِس آیت مین جو ہم کی ضمیر ہے وہ انسان کیطرف راجع
ہے اور انبہم اور اسماہم مین جو ہم کی ضمیر ہے وہ فرشتون کیطرف راجع ہے الخ ج
بیضاوی کے اقوال بیشتر جو آپ کے مطلب کیموافق مل گئے اونہین آپ اپنے طبعزاد کے
تائید مین نقل کرتے آئے اور یہان جو بیضاوی کو اپنے مطلب کیموافق نپایا تو اوس سے
روگردان ہوگئے اور یہہ جو آپنے فرمایا کہ خدا تعالے نے تمام چیزون کے جاننے کی
قوت انسان مین اور اوسکی ذریات مین ودیعت کر کر تنز لاً فرشتون سے کہا الخ پس
تمام چیزون کے جاننے کے قوت انسان مین ودیعت ہوئی مگر خدا کو جاننے کی قوت
باوجود بار بار وحی نازل ہونیکی ودیعت نہوئی اسکا کیا سبب کیونکہ کروڑون انسان ابتک
خدا سے ناواقف ہین اور صفحہ ۶۳ و صفحہ ۶۴ اور بہت سے مقامون مین فرشتون
سے مراد قوائے ملکوتی آپ نے فرمایا ہے جو انسان مین ہوتی ہین اور یہان آپ فرماتے
ہین کہ خدا نے فرشتون سے کہا کہ تم سب باتین تو کیا بتاوگے انسان ہی مین جو کچھہ ودیعت
کیا گیا ہے اوسیکو بتلا دو جب وہ عاجز آئے تو خدا نے انسان سے کہا اب یہہ چیستان سمجھہ
مین نہین آتی کہ جب قوت ملکوتی انسان ہی کی ایک قوت ہے تو پہر اوس سے انسان
ہی مین جو کچھہ ودیعت کیا گیا ہے پوچہنا چہ معنے دارد اور جبکہ وہ انسان ہی مین کے خواص
جنکی وہ قوت ہے بتا نسکے اور عاجز آئی تو صفحہ ۵۶ مین جو آپ نے لکھا ہے کہ تمام
چیزون کے جاننے کا مادہ انسان مین ودیعت کیا گیا ہے یہہ صریح غلط ثابت ہوا
یا نہین یعنے جب وہ قوت ملکوتی جو انسان ہین کی ایک قوت ہے انسان ہی کے خواص
نہ بتا سکے تو سب چیزون کے جاننے کا مادہ انسان مین ودیعت ہونیکا کیا ثبوت ہے
مطلب یہہ کہ جب وہ قوت اپنا ہی کچھہ نیک و بد نہین جانتی تو دوسریکا حال کیا جانتے
ہوگے پہر تمام چیزونکے جاننے کا مادہ اوسمین کیا ودیعت ہوا اور فرشتونکے حقایق و معارف
جیسا کہ صفحہ ۶۱ مین آپ نے ترجمہ مین لکھا ہے اوسنے کیا بتائے ہونگے قطع نظر اسکے قوائے
ملکوتی انسانی کو تو آپ فرشتہ فرماتے ہین پہر وہ دوسرے فرشتے کونسے تہے جنکے نام جنہین
آپ حقایق و معارف فرماتے ہین قوای ملکوتی نے بتا دیے ایک جگہہ آپ فرماتے ہین کہ
خدا نے فرشتون سے کہا کہ تم انسان ہی مین جو کچھہ ودیعت کیا گیا ہے تبلا دو اور وہ عاجز آئے
یعنے نہ بتا سکے اور دوسری جگہہ آپ فرماتے ہین یعنے صفحہ ۶۱ مین کہ قوائے ملکوتی نے

جس سے مراد فرشتے ہین فرشتونکے نام یعنے اونکے حقایق و معارف بتادی یعنے ایک جگہہ فرشتون کے عقل جاتے رہی ہی اور دوسری جگہہ اونمین عقل آگئی کیونکہ آدم کا تو بقول آپکے یہان ذکر ہی نہین ہے بلکہ بقول آپ کے اس مقام پر افراد انسانی کا وجود ہونا ہی تسلیم نہین کیا گیا ہے بلکہ صرف اونکی فطرت کا بیان تسلیم ہوا ہے اسلئے یہہ آپ کی تفسیر ہے یا کہانی جھوٹی اور بات اسسے یہی ہے اسکے سوا جبکہ آپ صفحہ ۹۴ کے آخر مین فرما چکے ہین کہ انسان ایک مجموعہ قوا ملکوتی اور قوائی بہیمی کا ہے اور ان دونون قوتون کی بے انتہا ذریات ہین جو ہر ایک قسم کی نیکی و بدی مین ظاہر ہوتی ہین اور وہی انسان کے فرشتے اور اونکی ذریات ہین اور وہی انسانکے شیطان اور اوسکی ذریات ہین اسلئے پس وہ قوت ملکوتی جبکہ انسان ہی کی ایک قوت ہے تو انسان ہی کا حال بتا نہین وہ کیون عاجز آئی پس یہین سے ثابت ہوگیا کہ عرضہم مین ہم کی ضمیر انسان کیطرف راجع نہین بلکہ اسمار کیطرف راجع ہے جس سے ثابت ہوا کہ آدم سے انسان یعنی بنی آدم مراد نہین ہے کیونکہ مرجع قریب لفظ اسما ہے اور مرجع بعید لفظ آدم اور قریب کو چھوڑکر بعید کیطرف دوڑنا بیجا ہی اب دیکھی کہ ہم کی ضمیر مرجع قریب کو چھوڑکر مرجع بعید یعنے آدم کیطرف پھیرنا اور پھر آدم سے بنی آدم مراد لینا اور پھر اوسکے واسطے ایک طولانی بحث لا یعنی لکھنا کوہ کندن و کاہ برآوردن ہوا یا نہین

(صفحۃ ایضاً) **قولہ** اس قصہ مین جو سجدہ کا لفظ آیا ہے اوسکے معنے زمین پر سر ٹیکنے کے نہین ہین بلکہ اطاعت اور فرمان برداری یا تذلل کے ہین سجدہ کے لفظ کو ان معنون مین مستعمل ہونیکی ثبوت مین بیضاوی سے دو شعر نقل کئے ہین پہلا شعر —

بجمع تضل البلق فی حجراته ؛ تری الاکم فیہ سجدا للحوافر یہہ شعر زید الخیلی الطائی کا ہے اور اسکا مطلب یہہ ہے کہ ٹیلے اور جنگل اوسکے گھوڑونکے ناپونکو سجدہ کرتے ہین یعنے ناپون کے نیچے ذلیل ہوتے اور دب جاتے ہین دوسرا شعر یہہ ہے ——

فقد ان لها وہا ابا خطامہ ؛ وقلن لہ اسجد للیلی فاسجدا یہہ شعر حمید ابن ثور الہلالی کا ہے اسکا مطلب یہہ ہے کہ کیسا ہی وحشی و شریر اونٹ لیلے کے سامنے بیجاوین اور لیلی اور اوسکی سہیلیان اوسکو کہین کہ لیلی کو سجدہ کر تو وہ سجدہ کرتا ہے یعنے گردن جھکاکے تابعداری کرتا ہے الخ **ج** چونکہ اس شعر مین سجدہ سے مراد تابعداری آپنے

فرمائی اسوجہہ سے اس قصہ آدم مین جو سجدہ کا لفظ آیا ہے اوسکے معنے زمین پر سر ٹیکنے کے نہین بلکہ اطاعت کے ہین واہ کیا عمدہ تفسیر آپ نے لکہی ہے شعرا بت کو خدا بناتے ہین اور انکے بیہودہ خیالات کہین خدا کے کلام کیواسطے بہی نظیر ہو سکتے ہین اسکے سوا اوس شعر مین تو از راہ مبالغہ جو کہ شعر کا غائت حسن ہے ٹیلے اور جنگل یا اونٹ کا سجدہ کرنا مذکور ہے اور اگر فقط جنگل کا روندا جانا یا اونٹ کا گردن ڈالکر تابعداری کرنا اوسسے مراد سمجہے جائے تو شعر کی خوبی کیا باقی رہی دندان تو جملہ در دہان اند کا مضمون ہو جائے کیونکہ جنگل تو روندے ہی جاتے اور اونٹ تو ہر ساربان کے آگے گردن ڈالتا اور تابعداری کرتا ہے اسمین ممدوح کی صفت کیا ہوئی اس سے ثابت ہوا کہ دونون شعر ونمین فقط سجدہ کرنا ہی مراد ہے پہر یہہ کہ سجدہ کرنا کیا تابعداری نہین سرکشی ہے جو آپ سر ٹیکنے کو اور تابعداری کو جدا جدا جانتے ہین علاوہ ان سب باتون کے اگر سجدہ کے معنے سر ٹیکنا آپ نہین قرار دیتے تو سر ٹیکنے کیواسطے سجدہ کے سوا کوئی دوسرا لفظ قرآن مین سے ہم پہونچائی اور جب نہ ملے تو یقین کیجئے کہ سجدہ سے مراد وہی سر ٹیکنا ہے اور سجدہ کے اقسام یعنے سجدہ تعظیمی وسجدہ عبودیت وغیرہ مین فرق کرنا محل تعارض نہین ہے اگر اسی پر آپ نے اکتفا کیا ہوتا تو مین کیون اتنا درد سر گوارا کرتا اب گنتے تو جائیے کہ آپکے ایک ایک بات کے واسطے کتنے جواب مجہے لکہنے پڑتے ہین اور وہ بہی آپ کے مضمونون کیطرح ایسی جہگڑے کے نہین ہین کہ پڑہنے والے کے عقل بالکل گم ہو جلے سجدہ کے صفت قرآن ہی مین یہہ لکہی ہے یخرون للاذقان سجدا گرتے ہین منہہ کے بل سجدہ مین

(صفحہ ۵۸) **قولہ** تین لفظ اِس قصہ مین اور ہین جنت شجر ہبوط علماء اسلام نے اوسکے بیان مین عجیب باتین کی ہین جو لوگ کہ صرف لفظون ہی پر چلتے ہین اونہون نے تو جنت کو ایک خیالی بہشت عالم بالا پر مان لیا اور درخت سے بہی سچ مچ کا کوئی درخت گیہون یا انگور یا انجیر کا اور ہبوط سے عالم بالا سے زمین پر گرنا توریت مین بہی یہہ قصہ نہایت عمدگی ولطافت سے بیان کیا گیا ہے اوسمین جنت سے ایک باغ کا دنیا مین آدم کے لئے لگانا اور اوسمین دو درختونکا ہونا جنکے کہانے سے آدم کو منع کیا تہا ایک درخت علم خیر وشر اور دوسرا درخت حیات بیان ہوا ہے یہودی اور

عیسائیون نے بہی توریت کے بیان لطیف کو نہایت ابتر و خراب طرح پر بیان کیا ہے
اور یہہ سمجہتے ہین کہ درحقیقت خدا نے عدن مین ایک باغ اوگایا تہا اور اوسمین سچ مچ
کے دو درخت تہے ایک کی یہہ تاثیر تہی کہ اوسکے کہانے سے علم خیر و شر آجاتا ہے جیسے
سمونیا کے کہانیسے دست آجاتے ہین اور دوسرے کا پہل امرت پہل ہے جسکے
کہانیسے آدمی کبہی نہین مرتا پس بہت سے علماء اسلام نے جنکو اس قسم کے قصص مین
یہودیون کی پیروی کرنیکی عادت پڑگئی ہے اونکی پیروی کی اونہون نے کہا کہ یہہ جنت
زمین پر تہی اور یہہ طے ہے اونہون نے جنت سے باہر نکال دینے کے معنے لیے معتزلہ نے
اوسکی جگہہ بہی بتا دی کہ فلسطین مین فارس و کرمان کے بیچ مین اور بعضون نے کہا کہ سدرۃ
المنتہے بہی زمین ہی پر تہا مگر ہم ان معنون مین سے کسیکو تسلیم نہین کرتے ہم شروع ہی سے
اس قصہ کو ایک واقعی قصہ نہین سمجہتے بلکہ صرف انسانی فطرت کا اوس فطرت کی
زبان حال سے بیان قرار دیتے ہین الخ ج آپ فرماتے ہین کہ توریت مین بیان
کیا گیا ہے کہ جنت سے ایک باغ کا دنیا مین آدم کے لئے لگانا بیان ہوا ہے اور یہودی
اور عیسائیون نے یہہ سمجہا کہ درحقیقت خدا نے عدن مین ایک باغ اوگایا تہا الخ یہہ
عجیب اوٹپٹی بات خانصاحب بہادر نے فرمائی توریت مین کہین نہین لکہا ہے کہ خدا نے
دنیا مین باغ لگایا بلکہ وہان عدن کا لفظ موجود ہے اور یہودی بہی اوسے ایسا ہی جانتے
ہین مگر بعضے عیسائی سمجہتے ہین کہ دنیا مین وہ باغ تہا پس توریت مین جہان عدن کا لفظ موجود
ہے اوسی آپ دنیا مین پڑہتے ہین اور بعضے عیسائی جو اوسے دنیا مین سمجہتے ہین اسے آپ عدن
ہین فرماتے ہین یعنے جہان عدن پڑہنا چاہئے وہان آپ دنیا پڑہتے ہین اور جہان دنیا کہنا چاہئے
وہان آپ عدن کہتے ہین اسکے سوا سب عیسائی بہی ایسا عقیدہ نہین رکہتے ہین چنانچہ
ولیم میور صاحب کتاب شہادت قرانی مطبوعہ لکہنؤ ۱۸۶۱ء کے صفحہ ۳ مین اقرار کرتے
ہین کہ قران کے آیات کثیر مین ایسے قصص اور روایات بہی لکہے ہین جو یہود و نصارے
کے کتب ربانی مین درج ہین اور بہت مقامات پر اون قصص اور روایتون کا وہی طرز اور
وہی طریقہ ہے جو توریت و انجیل مین ہے بلکہ بعض بعض جگہہ تو الفاظ طابق النعل بالنعل
ملجاتے ہین چنانچہ ہبوط آدم و حوا کا بیان الخ اور قران مین خود جنت عدن کا نام
موجود ہے (دیکہو سورہ صف) اب فرمائے کہ زمین پر وہ کونسی جنت عدن ہے جسکے

سو آپ فرماتے ہین کہ علماء اسلام نے جنت کو ایک خیالی بہشت عالم بالا پر مان لیا انہین
سے ثابت ہے کہ آپ کے نزدیک کوئی بہشت عالم بالا پر نہین ہے اور جیسے علماء اسلام جنت
کہتے ہین وہ ایک خیالی بہشت عالم بالا پر ہے اور معتزلہ جو اوس جگہہ کو فلسطین مین فارس
و کرمان کے بیچ مین بتاتے ہین کہان فلسطین اور کہان فارس و کرمان ایسے بیوقوفون کے
حال پر نظر کر کے خانصاحب بہادر نے جانا کہ اب پیغمبر یا مصلح مذہب بننے کا موقع ہے
علی ہذا القیاس اون لوگونکے عقل کا بھی یہی حال ہے جو سدرۃ المنتہی کو زمین پر کہتے ہین
اسیوجہہ سے خانصاحب بہادر نے فرمایا کہ ہم شروع ہی سے اِس قصہ کو یعنے پیدایش
آدم و حوا و سجدہ ملائکہ و انکار شیطان و ہبوط آدم و جنت وغیرہ کو ایک واقعی قصہ
نہین سمجھتے تھے یعنے خانصاحب بہادر کو وہ لوچ روایتین معتزلہ وغیرہ کی سنکر ایسی
نفرت ہوئی کہ وہ اوس سارے قصہ کو لغو اور جھوٹہہ سمجھنے لگے اور نہ فقط یہی بلکہ جنت
و نار کو بھی محض ایک خیالی شئ تصور فرمایا اور یقین کرلیا کہ کوئی بہشت عالم بالا پر نہین
بلکہ یہہ سب کچھہ دنیا ہی مین ہے یعنے انسان کا جنت مین رہنا اوسکے فطرت کے ایک
حالت کا بیان ہے جبتک کہ وہ مکلف کسی امر و نہی کا نہ تھا (دیکھو صفحہ ۵۹ یعنے قول خان
صاحب بہادر) پس خانصاحب بہادر کے نظر مین جنت یہی دنیا ہے یعنے الدنیا سجن المومن
و جنت الکافر اور میری دانست مین خانصاحب بہادر کے معلومات اون گمکردہ عقلونکے
معلومات سے البتہ بہت ترقی کئی ہوئی ہے کیونکہ اون لوگون نے سدرۃ المنتہی
کو زمین پر کہا تھا مگر خانصاحب بہادر نے جنت ہی کو زمین پر قایم کیا جبکہ فرمایا کہ انکا
جنت مین رہنا اوسکے فطرت کے ایک حالت کا بیان ہے جبتک کہ وہ مکلف کسی
امر و نہی کا نہ تھا استھے واضح ہو کہ اگر یہہ قیاس صحیح نکلے کہ مرنیکی بعد انسان کی روح عالم بالا
پر صعود کرتی ہے تو بہشت کے عالم بالا پر ہونیمین کچھہ شک نرہیگا اور حضرت آدم کا بہشت
مین پیدا ہونا یہین سے ثابت ہو جائیگا کیونکہ بسبب خطا کے آدم بہشت سے نکالا گیا
اِس پر دلیل یہ ہے کہ گناہ و خطا معاف ہونیکے بعد بنی آدم اوسی بہشت مین جاوینگے جسمین
حضرت آدم گناہ کر کے نکالے گئے تھے اور جنکے گناہ معاف ہون اونکا بیان ذکر بہشتی
یہہ جو مین نے لکہا انجیل مین بھی یہی ذکر موجود ہے دیکھو رومیونکا ۵ باب ۱۲ سے
آخر تک اور عبرانیونکا ۳ باب ۱۲ و ۱۸ دوسرے قرنتیونکا ۱۲ باب ۲ - ۴

(صفحہ ۵۹) **قولہ** پس انسان کا جنت میں رہنا اوسکے فطرت کے ایک حالت کا بیان ہے جبتک کہ وہ مکلف کسی امر ونہی کا نہوا واللہ در من قال

طفلی و دامان مادر خوش بہشتے بودہ است ؛ ؛ چون بپاے خود روان گشتیم سرگردان شدیم

اور اوسکا شجر ممنوعہ کے پاس جانا یا اوسکا پہل کہانا اوسکے فطرت کی اوس حالت کا بیان ہے جبکہ وہ اوامر ونواہی کا مکلف ہوا اور ہبوط سے اوسکے فطرت کی اوس حالت کا تبدیل ہونا مراد ہے جبکہ وہ غیر مکلف سے مکلف ہوا ہبوط کے لفظ کا استعمال صرف انتقال مکان ہی پر مختص نہیں ہے الخ **ج** یہہ حالت تو سب جاندار بچے روئے ہی ہوتی ہے گدھا جبتک اپنی ماں کا دودہ پیتا کب لادا جاتا یعنے مکلف ہوتا ہے پہر ان نیکے لئے اسمین خصوصیت کیا ہوئی اور اگر ہبوط کا استعمال صرف انتقال مکان ہی پر مختص نہین ہے تو اوسکی فطرت کیحالت کی تبدیل ہونے ہے پر مختص ہوگا یہ کس لغت سے آپ نے ہبوط کے معنے نکال لئے غیاث اللغات مین لکھاہے ہبوط فرود آمدن از کشف و منتخب بدانکہ ہبوط کواکب ضد شرف است چون کوکب بمحل ہبوط رسد دلیل است بر پستی احوال منسوبات ان کوکب انتہٰے اِسکے سوا آپ جو فرماتے ہین کہ ہبوط سے اوسکی فطرت کے اوس حالت کا تبدیل ہونا مراد ہے جبکہ وہ غیر مکلف سے مکلف ہوا الخ یعنے انسان یا بنی آدم کیونکہ اگر ہبوط اوسکے لئے نہوتا تو بقول آپ کے وہ مکلف ہی نہوتا پس ہبوط کے وجہہ بہی کوئی واجبی ہونی چاہئے تاکہ سراسر ظلم نبنایا جاسئے کیا بیوجہہ ہی خدا کسی کو سزا دیتا ہے یہہ اوسکی عدالت سے بعید ہے پس اب جبتک آپ کوئی نافرمانی اوسکی ثابت نکرلین یہہ ساری خیالی بناوٹ بیکار ہے اور جب آپ ثابت نکرسکین تو یقین کیجئے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی نافرمانی اونکے ہبوط کا باعث ہوئی دوسری غلطی آپ سے اِس بناوٹ مین یہہ ہوئی کہ آپ فرماتے ہین کہ ہبوط سے اوسکی فطرت کی اوسحالت کا تبدیل ہونا مراد ہے جبکہ وہ غیر مکلف سے مکلف ہوا الخ لیکن حضرت آدم علیہ السلام تو وہ پہل کہانے سے بیشتر ہی مکلف تہے کیونکہ خدا نے اونہین یہہ شریعت عطا کی تہی کہ منع کئی ہوئے درخت سے پہل نکہانا اگر کہاوگے تو گنہگار ہوجاوگے لاتقربا ہذہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین اور جب اِس حکم کے خلاف حضرت آدم سے سرزد ہوا تو اوسکی پاداش مین اونکے لئے

ہبوط لازم آیا لیکن آپ نے جو پہلی حالت انسان کے بیان کی اُسمین آپ خود فرماتے ہین کہ وہ یعنے انسان مکلف امر و نہی کا نتہا پس اِس قصہ سے یہہ مرادی مطلب آپکا کب مطابق نکلا وہان تو ہبوط کی وجہہ موجود تہی اور آپ تو فقط بچون کے لایعنی باتون کیطرح طول کلام فرما گئے تیسرے غلطی آپ سے یہہ ہوئی جو فرمایا کہ اوسکا شجر ممنوعہ کا پہل کہانا اوسکی فطرت کی اوس حالت کا بیان ہے جبکہ وہ اوامر و نواہی کا مکلف ہوا اور ہبوط سے اوسکے فطرت کی .... اوس حالت کا تبدیل ہونا مراد ہے جبکہ وہ غیر مکلف سے مکلف ہوا الخ یعنے پہل کہانے سے مکلف ہونا اور ہبوط سے تبدیل حالت آزادی مراد ہے اب یہہ فرمائی کہ جبتک تبدیل نہین ہوئی وہ مکلف اصطلاحی آپکا کیسے ہوگیا حالانکہ آپ پیشتر مکلف ہونا اور اوسکے بعد تبدیل فرماتے ہین اور اس سے تو آپ کو چارہ ہی نہین ہے کیونکہ پہل کہانا پیشتر اور ہبوط اوسکے بعد واقع ہوا تہا اور پہل کہانے سے مکلف ہونا اور ہبوط سے تبدیل آپ کے تاویل ہے اور غیر مکلف یعنے حالت آزادی ہے جبتک تبدیل واقع نہو وہ مکلف کیونکر ہوسکتا ہے پس آپ کے قیاس کے بموجب ہبوط پیشتر اور پہل کہانا اوسکے بعد قرار دین تب آپ کے اوس خیالی بناوٹ کی ترتیب قرار پائی اور جبکہ اوسکے خلاف وہان واقع ہوا تہا تو آپ کی یہہ ساری بناوٹ جو فی الحقیقت انتہا درجے کی عرق ریزی سے ایک نئی بات پیدا کی تہی لڑکون کا کہیل ہوگئی اور نہ فقط اسی مقام پر بلکہ ہر مقام پر شروع سے ملاحظہ کرکے دیکہہ لیجئے

(صفحہ ایضاً) قولہ اسبات کا ذکر کہ خدا نے کس چیز سے آدم کو یا تمام زمین پر چلنے والے جانداروں کو پیدا کیا متعدد لفظون سے قرآن مین آیا ہے الخ **ج** پیشتر آپ نے فرمایا کہ ہم شروع ہی سے اس قصہ کو ایک واقعی قصہ نہین سمجہتے الخ اور آدم سے بنی آدم اور جنت مین رہنے سے حالت نابالغی اور پہل کہانے سے مکلف اوامر و نواہی کا ہونا اور ہبوط سے تبدیل حالت نابالغی وغیرہ تاویل کی ہے مگر تعجب کہ شجرہ کے کوئی تاویل ذہن عالی مین نہ آئی اب یہان پیدایش آدم کا بیان صفحہ ۶۰ و ۶۱ و ۶۲ تک آپ نے لکہا ہے کہ وہ اور تمام حیوانات مٹی سے اور سمندر کی پانی سے پیدا ہوئی تہی اور قرآن مین آٹہہ جگہہ قصہ آدم آیا ہے پہر آپ نے وہ سب مقامات نقل

گئی ہین اور ترجمہ اور اوسکے تفسیر لکھی ہے پس تعجب کہ آپ کو قصہ آدم سے انکار ہی ہے اور پہر اونہین کا قصہ اسی جگہہ لکھنے سے آپ کو چارہ نہوا جس سے ثابت ہوا کہ آپ کتنی ہی تاویلین کرین قصہ آدم کو کسیطرح بدل نہین سکتی ہین اور ناچار آپکو ایک واقعی قصہ اسی ماننے پڑا ہے ورنہ یہان پیدایش آدم وغیرہ کے بیان سے آپکو علاقہ کیا تہا اور باوجود آپ کے اوس لمبی چوڑی تاویل کی پہر یہان پیدایش آدم کی بیان کا محل و موقع کب تہا

(صفحہ ۶۳) **قولہ** اس قصہ مین چار فریق بیان ہوئے ہین ایک خدا دوسرے فرشتے یعنے قواے ملکوتی تیسرے ابلیس یا شیطان یعنے قوائی بہیمی چوتہے آدم یعنے انسان جو مجموعہ اون قوے کا ہے اور جسمین عورت و مرد دونون شامل ہین مقصود قصہ کا انسانی فطرت کی زبان حال سے انسان کی فطرت کا بیان کرنا ہے الخ رح ان چند صفحون مین قرآن کی وہ متفرق آیتین متفرق سورتون کی جنمین قصہ آدم مذکور ہے ایک خاص ترتیب کیساتہہ یکجا کرکے آپنے سلسلہ وار یہہ بیان لکہا ہے گویا قرآن کی یہہ ایک دوسری ترتیب ہوگئی ہے مگر خانصاحب بہادر کا مطلب تو اس سے بہی نہ نکلا کیونکہ اون آیتون مین بجز ذکر آدم و حوا و شجر و ابلیس وغیرہ قواے ملکوتی و قوائے بہیمی وغیرہ کا نام تک نہین ہے اور نہ آدم سے مراد انسان ہے پہر اتنی تکلیف اور دردسری سے فایدہ کیا ہوا اگرچہ اس تفسیر مین کوئی فقرہ یا جملہ آپکا فطرت سے خالی نہین ہے مگر یہان تو کچہہ بہی آپکی فطرت نہ چلی آپ جو فرماتے ہین کہ فرشتے یعنے قواے ملکوتی ابلیس یعنے قواے بہیمی آدم یعنے انسان یہہ یعنے آپ کی صریح لایعنی ہے اگر ایسے یعنے کی یہان گنجایش ہوتی تو کوئی دوسرا شخص اور ہی یعنے یہان ثابت کرسکتا ہے اور اسی قاعدہ کے بموجب جو کوئی چاہے آدم اور فرشتے اور ابلیس سے اور ہی مراد قایم کرکے ایک نیا قصہ بنا سکتا ہے

(صفحہ ۶۴ و ۶۵) **قولہ** خدا جو سب کا پیدا کرنیوالا ہے گویا قواے ملکوتی کو مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ مین ایک مخلوق یعنے انسان کثیف مادہ سے پیدا کرنے کو ہون مگر وہی میرا نائب ہونے کے لایق ہے جب مین اوسکو پیدا کرچکون تو تم سب اوسکو سجدہ کرنا استعمال پر مخاطبین کو اس بات کا کہ اوس مخلوق مین قواے بہیمیہ ہونگے

عالم قرار دیا گیا ہے اور بمقتضائے فطرت ان قویٰ کے اونہون نے کہا کہ کیا تو ایسی کو خلیفہ کریگا جو زمین پر فساد مچاوے اور خون بہاوے اور قوائے ملکوتی نے اپنی فطرت اسطرح بیان کی کہ ہم تو تیری ہی تعریف کرتے ہین اور تجھہ پاک کو یاد کرتے ہین پچھلا فقرہ قوئے کی فطرت کو ہی بتاتا ہے جو قوئے جس کام کے لئے ہین وہی کام کرتے رہتے ہین کہ وہ ہی اونکی تسبیح و تقدیس ہے قوت نامیہ انما اور قوت ناطقہ نطق قوت احراق حرق قوت سیالہ سیلان قوت جامدہ انجماد کے سوا اور کچہہ نہین کر سکتے الخ ج واہ سیلان و انجماد وغیرہ یہہ خدا کی تسبیح و تقدیس ہے یہہ ایسی بات ہے کہ جو خدا کی تعریف کرتے ہین وہ ہی تسبیح و تقدیس کرتے ہین اور جو کفر بکتے ہین وہ ہی تسبیح و تقدیس کرتے ہین کیونکہ سیلان و انجماد صفت متضادہ ہین پہر عقرب مین نیش زنی اور سانپ مین ڈسنے کی قوت ہی تسبیح و تقدیس کرتے ہونگے یہہ عجیب تقدیس و تسبیح آپ نے فرمائی اسکے سوا ہنوز آدم تو پیدا نہوا تہا یہہ قوت ناطقہ وغیرہ کہان سے آگئی اسکے سوا حضر ادم کا گیت تو آپ نے اسجگہہ نقل نہین کیا اگرچہ پرچہ تہذیب الاخلاق مطبوعہ یکم ربیع الاول ۱۲۸۹ ہجری مین اوسے مشتہر فرما چکے ہین اور رسالہ شہاب ثاقب مصنفہ مولوی محمد علی بخش خانصاحب بہادر مطبوعہ مطبع نول کشور لکہنو ۱۲۸۹ ہجری وجنوری ۱۸۷۳ء آخر صفحہ ۳ ور رسالہ حقیقۃ الاسلام مصنفہ سید محمد عبد اللہ صاحب مطبوعہ مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۱ ہجری صفحہ ۸۴ مین یہہ گیت موجود ہے پس انہین دونون کتابون سے ہم اوس گیت کو نقل کرتے ہین وہو ہذا آدم خیالی سے جناب سید احمد خانصاحب نے سوال کیا کہ تم کون ہو اور تمہارا کیا نام ہے جواب ملا کہ مین نہین جانتا کہ مین کون ہون مگر میرا نام آدم ہے **سوال** تمہر کیا گذری **ج** مین نے اپنے تئین اسی دنیا مین پایا مگر یہہ نجانا کہ کسطرح بنا اور کسنے بنایا مین نے اور بہی بہت سے چرند پرند کیڑے مکوڑے دنیا مین دیکہے مین سمجہا کہ جسطرح یہہ بنے ہونگے اوسیطرح مین بہی بنا ہونگا مگر دل گہبراتا تہا ایک دن مین نے اپنے پہلو کے پاس ایک اپنی ہی صورت کی چیز دیکہی ہم دونون ایک دوسرے کو دیکہہ کر خوش ہونے لگے مین نے پوچہا کہ تو اے تم کون ہو اور تمہارا کیا نام ہے وہ بولی بہائی یہہ تو مین نہین جانتی کہ مین کون ہون جو تم ہو وہی مین ہون مگر میرا نام حوا ہے

مین بہت خوش ہوا اور تالیان بجا کر خوب اوچہلا کودا اور اوپر کو دیکھہ کر ایک
بڑی ہستی اور بڑے قادر مطلق کا خیال کر کے خوب گیت گانے اور نہایت
ذوق شوق مین یون چلایا او او اری او اری او اری وہ جو ہے اری
وہ جو ہے اری وہ جو رہیگا اری وہ جو رہیگا اری وہ جو تو ہے اری
وہ جو تو ہے میری شکر سے اوس انجان جانب کا رسے میرا شکر لیا اب تم اوسی
برکت کے پہل پہول ہوا تہے اسکے حاشیہ صفحہ ۴۸ حقیقۃ الاسلام مین لکہا ہے کہ
یہہ سرگزشت یکم ربیع الاول ۱۲۸۹ ہجری کے پرچہ تہذیب الاخلاق مین چہپی ہے
اسی آدم کی نسبت ایک مورخ انگریز لکہتا ہے کہ پہلے پہل جو بندر نے انسان
کی صورت پکڑی وہ تہا پس اوچہل اوچہل اور کودکود کر یہہ بے تُک گیت گانا اوس
سے کچہہ بعید نہین ہے مسلمان ناحق خفا ہوتے ہین مسلمانونکا دادا آدم جو بندر سے
انسان کے قالب مین آیا وہ اور تہا اوسکا حال یہہ ہو قرآن شریف اور توریت
مقدس مین لکہا ہے آپ نہتے اور شہاب ثاقب صفحہ ۴۲ کے حاشیہ مین لکہا ہے کہ لیجیے
جاہل سے خطاب شروع ہوا کہ یہہ بہی نہین جانتا تہا کہ مین کون ہون تیرہ معارف و
حقایق سکہلانے آیا تہا اسکی خوبی یہہ کہ تبئین الکلام مین توریت کے باب اول
کی تفسیر مین دو آدم خانصاحب بہادر نے لکہے ہین ایک آدم تہا اور دوسرا
آدم و حوا (دیکہو تبیین الکلام حصہ ۲ مطبوعہ ۱۸۶۵ع پیدایش ابا ب صفحہ ۱۰۹) انہین
ابتر خیالات کے وجہہ سے علماء اسلام نے خانصاحب بہادر کے کفر پر بالاتفاق فتوے
دیا تہا چنانچہ اون سب فتاوے تکفیر خانصاحب بہادر کو مولوی سید امداد العلی
صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر کانپور نے جمع کر کے ایک رسالہ ۸۸ صفحونکا جسکا نام
امداد الافاق برجم اہل النفاق بجواب پرچہ تہذیب الاخلاق ہے ۱۲۹۰ ہجری
مین مطبع نظامی کانپور مین چہپوایا اور تمام ہندوستان مین اوسکی جلدین مشہور ہوگئین
(**صفحہ ۶۶**) **قولہ** انسان کی فطرت کا مخاطبین پر فطرتی تفوق ظاہر کرنیکو
بتمام کمالات نفسانی و روحانی و حقایق و معارف کو انسان کی فطرت مین ودیعت
کر کر جسکو تعلیم اسماء سے تعبیر کیا ہے انسان کو مخاطبین کے سامہنے کیا کہ جو حقایق و
معارف اونمین ہین اونکو بتلاو تو اپنے بسیطہ کی فطرت مین اوسکا علم تہا پس گویا

وہ بولے کہ ہم تو ان کمالات کو نہیں جانتے ہم تو اتنا ہی جانتے ہین کہ جتنا تو نے بتا یاہے یعنی جس محدود فطرت پر پیدا کیا ہے اوسکے سوا کچھہ نہین کر سکتے مگر انسان کی زبان حال نے جسکی فطرت مین اون کلیات و جزئیات تہا مخاطبین کی حقیقت کو بتا دیا اور گویا مخاطبین نے زک پائی اب خدا اپنی قدرت و کمال کے اظہار کے لئے انسانی محاورہ کے موافق جیسے انسان کیکو زک دیکر دوہراتا ہے فرماتا ہے کہ کیون مین نہ کہتا تہا کہ جو کچہہ مین جانتا ہون تم نہین جانتے الخ **ج** ان سب باتونکا جواب صفحہ ۵۷ و ۵۹ کے جواب مین دیکہہ لو اور اون سب باتونکا جواب یہی جو صفحہ ۶۹ تک لکہے کیونکہ یہہ سب وہی باتین ہین جو بیشتر خانصاحب بہادر لکہہ چکے ہین۔

(**صفحہ ۶۹**) **قولہ** یہہ ایک نہایت عمدہ اور دلچسپ بیان فطرت انسانی کا ہے مگر عام لوگ اس راز فطرت کے سمجہنے کے قابل نتہے الخ **ج** لیکن مشکل یہہ ہے کہ آپ کے اسطرح سمجہانے سے سمجہنے والون کی عقل اور بہی گم ہوئی جاتی ہے حالانکہ حقتعالے نے فرماتا ہے کہ ہمنے آسان کیا قرآن سمجہنے کو (سورہ قمر)

(**صفحہ ۷۰**) **قولہ** بنی اسرائیل کا قصہ قرآن مین بہت جگہہ مذکور ہے مگر اکثر لوگونکو اسمین یہہ دہوکہ ہوتا ہے کہ وہ تمام واقعات کا حضرت موسیٰ ہی کے وقت مین ہونا سمجہتے ہین حالانکہ اونمین ایسے ہی واقعات ہین جو حضرت موسیٰ سے پہلے اور اونکے بعد بہی ہوئے ہین حضرت موسیٰ سے جو واقعات متعلق ہین وہ سورہ بقر۔ نسا۔ مائدہ۔ انعام۔ اعراف۔ یونس۔ ہود۔ بنی اسرائیل۔ کہف۔ مریم۔ طہٰ۔ مومنین۔ شعرا۔ نمل۔ قصص۔ صافات۔ مومن۔ زخرف۔ دخان۔ نازعات۔ بیس سورتون مین آئی ہین اونمین مکرر بہی مضامین بیان ہوئے ہین اور کسی مین کسی جگہہ کا واقعہ بیان ہوا ہے کسی مین کسی جگہہ کا ہم اون تمام آیات و الفاظ کو منتخب کرکر بہ ترتیب موسی کے قصہ کو معہ ترجمہ حاشیہ پر لکہدیتے ہین کہ تمام قصہ جسقدر قرآن مجید مین ہے بلفظہ بہ ترتیب معلوم ہو جائے اور پہر ہر ایک آیت کے مطلب کو اوسکے مناسب مقام پر بیان کرینگے الخ **ج** اسکے بعد خانصاحب بہادر نے وہ ساری آیتین متفرق سورتون کے یکجا کرکے اونکا ترجمہ اپنی مرضی کیموافق لکہدیا مگر ترتیب تنزیل یا ترتیب مستعملہ قرآن مدار رہا اور ترجمہ بہی تمام مفسرین

قرآن کے خلاف چنانچہ فاضرب بعصاک البحر کا ترجمہ آپ نے کیا ہے کہ چلا اپنی لاٹہی کے سہارے سمندر مین

(صفحہ ۱۰۱) قولہ سورہ بقر مین اس مقام پر جو واقعات حضرت موسیٰ کے بیان ہوئے ہین اونمین سے واقعہ عبور بحر اور غرق فرعون قابل غور ہے اول تو بہت لوگون نے یہہ غلطی کی ہے جو یہہ سمجہتے ہین کہ حضرت موسیٰ نے دریائے نیل سے عبور کیا تہا یہہ بالکل غلط ہے بلکہ اونہون نے بحر احمر کے ایک شاخ سے عبور کیا تہا تمام مفسرین حضرت موسیٰ کے عبور اور فرعون کے غرق ہونیکو بطور ایک ایسے معجزے کے قرار دیتے ہین جو خلاف قانون قدرت واقع ہوا جسکو انگریزی مین سپرنیچرل کہتے ہین اور یہہ سمجہتے ہین کہ حضرت موسیٰ نے سمندر پر لاٹہی ماری وہ ہٹ گیا اور پانی مثل دیوار یا پہاڑ کے ادہر اودہر کہڑا ہو گیا اور پانی نے بیچ مین خشک رستہ چہوڑ دیا اور حضرت موسیٰ اور تمام بنی اسرائیل اوس رستہ سے پار اوتر گئے فرعون بہی اوسی رستہ مین دوڑ پڑا اور پہر سمندر مل گیا اور سب ڈوب گئے اگر درحقیقت یہہ واقعہ خلاف قانون قدرت واقع ہوا ہوتا تو خدا تعالیٰ سمندر کے پانی ہی کو ایسا سخت کر دیتا کہ مثل زمین کے اوسپر سے چلے جاتے ۔ جو مطلب مفسرین نے بیان کیا ہے وہ مطلب قرآن مجید کے لفظون سے ہی نہین نکلتا الخ **ج** دریائے نیل سے عبور کرنیکی شہرت بے اصل نہتی آپ ناواقفی سے اسے غلط فرماتے ہین لغت کتاب مقدس مطبوعہ مرزاپور ۱۸۷۰ء صفحہ ۱۲۹ مین لکہا ہے کہ اون دونون دریائی قلزم اور نیل دریا ایک نالے سے ملائی گئی اور سوداگرون کے اسباب نالے کی راہ سے بہت جلد مصر مین پہونچائے گئے اسوجہہ سے وہ دونون دریا نیل ہی کہلاتے تہے لیکن اگر خدا تعالیٰ سمندر کے پانیکو سخت کر دیتا تب آپ کہتے کہ خدا نے سمندر کو خشک کیون نہ کر دیا اور اگر آپ پانیکے سخت ہونیکو مان ہی لیتے تو معجزہ ثابت نہونیکے لئے آپ یہی تاویل کرتے کہ برف جم گئی تہی اسلئے خدا نے پانیکو سخت نکیا تہا تاکہ آپ جیسے لوگونکو کوئی موقع تاویل کا نملے اصل حال یہہ ہے کہ ایسے موقع پر خدا نے کہین پانیکو سخت نہین کیا بلکہ ہمیشہ دریا کو دو حصہ کر کے خدا نے اپنے لوگون کو خشک راہ سے نکالا ہے حضرت موسیٰ کو بحر قلزم سے اور حضرت یشوع علیہ السلام کو یردن سے

مقابل رود یردن سے نکالا تہا اور وہان بہی اوسیطرح یردن کا پانی دونون طرف رُک کر تودہ تودہ ہو گیا تہا (یشوع ۳ باب ۱۶ و ۱۷) اسیطرح حضرت الیاس علیہ السلام کو اور سیطرح حضرت الیسع علیہ السلام کو یردن سے نکالا تہا (۲ تواریخ ۲ باب ۸ و ۱۴) اور اسکی وجہہ یہہ ہے کہ اگر پانی سخت کیا جاتا تو چلنے ولون کو یہی خیال رہتا کہ ہم پانی پر چلتے ہین اگرچہ وہ سخت ہے اور ممکن ہے کہ آگے چلکر کہین یہ سختی نہو کیونکہ برف جمی ہوئی ہے اور دریا مین خشک راستہ پیدا ہونیسے اونہین یقین ہو گیا تہا کہ خداوند نے ہمارے واسطے یہہ شاہراہ بنائی ہے

اور یہہ جو آپنے فرمایا کہ وہ مطلب جو مفسرین اسلام نے لکہا ہے قرآن مجید کے لفظون سے بہی نہین نکلتا یعنے یہہ سمندر مثل دیوار کے ادہر اودہر کہڑا ہو گیا اور پانی نے بیچمین خشک رستہ چہوڑ دیا یہہ عجیب بات خانصاحب بہادرنے فرمائی قرآن مین تو صاف لکہا ہے کہ ہمنے حکم بہیجا موسی کو کہ مار اپنے عصاسے دریا کو پہر پہٹ گیا تو ہو گئے پہانک جیسے بڑا پہار (سورہ شعرا) کیا یہہ ترجمہ اسی آیت کا نہین ہے کہ فاوحینا الی موسی ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم اور اسسے بہی زیادہ مفصل یہہ ماجرا توریت مین لکہا ہے پس کیا یہہ مفسر کچہہ پڑہے لکہے نہتے جو قرآن کے لفظون کے معنے نہین سمجہے

(**صفحہ ۳ ٧ - ٦ ٧**) **قولہ** سمندر مین راستہ ہو جانے کی نسبت قرآن مجید مین تین جگہہ ذکر آیا ہے اول سورہ بقر مین جہان فرمایا ہے کہ اذ فرقنا بکم البحر دویم سورہ شعرا مین جہان فرمایا کہ اوحینا الی موسی ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم تیسرے سورہ طہ مین جہان فرمایا ہے کہ فاوحینا الی موسی ان اسر بعبادی فاضرب لہم طریقا فی البحر یبسا لا تخاف درکا ولا تخشی فاتبعہم فرعون بجنودہ فغشیہم من الیم ما غشیہم پہلی آیت مین تو کوئی لفظ ایسا نہین ہے جس سے سمندر کے جدا ہو جانے یا پہٹ جانے کو خلاف قانون قدرت قرار دیا جاسکے الخ

ج سورہ طہ کے اوس آیت مین ہے لقد اوحینا الی موسی جیسے آپ نے فاوحینا الی موسی لکہا ہے اور سورہ بقر کی آیت کا ترجمہ صفحہ ٧ ٨ مین خانصاحب بہادر نے یہہ کیا ہے جبکہ ہمنے تمہاری سبب سے سمندر کو جدا کر دیا یعنے ہٹا دیا الخ یہہ یعنے آپ کی ہر جگہہ غضب کی ہے سمندر کے جدا کر دینے

کو ہٹا دینا تمام دنیا مین کوئی نسمجھے گا توریت مین لکھا ہے کہ خدا نے کہا پانیون کے
بیچ فضا ہو اور پانیونکو پانیون سے جدا کیرے (پیدایش ۱ باب ۶) پس الہامی محاورہ
مین بلکہ تمام دنیا کے محاورہ مین پانی کے جدا کرنیسے مراد اوسکی درمیان فصل کردینا ہے
اور ہٹا دینے مین کوئے فصل واقع نہین ہوتا ہے اور آپ خود ہی فرماتے ہین کہ
کہ سمندر کے جدا ہو جانے یا پہٹ جانیکو خلاف قانون قدرت قرار دیا جاسکے
الخ پہر سمندر کے جدا ہوجانے یا پہٹ جانیکو جو آپ نے ہٹا دیا صفحہ ۷۸ مین لکہا
ہے اب تمام دنیا مین آپ دریافت کیجیے کہ پہٹ جانیکو ہٹ جانا کون کہتا ہے اور قانون
قدرت کے خلاف تو اسے کوئی مسلمان نہین کہتا ہے کیونکہ وہ سمندر کا دو حصہ ہونا
خدا کی قدرت کا ظہور تہا مگر انکار تو آپہی کو خدا کی قدرت سے ہے جو اس
واقعہ کا یقین نہین کرتے

(صفحہ ۷۷ - ۸۵) قولہ دوسری آیت مین جو الفاظ مین اونہین پر تمام
مفسرین کا دارومدار ہے وہ ان اضرب بعصاک البحر کے یہہ معنے لیتے ہین کہ خدا نے
موسیٰ سے کہا کہ سمندر کو اپنی لاہٹی سے مار چنانچہ حضرت موسیٰ نے لاہٹی ماری اور
سمندر ہٹ گیا یا پہٹ گیا یا سمندر کے تہ مین کہل گئی — اصل یہہ ہے کہ یہودی
اسبات کے قائل تہے کہ حضرت موسیٰ کے لاہٹی مارنے سے سمندر پہٹ گیا تہا اور
زمین نکل ائی تہی اور لاہٹی مارنے سے پتہر مین سے پانی بہہ نکلا تہا علماء اسلام
تفسیر دینین اور خصوصاً بنی اسرائیل کے قصون مین یہودیون کی پیروی کرنیکے
عادی تہے اور قرآن مجید کے مطالب کو خوانخواہ کہینچ تان کر یہودیون کی روایتون
کے موافق کرتے تہے اسلئے اونہون نے اس جگہہ بہی اور وہان بہی جہان قرآن
مین آیا فاضرب بعصاک الحجر فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا ضرب کے معنے زدن کے
لئے اور اوس سیدہی سادی معجزہ کو ایک معجزہ خارج از قانون قدرت بنا دیا
الخ ج اسکے بعد خانصاحب نے ایک بڑی طول بحث طالب العلمانہ وہ بہی صریح
غلط کرکے فرماتے مین کہ ضرب کے معنے زدن کے نہین بلکہ چلنے یا جلد چلنے کے ہین
اور جب ضرب کے معنے چلنے کے لئے جاتے ہین تو بواسطہ حرف جر یعنے فی کی متعدی
کیا جاتا ہے اور جو افعال کہ بواسطہ حرف جر کے متعدی ہوتے ہین اونمین حرف جر کو

محذوف کرنا اور فعل کو بلا واسطہ مفعول کیطرف متعدی کرنا جایز ہے اور اوس
مفعول کو منصوب علے نزع الخافض کہتے اِسمقام پر فعل اضرب کے عصا کے ساتھ
ربط دینے کو ایک حرف جر یعنے ب عصا پر آچکے تھے پہر اوس فعل کو مفعول کیجانب
متعدی کرنیکے لئے دوسرے حرف جر یعنے فی کا لانا کسیقدر فصاحت کلام کے مناسب
نتہا اور اسلئے اوسکا حذف اولے تہا پس تقدیر کلام کے یہہ ہے کہ فاضرب
بعصاک فی البحر الخ لیکن جبکہ مفسر پر متعدی ولازم کا مابہ الفرق منکشف نہو کیونکر
اوسکو رموز کتاب مجید انکشاف پذیر ہوجاوین چلنا اور اوسکا مرادف کسی لسان
مین ہو آج تک کسی طفل دبستان کے نزدیک بہی متعدی نہ تہا لازم و متعدی کا
مابہ الفرق مفعول بہ ہے اور مفاعیل باقیہ کے اقتضا مین لازم و متعدی دونون
مساوی ہین ضرب کو چلنے کے معنے مین لینا اور اوسکو متعدی کہنا مفسر کی ساری
تفسیر کا مدارح ہے فی الواقع ایسے ہی ایسے نکات اور توجیہات بیان کئی ہین جو
آج تک کسی اہل علم کے خیال مین نہین آئی قطع نظر اس سے کہ چلنا متعدی ہے
یا غیر متعدی آج تک مفعول بہ کا مفہوم ہی مفسر ہمہ دان کے متصورات سے
خارج ہے مفسر کے زعم مین ظرف مکان جسمین فعل واقع ہو وہی اوسکو بہی مفعول لہٗ
کہتے ہین یا مفعول فیہ اور مفعول بہ متحد المفہوم ہین اور تناقض صریح قابل دید ہے خود
ہی فرماتے ہین کہ جو افعال بواسطہ حرف جر کے متعدی ہوتی ہین اور پہر یہہ بہی فرماتے
ہین اور فعل کو بلا واسطہ مفعول کے طرف متعدی کرنا جایز ہے اگر تعدی مین حرف
جر کو دخل ہے تو تعدی بلا واسطہ کہنا باطل ہے اور اگر حرف جر کو تعدی مین دخل
نہین ہے تو اون افعال مین جو بواسطہ حرف جر کے متعدی ہوتے ہین معدود کرنا
کمال علم پر دال ہے عنوان کی بیربطی سے قطع نظر کرتا ہون منظور فیہ مضمون ہی قیاس
فی اللغت اسی مفسر کا مرتبہ ہے بعد تسلیم جواز استفسار کیا جاتا ہے جواز حذف حرف جر
متعدی بواسطہ حرف جر سے کلیتہً ہے یا جزئیتہً کلیتہً تو کیا جزئیتہً بہی بدیہی البطلان ہے
اگرچہ یہ قول ہی مفسر کا باطل ہے کیونکہ ضرب جب چلنے کے معنے مین ہوتا ہے تو متعدی بحرف
جر ہوتا ہے اسواسطے کہ ضرب چلنے کے معنے مین متعدی ہی نہین ہے لیکن اوس سے
اغماض کرکے اسمین کلام ہے کہ متعدی بحرف جر مین سے حذف حرف جر کلیتہً

جائز ہے یا نہین مذہب نحویین کی جگہہ کسے کے نزدیک مذہب زید درست نہین اور مفعول بہ کو منصوب بنزع خافض لکھنا ہی دال ہے کہ ہنوز مفسر ہمہ دان کی نظر سے مختصرات نحو بھی نہین گزرے اور قرینہ حذف قرینہ جہالت مفسر ہے بعد حرف جر کسی زبان مین نہ عربی مین نہ اور کسی زبان مین منافی فصاحت ہے اگر نہین یقین تو کتاب مجید کو پڑھکر دیکھلو کہ کتنے مقامات پر بعد حرف جر موجود ہے اسکے بعد خانصاحب بہادر منجملہ دیگر نظایر ایک یہہ نظیر بھی للاتے ہین کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے فاضرب لہم طریقًا فی البحر یبسا کے ترجمہ مین لکھتے ہین کہ بس بروبرائے ایشان در راہ خشک یعنے شاہ صاحب نے ضرب کے معنے زدن کے نہین لئے رفتن کے لئے ہین انتہے (صفحہ ۹۸)

. . . . . یہان سے خانصاحب بہادر کے سخن فہمی نصیب اعدا معلوم ہوتے کہ کس محل پر یہہ نظیر پیش کی گئی ہے یعنے ان اضرب بعصاک البحر کے مقابلہ مین اور عصا اور طریق کے لفظ پر بھی ان دونون آیتون مین غور نکیا کہ وہان ضرب کس محل پر آیا ہے اور یہان کس محل پر کیا شاہ ولی اللہ صاحب آپ کے برابر بھی صرف ونحو نجانتے تھے اور جب اونکے قول پر آپنے یہان تک کیا تو اسی آیت کا ترجمہ جو شاہ ولی اللہ صاحب نے کیا ہے وہ ہی آپنے کیون نہ تسلیم کیا چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب ان اضرب بعصاک البحر کا یہہ ترجمہ کرتے ہین بزن عصائے خود را بردریا اور شاہ رفیع الدین صاحب لکھتے ہین کہ مار ساتھہ عصا اپنے کے دریا کو اور شاہ عبدالقادر صاحب لکھتے ہین کہ مار اپنے عصا سے دریا کو اور سب تفسیر و نمین یہی لکھا ہے اور توریت مین لکھا ہے کہ تب خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ اپنا عصا اوٹھا اور دریا پر اپنا ہات بڑہا اور اوسے دوحصہ کر بنی اسرائیل دریا کے بیچون بیچ مین سے سوکہی زمین پر ہوکر گذر جاوینگی اور خدا کا فرشتہ جو اسرائیلی لشکر کے آگے چلا جاتا تہا پہرا اور اونکی پشت پر آیا اور بدلی کا وہ ستون اونکے سامہنے سے گیا اور اونکی پشت پر جا ٹہرا پہر موسیٰ نے دریا پر ہات بڑہایا اور خداوند نے بسبب شدت کی شرقی آندہی کی تمام رات مین دریا کو چلایا اور دریا کو سوکہا دیا اور پانیکو دوحصہ کیا اور بنی اسرائیل دریا کے بیچ مین سے سوکہی زمین پر ہوکر گزر گئے اور پانی کی اونکے دہنے اور بائین دیوار ہتی اور مصریون نے پیچہا کیا اور اونکا پیچہا کئے ہوئے وسے اور فرعون کے سب گھوڑے اور اوسکی

گاڑیاں اور اوسکے سوار دریا کے بیچون بیچ تک آئے اور یون ہوا کہ خداوند نے پچھلے پہر اوس آگ اور بدلی کے ستون مین سے مصریون کے سپاہ پر نظر کی اور مصریون کی سپاہ کو گھبرایا اور خداوند نے موسی سے کہا کہ اپنا ہات دریا پر بڑہا تا کہ پانی مصریون اور اونکی گاڑیون اور اونکے سواروں پر پہر آوے الخ (خروج ۱۴ باب ۱۵–۲۸) یہہ ترجمہ توریت نصاریٰ کا کیا ہوا ہے پس آپ جو فرماتے ہین کہ علماء اسلام قرآن مجید کے مطالب کو خواہ مخواہ کھینچ تان کر یہودیون کی روایتون کے موافق کرتے تھے انتہے اب فرمائیے کہ یہہ یہودیون کی روایت ہے یا توریت کی عبارت ہے اور یوسفس مورخ نے جسکی قول کی یہودیون اور مسیحیون مین غایت درجہ کی وقعت ہے لکہا ہے کہ موسیٰ نے اپنا عصا سمندر پر مارا وہ دو حصہ ہوگیا (تاریخ یوسفس مطبوعہ امریکن مشن پریس لکھنو باہتمام پادری کریون صاحب ۱۸۵۷ء حصہ دوم باب سولہوان صفحہ ۱۶۲) اور اوسی تاریخ کے صفحہ ۱۶۴ مین لکہا ہے کہ کوئی شخص ان ماجرون کے عجائبات پر شک نکرے اور خیال کرے کہ سکندر کیواسطے پمپہلیا کا سمندر پہاٹ گیا تہا جبکہ وہ خدا کی مرضی کے مطابق فارس کی بادشاہت کو فوج سمیت نیست کرنے گیا تہا اسکی سچائی کا سب اقرار کرتے ہین جو سکندر کی تواریخ جانتے ہین انتہے اب خانصاحب بہادر سے پوچھا چاہیے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے کس یہودی سے پوچھہ کر یہہ ترجمہ کیا تہا اور اونہین کیا خبر ہی کہ یہودی اس باب مین کیا کہتے ہین لیکن نہ فقط یہودی بلکہ نصاریٰ علما کو بہی اسی عقیدہ پر اتفاق ہے کہ حضرت موسیٰ نے معجزہ سے سمندر کو دو حصہ کیا تہا مگر خانصاحب بہادر اوس آیت کا ترجمہ یہہ کرتے ہین کہ چل اپنی لاٹہی کے سہارے سے سمندر مین کہ وہ پہٹا ہوا ہے پہر تہا ہر ایک ٹکڑا جیسے پہاڑ کی مانند الخ (صفحہ ۹۳)

(**صفحہ ۸۸**) **قولہ** پس صاف معنے یہہ ہین کہ خدا نے حضرت موسیٰ کو کہا کہ اپنی لاٹہی کے سہارے سے سمندر مین چل وہ پہٹا ہوا یا کہلا ہوا ہے یعنے پایاب ہو رہا ہے الخ **ج** پہٹا ہوا کو آپ فرماتے ہین یعنے پایاب ہو رہا ہے یہہ یعنے خانصاحب بہادر کے سارے کام بگاڑ رہی ہے پایاب بہی کہین پہٹا ہوا ہوتا ہے اب یہہ زبردستی کی بناوٹ دیکھکر خانصاحب بہادر کی عقل کو لوگ کیا کہینگے اِسکے سوا حضرت موسیٰ اتنی عنرلون

تو چلے آسکے اور پایاب میں بیچ لاٹہی کے سہارے نہیں چل سکتے تہے قطع نظر اسکے
سمندر تو پایاب تہا پہر صفحہ ۹۳ مین جو سورہ شعرا کی اوس آیت کے ترجمہ مین
آپ لکہتے ہین کہ وہ پہٹا ہوا ہے پہر تہا ہر ایک ٹکرہ بڑے پہاڑ کی مانند الخ پایاب
پانی مین یہہ بڑے پہاڑ کی مانند ٹکڑے سیلابی کہان سے آگئے

(صفحہ ۸۹ و ۹۰) قولہ سورہ طٰہٰ مین جو آیت ہے اوسمین صاف بیان ہوا ہے
کہ میرے بندونکو رات کو سمندر مین سوکہے رستہ سے لیکر نکل چل بس جو معجزہ تہا وہ
یہی تہا کہ ایسی مشکل کی وقت مین سمندر کے پایاب ہونے سے خدا تعالےٰ نے
موسےٰ کو اور تمام بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجے سے بچا دیا اور جب فرعون نے
پایاب اوترنا چاہا تو پانی بڑہ گیا تہا وہ معہ اپنے لشکر کے ڈوب گیا الخ ج
تاریخ یوسیفس کے حصہ دوم صفحہ ۱۰۶ مین ہے کہ یہہ مصری جو تعاقب کرتے
تہے پچاس ہزار سوار اور دو لاکہہ پیادے تہا اور بند معہ چہہ سو ساٹہہ گاڑیون کے
تہے انتہےٰ پس اتنی بڑی گروہ کو اسطرح کہ ایک آدمی بہی اونمین کا نہ بچا کونسا مد و جزر
ڈوبا سکتا ہے اور بقول آپکے حضرت موسٰیؑ تو پانی گہٹنے کیوقت سمندر سے
اوترے تہے اور مد و جزر سمندر مین معمولی بات ہے پہر خدا نے تمام بنی اسرائیل
کو کیا بچا لیا جب پانی گہٹ جائے تو ہر شخص پار اوتر سکتا اور فرعون بہی اُس
حالت مین جا سکتا تہا اِسکے سوا جوار بہاٹا تو معمولی بات ہے اور ہمیشہ سے
اوسکا وقت مقرر ہے کیا فرعون اور اوسکا سارا لشکر دیوانہ تہا جو اتنا بہی
اوسنے نجانا کہ سمندر مین جزر ہو چکا اب مد کا وقت ہے پانی مین قدم نہ
رکہنا چاہئیے اِسکے سوا سورہ طٰہٰ مین تو حقتعالےٰ فرماتا ہے کہ میرے بندونکو
رات کو سوکہے رستہ سے لیکر نکل چل الخ پس پایاب کو کوئی بہی سوکہا رستہ
کہتا ہے اِن سب باتونکے سوا سمندر بہی کہین پایاب ہوتا ہے اگر جوار بہاٹا قیاس
کرین تو کیا بہاٹا کہین سمندر کو بہی پایاب کر دیتا ہے

(صفحہ ۹۹) قولہ حضرت موسٰیؑ بنی اسرائیل کو شہر رامسیس سے لیکر نکلے پہلی
منزل سکوت مین ہوئی دوسری منزل ایتام مین تیسری منزل فہا حیروت مین الخ
ج خروج ۱۲ باب ۳۷ و مفتاح الکتاب مطبوعہ مرزاپور ۱۸۵۶ع صفحہ ۲۰۳ مین ہے

شہر کا نام رعمسیس لکہا ہے اوسے دیکہہ لیجئے اور تعجب یہہ مقام تو توریت سے لیجے جا بکر
آپنے نقل کردی مگر اوس واقعہ کا آپنے یقین نکیا کہ سمندر دو حصہ ہو گیا تہا کیونکہ
وہ بہی تو توریت ہی مین لکہا ہے

(**صفحہ ایضاً**) **قولہ** جب فرعون نے معہ اپنے لشکر کے بنی اسرائیل کا تعاقب کیا
تو راتون رات حضرت موسیٰ بنی اسرائیل سمیت بحر احمر کی بڑی شاخ کی نوک مین
سے جہان ہمنے نقشہ مین نقطونکا نشان کردیا ہے پار اوتر گئے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت
بسبب جوار بہاٹے کے جو سمندر مین آتا رہتا ہے اوس مقام پر کہین خشک زمین نکل
آتی تہی اور کہین پایاب رہجاتے تہے بنی اسرائیل پایاب خشک راستہ سے راتون رات
بامن اوتر گئے یہی مطلب صاف اوس آیت سے پایا جاتا ہے جو سورہ دخان مین ہے
کہ واترک البحر رہوا جسکا ٹہیک مطلب یہہ ہے کہ چہوڑ چل سمندر کو ایسی حالت مین کہ اوترا
ہوا ہے صبح ہوتی فرعون نے جو دیکہا کہ بنی اسرائیل پار اوتر گئے اوسنے بہی اونکا
تعاقب کیا اور لڑائی کی گاڑیان اور سوار اور پیادے غلط رستے پر سب دریا مین
ڈالدئے اور وہ وقت پانی کے بڑہنے کا تہا لمحہ مین پانی بڑہ گیا جیسکہ اپنی عادت
کیموافق بڑہتا ہے اور ڈباؤ ہو گیا جسمین فرعون اور اوسکا لشکر ڈوب گیا الخ **ج**
بحر احمر کے بڑی شاخ کی نوک مین سے بنی اسرائیل کا نکلنا جہان آپ نے نقشہ مین
نقطونکا نشان کردیا ہے کئی وجہ سے بالکل غلط ہے اول اسوجہہ سے کہ یہہ آپکا
محض قیاس ہے اور چونکہ آپ خلاف توریت و قرآن کی سمندر کا دو حصہ ہونا نہین
مانتے ہین اسلئے آپنے بحر احمر کا نقشہ بناکر ایسی جگہہ پر نشان نقطون کی کئی ہین جس
مین اوسکے نوک مین سے بنی اسرائیل کا نکلنا ثابت ہو اور اسکا ثبوت کچہہ بہی نہین ہے
پس جب آپکے پاس کوئی ثبوت بحر احمر کی نوک مین سے بنی اسرائیل کے نکلجانے
کا نہین ہے تو وہ نقطے لکہنا صریح آپکا اختراع ہے دوسرے یہہ کہ آپ خود صفحہ ۱۰
مین اقرار کرتے ہین کہ اوس زمانہ کا صحیح جغرافیہ ہمکو نہین ملا پہر آپنے کیونکر جانا کہ
اوس سمندر کی نوک پر سے بنی اسرائیل گزر گئے تیسرے یہہ کہ جس جغرافیہ سے آپنے
وہ نقشہ بحر احمر کا نقل کیا ہے اگر وہ صحیح بہی ہو تو اوس سے یہہ کیونکر ثابت ہوا کہ بنی اسرائیل
یہان سے گزر گئے تہے حالانکہ اوس زمانہ مین کسی جغرافیہ مین نقشہ لکہنے کا دستور نہ تہا

پہر کیونکر بحر احمر کا قدیم نقشہ آپ کو ملگیا چوتہے یہہ کہ نقشہ جو آپ نے نقل کیا جسے آپ پرانا فرماتے ہین وہ کوئی پرانا نہین اِس زمانہ کی ہر اٹلاس مین وہی نقشہ موجود ہے دیکہہ لیجیے یہانتک کہ وہ دونو شاخین بہی ویسیہی موجود ہین فقط وہ تیس ۳۰ جزیرے جو آپ قدیم زمانہ مین اوس مین آباد بتاتے ہین نہین ہین پس تعجب کہ بحر احمر اتنا بڑہا کہ جزیرے سب نابود ہوگئے مگر اوسکے اصلی نقشہ مین ذرا بہی تغیر نہوا یہانتک کہ اوسکی دونو شاخین بہی ابتک موجود ہین اگرچہ آپ نقشہ مین اونکا بنانا بہول گئے پہر یہہ کہ بنسبت سابق کے بحر احمر نے اپنا پیٹ تو اتنا بڑہایا کہ تیس جزیرون کو نگل گیا مگر اوسکا جسم کچہہ بہی موٹا نہوا کہین یہہ بہی سنا ہے کہ کوئی دریا اتنے ترقی کرے کہ اپنے درمیان کے سب جزیرونکو ڈوبا دے مگر اپنے کنارون سے کچہہ بہی تجاوز نکرے پانچوین یہہ کہ آپ نے دریا کے بالکل خاتمہ پر مقام عبور موسیٰ بتایا ہے اگر یہہ صحیح ہو تو توریت اور بنی اسرائیل اور حضرت موسیٰ کی عقل بالکل غلط ہوجائے کیونکہ باوجودیکہ دریا کے بالکل خاتمہ پر بنی اسرائیل تہے پہر فرعون کا لشکر دیکہہ کر کیون ڈر گئے کیا دو قدم اور جرات کرکے خشکے سے بچا سکتے تہے جو خواہی نخواہی دریا کے راہ مین جانا لازم جانا یوسیفس مورخ نے لکہا ہے کہ اونہون نے دیکہا کہ دونون طرف پہاڑ ہین اور آگے سمندر اور پیچہے دشمن ہین اور بہاگنے کی کوئی راہ نہین ہے (تاریخ یوسیفس صفحہ ۱۶۱ باب ۱۵) اور یہان سے آپکے جوار بہاٹے کا بہی پتا نہ رہا کیونکہ اگر پایاب ہوگیا تہا تو پہر اونکے اضطراب کی کیا وجہہ تہی چہٹوین یہہ کہ مدوجزر اگرچہ روز ہوتا تہا اور ایسا کہ اوسنے فرعون کی اتنی بڑی لشکر کو ڈوبایا مگر اون تیس جزیرون مین سے کسی ایک کو بہی نہ ڈوبایا قیاس تو یہہ چاہتا ہے کہ فرعون سے بہی بیشتر وہ جزیرے غرق ہوگئے ہوتے حالانکہ آپ فرماتے ہین کہ اوسوقت تیس جزیرے موجود تہے اسکے سوا رہوا کا ترجمہ جو اوترا ہوا آپ نے لکہا ہے اشکل یہہ ہے کہ آپ اس معجزہ کے انکار مین بحر قلزم کی وہ عجیب کیفیت بتاتے ہین اور بنی اسرائیل کے عبور کی جگہہ دریا کے خاتمہ پر تجویز کرتے ہین اور ترجمہ الفاظ قرآن مین آپکے دعوی کے خلاف ہین اونکی اسطرح آپ معنے بدلتے ہین اب کس کس بات کا آپکی جواب دیا جائے ایک جہوٹ ہو تو اوسکا تدارک کیا جائے اور جب رطب و یابس سارا جہوٹہ ہے تو کہانتک اوسکا تدارک ہو

پہر حال جب صفحہ ۹۳ کے آخر مین آپ لکہہ چکے ہین کہ شاہ عبد القادر صاحب نے اِسکا ترجمہ تہم رہا کیا ہے اور شاہ رفیع الدین صاحب نے خشک اور شاہ ولی اللہ صاحب نے آرمیدہ ترجمہ کیا ہے چونکہ یہہ الفاظ آپ کے جوار بہانے کے بالکل تکذیب کرتی ہین اور سمندر کا دو حصہ ہوکر ادہر ادہر تہما ہوا ہونا یا سمندر کے دو حصہ ہونے کے سبب خشک راہ درمیان مین نکل آنا ثابت کرتے تہے جیسا کہ توریت مین بہی لکہا ہے کہ بنی اسرائیل دریا کے بیچ مین سے سوکہی زمین پر ہوکر گزر گئے انتہے (خروج ۱۴ باب ۲۲) اسلئے جوار بہانا ثابت کرنیکے لئے آپ نے اِسکا ترجمہ اوترا ہوا لکہا اور خروج ۱۴ باب ۱۶ مین بہی حقتعالے نے حضرت موسیٰ سے فرمایا تہا کہ اپنا عصا اوٹہا اور دریا پر اپنا ہاتہ بڑہا اور اوسے دو حصہ کر بنی اسرائیل دریا کے بیچون بیچ مین سے سوکہی زمین پر ہوکر گزر جاوینگے انتہے اب علاوہ سوکہی زمین کے دو حصہ کے لفظ پر بہی آپ نے غور نکیا کہ جوار بہانے مین کہین دو حصہ بہی پانی ہو جاتا ہے اب اگرچہ ہر لغت سے یہی معنے جو مفسرین اسلام نے لکہی ثابت ہو سکتے ہین لیکن شاہ ولی اللہ صاحب یا شاہ رفیع الدین صاحب وغیرہ سے وہ کون صاحب لغت زیادہ مستند ہی جسکا قول ان علما کے قول کے ثبوت مین نقل کرنیکی حاجت ہو اور خوبی یہہ کہ آپ نے بہی صفحہ ۸۸ مین اِسکا ترجمہ بہتا ہوا کیا ہے اگرچہ اپنی طرف سے حسب عادت یعنے پایاب لکہہ دیا ہے پہر آپ فرماتے ہین کہ صبح ہوتے فرعون نے جو دیکہا کہ بنی اسرائیل پار اوتر گئے اوسنے بہی اونکا تعاقب کیا الخ بہلا یہہ کسیکے خیال مین بہی آسکتا ہے کہ جب پانی چڑہنے کا وقت ہوا تب جان بوجہہ کر اوسنے دریا مین قدم رکہا کیونکہ صفحہ ۱۰۰ مین آپ فرماتے ہین کہ وہ مقام جہان سے بنی اسرائیل اوترے بلاشبہہ جوار بہانے کے سبب رات کو پایاب اور دن کو عمیق ہو جاتا ہوگا اور توریت مین تو صاف لکہا ہے کہ رات ہی کو مصریون نے دریا مین بنی اسرائیل کا تعاقب کیا تہا اور صبح ہوتے وہ سب ڈوب گئے تہے (خروج ۱۴ باب ۲۳ وغیرہ) پہر یہہ بہی قول آپکا صریح غلط ہے کہ فرعون نے سوار اور پیادے غلط رستے پر سب دریا مین ڈال دئے الخ بنی اسرائیل کو آگے جاتے ہوئے وہ دیکہتا تہا اور اونہین کا تعاقب کئے چلا گیا پہر بنی اسرائیل تو غلط رستے پہنچتے فرعون اور اوسکا لشکر کیونکر غلط رستے مین چلا گیا غرض کوئی بات خانصاحب کہا

کی ریچ نہین نکلتے ہے یہہ بڑا افسوس ہے

(**صفحہ ۱۰۰**) **قولہ** علمار اسلام کا زمانہ گیارہ بارہ سو برس سے سمجہنا چاہئیے اون بزرگون سے جو اپنے ہوش سے بحر احمر اور اوسکی اوس شاخ کو جسمین سے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل نے عبور کیا تہا نہایت عمیق اور ایک قہار سمندر دیکہا اور اونکے خیال مین بہی نہین آسکتا تہا کہ کیسا ہی بڑا جوار بہاٹا آوے وہ جگہہ کبہی پایاب نہین ہو سکتی اسلئے اونہون نے قرآن مجید کے صاف صاف عبارات اور الفاظ کو جو صریح جوار بہاٹے اور خشک زمین کے نکل آنے پر دلالت کرتی تہی الٹ پلٹ کر اس واقعہ کو بطور ایک عجیب واقعہ کے بنایا اور ایسا معجزہ جو قانون قدرت کو بہی توڑ دے ٹہرا دیا مگر حقیقت حال یہہ نہین ہے معلوم ہوتا ہے کہ اوس زمانہ مین جب بنی اسرائیل نے عبور کیا بحر احمر ایسا قہار سمندر تہا الخ **ج**

اگر اوسوقت وہ قہار سمندر تہا تو کیا ملے ندیون مین بہی جوار بہاٹا آیا کرتا ہے اور اگر وہ قہار سمندر نہ تہا تو فرعون کا اتنا بڑا لشکر کیا کوئی ندی بہی ڈوبا سکتی ہے اسکے سوا آپ اوسی ایسا قہار سمندر اوسوقت نہین جانتے ہین جیسا کہ اب ہے مگر لغت کتاب مقدس مطبوعہ مرزاپور ۱۸۷۵ء صفحہ ۱۲۹ کالم ۲ مین اوسی دریا کے حالات مین لکہا ہے کہ جگہہ پر ملاحظہ کرنیسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ مین اس خلیج کا پانی پچاس میل اوتر کیطرف زیادہ بہتا تہا پر اب بنوت پوری ہوئی اور بہت دنون سے خدا کے کہنے کے مطابق دریائے مصر کی لسان خشک ہوگئی

(یسعیاہ ۱۱ باب ۱۵ و ۱۹ باب ۵) واضح ہو کہ بحر قلزم کا نام دریائی مصر ہی ہے (ایضاً) اس سے ثابت ہوا کہ وہ دریا بہ نسبت سابق کے اب کم ہوگیا ہے اور اتنا بڑا نہین رہا جیسا کہ حضرت موسیٰ کے زمانہ مین تہا اس دریا کا مفصل حال اب مجہہ سے سُن لیجئے لغت کتاب مقدس کے اوسی صفحہ مین لکہا ہے دریا قلزم کا عبرانی مین نام یم سُپہہ ہے اور وہ اسلئے اس نام سے موسوم ہوا کہ بہت سیوار اوسکے پانیمین ہے — لال سمندر ایک اور نام اس دریا کا ہے کہ سمندر کے پچہم طرف پہاڑ لال ہین اور بعضے وقت چہوٹے چہوٹے لال کیڑے پانیمین رہتے اور اوسکا رنگ اونسے بدل جاتا ہے پہر لال مونگا اوسمین بکثرت ہے بعضے کہتے ہین کہ وہ ادوم سے یا ایک بادشاہ فرائی رس

نامی سے کہلایا گیا کیونکہ اون دونون کے نام کے معنے لال ہین ایک اور نام اس مشہور
دریا کا ہے یعنے دریائے مصر (یسعیاہ ۱۱ باب ۱۵) اوسکی لمبائی ایکہزار چارسو میل
اور چوڑائی ایکسو پچاس میل ہے اور اوترکیطرف سینا کی جزیرہ نما کے سبب سے وہ دو حصہ
ہوجاتا ہے پچہم والا حصہ سویز کی خلیج کہلایا جاتا ہے اور وہ ایکسو نوے میل لنبا اور اکیس
میل چوڑا ہے جگہہ پر ملاحظہ کرنیسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ مین اوس خلیج
کا پانی پچاس میل اوترکیطرف زیادہ بہتا تہا پر اب نبوت پوری ہوئی اور بہت دنون
سے خدا کے کہنے کے مطابق دریای مصر کی لسان خشک ہو گئی (یسعیاہ ۱۱ باب ۱۵
و ۱۹ باب ۵) اور دونون دریای قلزم اور نیل دریا ایک نالے سے ملائے گئے
اور سوداگرون کے اسباب نالے کی راہ سے بہت جلد مصر مین پہونچائے گئے۔
ابتک عالمون نے صحیح دریافت نہین کیا کہ خلیج سویز کے کس جگہہ مین خدا نے بنی اسرائیل
کیلئے یہہ راہ بنائی انتہے خانصاحب بہادر کو اس معجزہ اور سب انبیا علیہم السلام کے
معجزون سے انکار بیوجہہ نہین ہے کیونکہ خانصاحب بہادر کو بہی دعوی پیغمبری ہے
اگر قدیم معجزونکا یقین کرکے کوئی شخص خانصاحب بہادر سے بہی معجزہ طلب کرے
اور وہ معجزہ نہ دکہا سکین تو بات بگڑ جائے اسلئے خانصاحب بہادر نے قدیم معجزونکو
بہی باطل قرار دیا ہے

(صفحہ ایضا) قولہ یہہ جغرافیہ ہمارے پاس اصل یونانی زبان مین جس مین
بطلیموس نے لکہا تہا معہ لیٹن ترجمہ کے موجود ہے جو ۱۶۱۸ع مین لوئیس سیزدہم شاہنشاہ
فرانس کے عہد مین چہپا تہا اوسمین وہ تمام جزیرے جو بحر احمر مین موجود تہے مندرج
ہین مورخین کے قول کے بموجب بنی اسرائیل سنہ عیسوی سے دوہزار پانسو تیرہ
برس قبل بحر احمر کی شاخ سے اوترے تہے اور بطلیموس جسنے جغرافیہ لکہا اوسکو
کلاڈیس ثالی کہتے ہین سنہ عیسوی کی دوسری صدی مین تہا پس بنی اسرائیل
کے عبور کرنیکے دوہزار سات سو برس بعد تک وہ جزیرے موجود تہے الخ ج
اس جہوٹہہ پر تہہر ٹرین سب جانتے ہین کہ چودہ سو اکیانوے برس سنہ عیسوی سے پیشتر
بنی اسرائیل مصر سے نکلے تہے اور کتاب خروج کے ہر صفحے پر ۱۴۹۱ موجود ہین الیا
ہی وہ جغرافیہ بہی کوئی تو وہ طوفان آپکو ملگیا ہوگا تہا ہی سو برس سے زیادہ عرصہ

کی یہ کتاب چھپی ہوئی ہے معلوم نہین کہ چھپی چھپے کہان چھپی رہی جو ڈہائی سو برسون
کے بعد ظاہر ہوئی اور بڑا تعجب کہ اتنی مدت دراز تک اوس جغرافیہ کے حرف بنے رہے
اسکے سوا نہ یونانی آپ جانتے ہین اور نہ لاطینی پہر آپ اوسکا مطلب کیا سمجھے
ہونگے علاوہ اسکے آپ فرماتے ہین کہ بطلیموس جو اوس جغرافیہ کا مصنف ہے
دوسرے صدی عیسوی مین تہا چونکہ اوس زمانہ مین عیسائیون مین بہی ہر طرح کی ذی لیاقت صاحب تصنیف
موجود تہے اور بعد اوسکے اونمین علم و ہنر کی ترقی ہوتے رہے پس تعجب کہ نصرانی علما کو کبہی
اوسکی خبر نہوی کہ بحر قلزم مین تین ۳ جزیرے آباد تہے اور زیادہ تعجب یہہ ہے کہ جب اوسمین
باوجود چہوٹا سا دریا ہونیکے جیسا کہ آپ فرماتے ہین اسقدر جزیرے آباد تہے اور جدا جانے
غیر آباد جزیری کتنے اوسمین ہونگے تب بہی اوسے بحر کہتے تہے ان سب باتون سے ثابت ہے
کہ نہ اوس جغرافیہ کا اعتبار ہے اور نہ تیس جزیرون آباد کا

واضح ہو کہ اسیطرح ایک دہریئے نے بہی اکبر شاہ بادشاہ کے سامنے باتفاق مناظرہ علماء
نصاری و یہود و اہل اسلام و ہنود وغیرہ یہہ کہا تہا کہ حضرت موسیٰ کیواسطے دریا کا دو حصہ
ہونا غلط ہے دیکہو دبستان المذاہب تعلیم دہم در بحث ادیان نظر دوم صفحہ ۳۱۷ و دبستان المذاہب
تعلیم اول در حالات زرتشت صفحہ ۹۹ مین لکہا ہے کہ بعضے از عقلاے یزدانی گفتہ اند مراد
از زندگی جاوید معرفت ذات خود و نفس است انتہے اور تعلیم اول در قواعد زردشتیان
صفحہ ۱۲۶ مین لکہا ہے کہ آفریدن ملائکہ اشارت است بوجود صفات حمیدہ انتہے اور
تعلیم دوم در اعمال متشرعہ ہنود صفحہ ۱۶۷ مین لکہا ہے کہ نیکی و بدی و غم و شادی و عبادت
و طاعت بضاعت اوہام است و درکات جہنم و طبقات بہشت و جزای کردار ہمہ خیالات
است اور پنجمین نظر از کتاب دبستان در شناختن سمرادیان صفحہ ۲۷ مین لکہا ہے کہ ایشان
اکنون با مسلمانان در آمیختہ اند در لباس مومنان میگردند یعنے یہہ لوگ اب مسلمانون مین
ملگئے اور لباس مومنین مین پہرتے ہین اور تعلیم اول در عقیدہ آخشیان سیزدہمین نظر
صفحہ ۳۰۸ مین لکہا ہے کہ صاحبان این مذاہب ہمہ با اہل اسلام آمیختہ اند و بکسوت ایشان
جلوہ گر اند نام مسلمانان ہم دارند و نام دیگر بر کیش خویش انتہے و آخر تعلیم اول در عقاید
مزدکیان پانزدہمین نظر صفحہ ۳۱۴ مین لکہا ہے کہ اکنون مزدکیان در لباس گبر
نیستند در میان اہل اسلام پنہان شدہ رہ سپر کیش خویش اند انتہے یعنے مزدکی

فرقہ کے لوگ اب گبرون کے لباس مین نہین بلکہ دین اسلام کے آڑ کرکے اپنے قدیم مذہب کی پیروی کرتے ہین اور اسیطرح تعلیم دوم نظر دوازدہم صفحہ ۲۱۱ مین بھی ہے اور کتاب دساتیر کے نامہ چہاردہم جوشت ساسان نخستکا بھی اسکی آیت ۶۵ و ۶۶ مین ہے کہ جب مسلمانون مین باہم خصومت ہوگی تو دانایان ایران و دیگران از براہ تلبیس و فریب مذہب اسلام مین شامل ہوکر اپنے قدیم مذہب کی باتون کو اسلام مین رواج دینگے یہانتک کہ اصل مذہب اسلام ایسا باقی رہجائیگا جیسے آئینہ میں عکس اُسکے پس اس زمانہ مین بھی ایسی تصنیفات کو جیسے کہ یہہ تفسیر القران ہے ایسے نتیجے پیدا کرنیوالے سمجھنا چاہئی فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(صفحہ ۱۰۳) **قولہ** عجل بچھڑا بنانیکا واقعہ اوسوقت ہوا تھا جبکہ حضرت موسیٰ چالیس دن رات پہاڑ پر جاکر رہے تھے — فاقتلوا اس آیت سے یہہ بات نہین پائی جاتی کہ بنی اسرائیل مین سے کسی ایک نے بھی اپنے آپکو مار ڈالا تھا کیونکہ یہہ کہنا کہ مارڈالو اپنے آپ کو حضرت موسیٰ کا قول ہے اور یہہ کہنا اسیطرح کا کہنا ہے جیسے کوئی بزرگ کسیکو نفرین کرتے وقت کہے کہ ڈوب مرایسا کرنیسے تو تیرا مرجانا بہتر ہے — یہہ مطلب اس آیت کے پچھلے حصہ سے جسمین معاف کردینے کا ذکر ہے زیادہ صاف ہوجاتا ہے الخ **ج** حضرت موسیٰ نے جو فرمایا وہ بھی خدا کی حکم سے تھا کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام فضول باتین نہین بکا کرتے ہین توریت مین لکھا ہے تب موسیٰ لشکرگاہ کے دروازے پر کھڑا ہوا اور کہا جو خداوند کا ہے میرے پاس آوے تب سب بنی لاوی اوس پاس جمع ہوئے اور اوسنے اونہین کہا کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے فرمایا ہے کہ تم مین سے ہر مرد اپنی تلوار باندھے اور ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک گزرتے پھرو اور ہر مرد تم مین سے اپنے بھائی کو اور اپنے دوست کو اور اپنے قریب کو قتل کرے اور بنی لاوی نے موسیٰ کے کہے کے موافق کیا چنانچہ اوسدن لوگو نمین سے قریب تین ہزار مرد مارے گئے اور موسیٰ نے کہا کہ آج خداوند کیلئے اپنے ہات بھرو بلکہ ہر مرد اپنے بیٹے اور اپنی بھائی سے اور آج اپنے او پر برکت لاو (خروج ۳۲ باب ۲۶ — ۲۹) یہہ دوسری دفعہ حضرت موسیٰ نے جو حکم قتل فرمایا یہہ معاف ہوا تھا شاید بیوقوفونکو دہوکا دینے کیلئے آپ

فرماتین کہ یہہ کسی دوسرے واقعہ کا مذکور ہے تو اسی باب مین دیکہہ لیجئے کہ جبر ا
منوانیکے یہہ ساری سرگذشت ہے خانصاحب بہادر نے اس سارے قصہ پر تو قرآن
مین نظر نہین کی فقط ایک فقرہ اذ قال موسی لقومہ کو پکڑ لیا حالانکہ و اذ وعدنا موسے

اربعین لیلۃً ثم اتخذتم العجل من بعدہ وانتم ظالمون ثم عفونا عنکم من بعد ذالک لعلکم تشکرون
سے برابر اس قصہ مین خداہی کیطرف سے خطاب ہے اور اذ قال موسی لقومہ سے
اس قصہ کی یہہ صراحت فرمائی کیونکہ وہ خدا کا حکم سنانیوالے تہے پس معلوم ہوتا ہے
کہ خانصاحب بہادر کے یہہ ساری عقل آرائی ناواقفی مطالب کتب الہامی
کے سبب سے ہے

(صفحہ ۱۰۴) **قولہ** انسانکے دلمین کسی چیز کے دیکہنے کی خواہش تین ۳ طرح پر پیدا
ہوتی ہے اوسکا حال اور اوصاف سننے سے یا دلمین کسی خاص قسم کا ذوق پیدا ہوجانے
سے یا اوسکا حال کہنے والے کی بات پر یقین نہ کرنیسے موسیٰ کو بہی خدا کے دیکہنے کا شوق
ہوا اگر وہ شوق دوسرے قسم کا تہا جسکے غلبہ مین انسان کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور
ہونے نہونے بات کہہ اوٹہتا ہے بنی اسرائیل نے بہی خدا کا دیکہنا چاہا مگر یہہ اونکا سوال
تیسری قسم کا تہا وہ موسیٰؑ کی اس بات پر کہ خدا سے پروردگار عالم موجود ہے اور اوسنے
موسیٰؑ کو اپنا پیغمبر کیا ہے یقین نہین لاتی تہی اور اس بنا پر اونہون نے کہا تہا کہ ہمین خدا
کو دیکہادی جب تک ہم علانیہ خدا کو نہ دیکہہ لینگے تجہہ پر ایمان نہ لاوینگے حضرت موسیٰؑ اپنے
شوق کے سبب جسمین انسان کو ذہول ہوجاتا ہے بہول گئے کہ خدا ان انکہون سے دکہائی
نہین دیسکتا اور بنی اسرائیل نے اپنی حماقت سے یہہ چاہا کہ علانیہ خدا کو ہم دیکہہ
لین اور یہہ نسمجہے کہ نہ خدا اپنے تئین کسیکو دیکہا سکتا ہے اور نہ کوئی خدا کو دیکہہ سکتا
ہے الخ **ج** یہہ بہی سارا بیان خانصاحب بہادر کا بے بنیاد محض ہے یہہ وہ مقام نہین
ہے جہان حضرت موسیٰؑ کو خدا کے دیکہنے کا شوق ہوا تہا یہہ تفسیر آپ نے و اذ قلتم یا موسیٰ
لن نؤمن لک حتی نری اللہ جہرۃً کی لکہی ہے یہان وہ قصہ مذکور نہین ہے جسمین حضرت
موسیٰؑ کے شوق دیدار الہی کا مذکور ہے وہ سورہ اعراف رکوع ۱۷ اور خروج ۳۳
باب مین دیکہلو اور بنی اسرائیل نے خاص واقعہ کی نسبت کہا تہا کہ جبتک خدا کو
احکام شرایع بیان کرتی ہوئی نہ دیکہہ لین تیرے کہنے کو یقین نکرینگے اور یہہ اس سبب سے

کہاکہ حضرت موسیٰ اونہین کے قوم کے تہے بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ سے ایسی باتین کہنی کی جرات تہی لیکن چونکہ خدا کے پیغمبر کی بات کا یقین نکرنا سب سے بڑا جرم تہا خدا نے اونہین بے سزا دئے نچہوڑا اور یہہ جو آپ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ بہول گئے کہ خدا ان انکہون سے دیکہا ہی نہین دیسکتا الخ پس اگرچہ ہم ان انکہون سے خدا کو نہین دیکہہ سکتے لیکن اگر خدا چاہے تو اوسے کون روک سکتا ہے لیکن اگر یہی قیاس آپکا صحیح نکلے تو فرشتون کے ندیکہے جانیسے کیون آپ کو اونکے وجود کا انکار ہوگیا

(صفحہ ایضاً) قولہ صاعقہ کے معنے لغت مین موت کی ہی ہین — اب دیکہنا چاہئے کہ اس جگہہ فاخذتکم الصاعقہ کی کیا معنے ہین موت کے معنے تو یہان ہو نہین سکتے اسلئے کہ وانتم تنظرون کا مطلب غلط ہوجاتا ہے کیونکہ موت کی نسبت وانتم تنظرون نہین کہہ سکتے امام فخرالدین رازی بہی تفسیر کبیر مین فرماتے ہین کہ یہان صاعقہ کے معنے موت کے نہین ہین کیونکہ موت کے نسبت تنظرون نہین اسکتا الخ **ج** اس آیت کا ترجمہ آپہی نے یہہ کیا ہے پہر تمکو گرج نے پکڑ لیا اور تم دیکہتے تہے اسکے مطلب یہ ہے کہ یہہ آفت مہلک تمہاری دیکہتے ہی تمپر آپڑی چونکہ موت کے لئے کوئی سبب ضرور ہوتا ہے پس وہ سبب موت کا تمہاری آنکہون کے سامہنے تمپر ظاہر ہوا اب یہان وانتم تنظرون کا مطلب کیونکر غلط ہوگیا

(صفحہ ۱۰۵) قولہ سورہ اعراف مین خدا نے فرمایا ہے وخر موسی صعقا الخ **ج** ہر لفظ کے معنے سمجہنے کو اوسکے موقع اور محل پر نظر کرنا لازم ہوتا ہے یہان بہی صعقا سے مراد موت ہے مطلب یہہ کہ موسیٰ مردہ کی مانند ہوگئے

(صفحہ ایضاً) قولہ رہا لفظ موت اسکے نسبت مفسرین نے نہایت سہل رستہ اختیار کیا ہے جو ہمکو نہایت ہی مشکل اور پیچدار معلوم ہوتا ہے اونہون نے فرمایا کہ محققین کا یہہ قول ہے کہ صاعقہ سے مراد تو سبب موت ہے اور موت کے معنے موت ہی کے ہین خدا نے اون لوگونکو جو خدا کو دیکہنے گئے تہے صاعقہ سے جو سبب اونکی موت کا ہوا مار ڈالا اور پہر حضرت موسےٰ کے دعا سے اور گڑگڑا کر یہہ کہنے سے کہ یہہ تو ستر کے ستر مر گئے اب بنی اسرائیل کو مین کیا جواب دونگا اور میری نبوت کی گواہی کون دیگا خدا نے اونکو پہر زندہ کردیا مگر میری سمجہہ مین خدائے پاک کا کلام ایسا بودا

نہین ہے بلکہ جیسا اوسکا قانون قدرت مستحکم اور مضبوط ہے ویسا ہی اوسکا کلام بہی مضبوط ہے جبکہ ہمکو یہہ ثابت ہوگیا کہ صاعقہ کے معنے موت کے نہین ہین بلکہ اس مقام پر ہو بہی نہین سکتے اور بعث کا اطلاق لابعد الموت پر ہی آتا ہے تو ہم لفظ موت کو اوسکے حقیقی معنون پر یعنے بدن سے جان نکل جانے پر اطلاق نہین کرسکتے بلکہ مردے کی مانند ہوجانے پر اطلاق کرتے ہین الخ ج ثم بعثنکم من بعد موتکم مین جو لفظ موت کا ہے اس سے آپکی ساری کوشش واسطے عدم ثبوت معجزہ احیاء موتے کے بیکار ہوجاتی ہے اسلئے موت کے لفظ کے معنے بدلنے مین آپ کو بڑی کوشش کرنی پڑی مگر وہ سب فضول ہوگئی کیونکہ صفحہ ۱۰۴ مین آپ اقرار کرچکے ہین کہ صاعقہ کے معنے لغت مین موت کے ہی ہین انتہے پس جب صاعقہ کے معنے موت کے ہین تو موتکم مین موت کے معنے کوئی دوسرے کیونکر ہوسکتے ہین اور آپ جو فرماتے ہین کہ خدائے پاک کا کلام ایسا بودا نہین ہے الخ مطلب یہہ ہے کہ اگر آپکی مرضی کیموافق خدائے پاک کا کلام ہوتا تو وہ بودا ہوتا اب آپ اپنے ان دو فقرون پر غور کریجئے صاعقہ کے معنے لغت مین موت کے ہی ہین (صفحہ ۱۰۴) صاعقہ کے معنے موت کے نہین ہین (صفحہ ۱۰۶) پس اگر ایسا کلام خدا کا ہوتا تو وہ بودا ہوتا پہر سنئے موت کے معنے موت ہی کے ہین (صفحہ ۱۰۵) پہلا موت کے معنے موت کے ہونگے تو کیا شادی بیاہ کرنیکے ہونگے پہر آپ فرماتے ہین کہ ہم موت کو اوسکے حقیقی معنون یعنے بدن سے جان نکل جانے پر اطلاق نہین کرسکتے بلکہ مُردے کی مانند ہوجانے پر اطلاق کرتے ہین الخ قطع نظر اسکے کہ اونکا مردہ کی مانند ہوجانا کیا خرق عادت اور عجائب قدرت الہی سے تہا پہر مار ڈالنے اور جلانے مین کیا اوس سے زیادہ تکلیف پیش آتی تہی بارتعالے کو جیسے مردہ کی مانند کردینا ویسی مار ڈالنا اور جلا دینا خواہ ایک شخص کو خواہ سارے جہان کو کوئی تکلیف کا باعث نہین ہے لیکن آپ جو کوشش کررہے ہین کہ اسسے معجزہ ثابت ہونے دین ثم بعثنکم من بعد موتکم کا ترجمہ آپنے بہی تو یہی کیا ہے پہر ہمنے تمکو اوٹہایا تمہارے مردہ ہونیکے بعد (تفسیر القرآن کے صفحہ ۱۰۵ مین ملاحظہ کرلیجئے) اب تمام جہان مین اس اپنے فقرہ کا مطلب دریافت کیجئے کہ اس سے اونکا مرکر زندہ ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہین دیکہا خدا کا قانون قدرت اور اوسکا کلام مستحکم اور مضبوط اسے کہتے ہین کہ ہزار بناوٹین آپنے کین لیکن آخر وہی اقرار کرنا پڑا جسکو

آپ جہٹلایا چاہتے ہیے

(صفحہ ۱۰۶) قولہ جو واقعہ اِس مقام پر بیان ہوا ہے وہی واقعہ سورہ اعراف
مین بہی آیا ہے اور وہان یہہ فرمایا کہ فلما اخذتہم الرجفۃ قال رب لوشئت اہلکتہم
من قبل وایای یعنے بنی اسرائیل مین سے ستر آدمی جو خدا کے دیکہنے کے لئے گئے تہے
ڈر کے مارے کانپنے لگے تو حضرت موسیٰ نے کہا کہ اے پروردگار اگر تو چاہتا تو اِس سے
پہلے ہی اونکو اور مجکو بہی مار ڈالتا اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ اونکے مرنے تک نوبت
نہ پہونچی تہے یا بیہوش ہوگئی تہی یا اونکے حالت مردہ کیسی ہوگئی تہی اور اسی سبب سے
یہان اونپر مردہ کا اطلاق کیا گیا ہے الخ ج یہان بہی مفسرین نے لکہا ہے کہ بجلی
گری اور کانپ کر مر گئے حاشیہ ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب مین دیکہہ لو اور تفسیر جامع
البیان مین اخذتہم الرجفۃ کے بعد کا حال لکہا ہے لکن احیاہم اللہ تعالے بدعاء موسیٰ
الخ اور اگر بعض علمانے یہان اختلاف ہی کیا ہو تب بہی اکثرون کی رائی سورہ اعراف
کی آیت کی بابت بہی یہی ہے اور سورہ بقر کی اوس آیت کی بابت تو سبکا اتفاق ہے
چنانچہ آپ بہی فرماتے ہین کہ مفسرین نے نہایت سہل رستہ اختیار کیا ہے (دیکہو صفحہ
۱۰۵) لیکن چونکہ اسلامی مفسرین قرآن کا اعتبار آپ نہین کرتے ہین اسلئے مین
زیادہ اونکے اقوال نقل کرنیمین جرأت نہین کرتا ہون ترجمہ قرآن بحرف رومن مطبوعہ
مشن پریس الہ آباد ۱۸۴۴ع وحاشیہ علماء نصاریٰ سے صفحہ ۳ مین لکہا ہے کہ اونہا کہا
کیا ہمنے تمکو مر گئے پیچہے۔ یہہ ماجرا افراہیم سریانی کی کتاب یعنی افرائیم والی تورات
مین مرقوم ہے انتہی

(صفحہ ایضاً) قولہ موت کی لفظ کا نہایت وسیع معنون مین استعمال ہوتا ہے امام
فخرالدین رازی اور صاحب تفسیر ابن عباس نے سورہ زمر کی تینتالیسوین آیت مین لفظ
موت کو معنے نوم قرار دیا ہے اور حین موتہا کے تفسیر حین منامہا کی ہے اور قرآن مجید
مین رنج مین پڑے رہنے پر بہی موت کے لفظ کا استعمال ہوا ہے جہان سورہ آل عمران
مین فرمایا ہے کہ قل موتوا بغیظکم یعنے اپنے غصہ سے مرجاؤ یعنے اوسمین مبتلا رہو ڈہے
ہوئے شہر غیر آباد یا فصل گذری ہوئی زمین پر بہی موت کا استعمال ہوتا ہے بیجان
یا معدوم شئے پر بہی موت کا لفظ بولا جاتا ہے جہان فرمایا ہے کہ کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم

ثم یحییکم اور اور جگہہ فرمایا ہے کہ یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی غرضکہ جہانتک غور کیا جاتا ہے اس مقام پر لفظ موتکم سے جو قرآن مجید مین آیا ہے اون لوگون کے فی الحقیقت مرجانے پر استدلال نہین ہوسکتا الخ ج یہہ کیا خوب وجہہ آپ نے فرمائی کہ چونکہ قرآن مجید مین متعدد معنون سے موت کا لفظ آیا ہے کہ جنمین سے بیجان یا معدوم شے پر بہی موت کا لفظ بولا جاتا ہے اسوجہہ سے جہانتک غور کیا جاتا ہے اسمقام پر لفظ موتکم سے جو قرآن مجید مین آیا ہے اون لوگون کی فی الحقیقت مرجانے پر استدلال نہین ہوسکتا الخ آپکا غور بہی قابل داد ہے بہلا جب آپ بہی فرماتے ہین کہ بیجان یا معدوم شے پر بہی موت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس مقام پر لفظ موتکم سے اون لوگونکے فی الحقیقت مرجانے پر استدلال کیون نہین ہوسکتا لفظ موتکم تو موجود ہے اور آپ فرماتے ہین کہ بیجان پر یہہ لفظ بولا جاتا ہے پہر اون لوگون کی فی الحقیقت مرجانے پر استدلال نہونیکی کیا وجہہ اسکے سوا دہ ہزار معنے موت کے سہی مگر مرنیکی معنے بہی تو موت کے ہین پہر کیا وجہہ کہ یہی معنے یہان نہ لئے جائین آپ فرماتے ہین کہ موت کے لفظ کا نہایت وسیع معنون مین استعمال ہوتا ہے الخ لیکن ضرب کے لفظ کا بہی نہایت وسیع معنون مین استعمال ہوتا ہے یا نہین وہان کیون چلنے کے سوا دوسرے معنے آپنے پسند فرمائی اور زدن جو ضرب کی عام معنے ہین منظور نہوئے اگرچہ رفتن مین بہی قدم زدن سے چارہ نہین ہوتا ہے اسیطرح یہان بہی موت کے عام معنے جو مرجانے کے ہین اوس سے حذر کرکے بے سبب اوسکی اصطلاحی معنے ڈہونڈہنے لگے تفسیر

جامع البیان مین لکہا ہے فاخذتکم الصاعقۃ صیحۃ من السماء او نار واتم تنظرون ما

اصابکم فلما ہلکوا بکی و تضرع موسے قائلا ماذا اقول لبنی اسرائیل اذا

ہلکت خیارہم فتضرع وتماشد حتے احیاہم اللہ تعالے وعذر ا

قولہ ثم بعثناکم الخ بیناکم لعد موتکم بسبب الصاعقۃ الخ الحاصل اگرچہ ایک بہی اسرائیلی اس واقعہ مین نہ مرا ہو لیکن آپ جس آیت کی تفسیر کررہی ہین اوس سے آپ کب ثابت کرسکے کہ وہ ستر اشخاص نہین مرے تہے اور نہ کہین اور سے بہی آپ اپنے اس دعوے کو ثابت کرسکے سوا اسکے کہ خدا کا کلام ایسا بودا نہین ہے الخ معلوم نہین کہ ستر اسرائیلیون کے مرجانیسے خدا کے کلام مین بودا پن کیا آگیا

(صفحہ ۱۰۷) **قولہ** یہہ تمام واقعات موسے و بنی اسرائیل پر سیلا کے مقام مین گزرے تہے وہان ایک سلسلہ پہاڑون کا ہے جسکو طور سینا یا طور سینین کہتے ہین اور کبہی صرف طور ہی اوسکا نام لیتے ہین کچہہ شبہہ نہین ہو سکتا کہ حضرت موسیٰ کے زمانہ مین وہ کوہ آتش فشان تہا جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ ہم علانیہ خدا کو دیکہنا چاہتے ہین تو وہ بجز اوسکی قدرت کاملہ کے ایک عظیم الشان کرشمہ کی اور کچہہ اونکو نہین دیکہا سکتے تہے پس وہ اونکو اوس پہاڑ کے قریب لے گئے جس کی آتش فشانی اور گڑگڑاہٹ اور زور شور کی آواز اور پتہرون کی اوڑنیکے خوف سے وہ بیہوش یا مردہ کی مانند ہوگئے الخ

ج اگر خدا کا عظیم الشان کرشمہ دکہانا منظور تہا تو حضرت موسےٰ نے وہ سمندر جس سے اوترے تہے کیون اونہین یاد نہ دلایا اور وہ کوہ آتش فشان کیا یہہ راہ دیکہہ رہا تہا کہ جب حضرت موسیٰ ستر اسرائیلیون کو لائین اوسیوقت بہڑک اوٹہے اور اگر وہ کوہ آتش فشان تہا تو حضرت موسیٰ اور یشوع جو اوسپر چالیس دن تک رہے یہہ دونون کیون نہ خاکستر ہوگئے اور کوئی کوہ آتش فشان ایسا نہین ہے جسکے بہڑکنے کا شہرہ گرد و نواح مین ایک دو منزل تک نہو جاسے پہر باوجود اوسکے آتش فشانی کی اور سب بنی اسرائیل کیون نہ اوسے دیکہہ سکے کیونکہ وہ تو اوسی پہاڑ کے دامن مین اُترے ہوے تہے اور وہ وادی جسے آپ قیامگاہ بنی اسرائیل سمجہے ہوے ہین فقط نو میل لمبے اور تین میل چوڑے تہے مگر جو اسمین اختلاف ہے آپ کو ابتک اسکی ہی خبر نہین ہے اور دنیا مین بیسیون پہاڑ بہڑک اوٹہتے ہین اور اونہین دیکہنے والے کبہی بیہوش نہین ہو جاتے ہین یہانتک کہ اس آتش فشانی سے گانو اور بستیان تک غارت ہو جاتی ہین تب ہی کوئی اسی دیکہہ کر بیہوش نہین ہوتا ہے بلکہ بہاگ جاتے ہین اور کوہ طور اگر آتش فشان تہا تو حضرت موسےٰ کے وہان جانے سے پیشتر وہ کبہی کیون نہ بہڑک اوٹہا تہا اور اوسکے بعد آجتک کیون نہ کبہی بہڑک اوٹہا اُسکے سوا لاوا یعنے پتہر پگہلا ہوا جو پہاڑ کی آتش فشانی کیوقت منزلون تک بہہ کر جاتا ہے وہان کب موجود تہا کیونکہ بنی اسرائیل پہاڑ کے دامن مین خیمہ زن تہے اگر لاوا بہا ہوا دیکہتے تو کبہی وہان دیدہ و دانستہ قیام نکرتے ان سب باتون کے علاوہ یہہ کہ اگر حضرت موسےٰ نے کوہ آتش فشان اونہین دیکہایا ہوتا تو سب اسرائیلی ملکر ضرور حضرت موسےٰ کو اوسیوقت شہید کرتے کیونکہ یہہ کچہہ اونکے پیغمبری

کا ثبوت نتہا بلکہ جب پہاڑ آتش فشان ہو تو ہر طفل کو چہ گرد بہی اوسے دیکہا سکتا ہے
حضرت موسیٰ کی اسمین خصوصیت کیا تہی ان سب سے قطع نظر عرب مین کوئی پہاڑ آتش فشان
نہین ہے تمام دنیا کے آتش فشان پہاڑون کے حالات خوب تحقیق کر کے اور اپنے
تجربون سے صحیح معلومات حاصل کر کے خاص اسی بیان مین جو محققین نے کتابین تصنیف
کی ہین اونمین تمام روئی زمین پر دو سو پہاڑ آتش فشان معہ نام مقام و دفعات
آتش فشانی بقید تاریخ و ماہ و سال مع کوائف متعلقہ واقعہ سب لکہے ہین لیکن عرب مین
کوئی پہاڑ آتش فشان اونہون نے بلکہ اون سبہون نے جنکی جغرافیہ دانی پر خاص و عام
کو اعتماد ہے نہین بتایا اور پادری شیر نگ صاحب کا رسالہ جو چیز تر مطبوعہ مرزاپور
۱۸۶۱ء ہی جمین سرزمین یورپ سے چین تک اور امریکا تک جتنے پہاڑ آتش فشان
ہین سبکا مفصل حال مرقوم ہے دیکہنے سے میرے اس قول کی تصدیق ہو سکتی
ہے کیونکہ یہہ رسالہ ہی خاص اسی ایک ہی بیان مین ہے

(صفحہ ایضا) قولہ اس بات کے آثار کہ کوہ سینا درحقیقت آتش فشان تہا ابتک
پائی جاتے ہین اور ہر شخص اب بہی جا کر دیکہہ سکتا ہے ایک بہت بڑا عالم
شخص یعنے کیپٹن اسٹیلے حال مین لبطور سیاحت اوس وادی مین گئے تہے جہان
سے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل نے گزر کیا تہا اونہون نے اس پہاڑ کا حال
اسطرح پر لکہا ہے کہ چٹانون کی راہ سے جو لبطور زینہ کے بنے ہوئی تہین ہم ایک وادی
مین پہونچے جو سرخ پتہر کے پہاڑون کے درمیان تہا یہا ہر عجیب وغریب پہاڑ دیکہنے
مین آئے جنکے دیکہنے سے معلوم ہوتا تہا کہ گویا سرخ و سیاہ مادہ کی گرم نہرین اونپر
بہتی ہین درحقیقت آتشی مادہ اوپر بہہ آیا تہا جبکہ وہ زمین سے اوٹہے تہے یہہ راستہ
ایسی جگہہ ہو کر گزرتا تہا جہان بجز جلے ہوئے مادون اور خاکستر کے اور کچہہ نتہا
ایسا معلوم ہوتا تہا جیسے کسی ہتیار ڈہالنے کے کارخانہ مین ڈہیر ہوتے ہین یہان اکثر
ایسی چیزین دیکہنے مین آئین جنکو کوئی نیا آدمی آتش فشان پہاڑ کے آثار تصور کرے
لیکن یہہ غلط فہمی ہے جلے پہاڑ کی مانند جو بڑے بڑے ڈہیر معلوم ہوتے ہین وہ صرف
لوہے کی ریزے ہین جو ہرے پتہرون کی بناوٹ مین ملے ہوتے ہین سرخی مائل پتہر
کے چٹانون مین جو آتشی عمل کے آثار پائے جاتی ہین وہ اونکی ابتدائی اوہان سے

متعلق ہین نہ کسی بعد کے انقلاب سے ہر جگہہ پانی کے عمل کی آثار ہین آگ کی
کہین نہین ۔ لیکن اسٹینلے بہت بڑے پادری اور عیسائی مذہب کے پیشوا ہین
عیسائیونکا یہہ عقیدہ ہے کہ درحقیقت خدا ہی آگ کی صورت مین پہاڑ پر اوترا تہا
اسلیئے اونہون نے اپنی تحریر مین اوس پہاڑ کو آتشین پہاڑ کہنے سے بہت بچایا ہے مگر
جو شئے کہ موجود ہے اوسکو کوئی شخص ہیر پہیر کر بیان کرنیسے معدوم نہین کرسکتا خود توریت
مین جو کچہہ اس پہاڑ کی نسبت بیان ہوا ہے اگر صحیح تسلیم کیا جاوے تو کچہہ شبہہ نہین
رہتا کہ وہ آتش فشان پہاڑ تہا الخ **ج** اسکے بعد خانصاحب بہادر نے خروج ۱۹
باب کے یہہ آئتین فارسی ترجمہ کی نقل کے ہین کہ بوقت طلوع صبح رعدہا و برقہا و غمامہ
مظلمہ بالائی کوہ نمایان شد و آواز کرنا بحدے شدید شد کہ تمامی قومی کہ در اردو بودند
لرزیدند و تمامی کوہ سینی را دود فرا گرفت و دودش مثل دود تنور متصاعد بود و
تمامی کوہ بغایت متزلزل شد انتہے خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ اگر یہہ آئتین
صحیح تسلیم کیجاوین تو کچہہ شبہہ نہین رہتا کہ وہ آتش فشان پہاڑ تہا اب ہم ان آیتونکا
ترجمہ بیبل مطبوعہ لندن سنہ ۱۸۶۰ء سے جسکے جلد بوجہہ کمال صحت و اعتبار ہندوستانکے
تمام پادریون کے استعمال عبادت مین ہے اور ہر گرجا گہر کے منبر پر دیسی عیسائیون کے
نصیحت کیواسطے رکہی ہوئی نظر آتی ہے لکہتے ہین صبح کو بادل گرجے اور بجلیان چمکین
اور پہاڑ پر کالی گہٹا اندہی اور قرنائی کی آواز بہت بلند ہوئی چنانچہ سارے لوگ ڈیرون
مین کانپ گئے ۔ اور سب کوہ سینا پر زیر و بالا دہوان تہا کیونکہ خداوند شعلے مین ہوکر
اوسپر اوترا اور تنور کا سا دہوان اوسپر سے اوٹہا اور پہاڑ سراسر لرزا (خروج ۱۹ باب
۱۶ و ۱۸) اب خانصاحب بہادر کے سمجہہ کو کیا کہنا چاہئے کہ وہ آتش فشان مین جو کچہہ ظاہر
ہوتا ہے پہاڑ سے ظاہر ہوتا ہے مگر کبہی نہ ہوگا کہ کوئی پہاڑ آتش فشان بادل کو گرجا
سکے اور بجلیان چمکا سکے اور قرنائی کی آواز مین سر نکالے کیا شعلہ سے تہرتہراہٹ
کرنا سے موسیقار بجاتے تہے کہان بادل اور کہان پہاڑ چہ نسبت خاک را با عالم پاک
اسکے سوا ایسی حالت مین کوہ آتش فشان کی قریب کوئی نہین رہتا ہے کیونکہ دس میل
اور پندرہ میل تک لاوا بہا جاتا [illegible] اور دور دور تک پتہر اوڑ کر گرتے ہین مگر وہان تو
ایک ریزہ سنگ بہی نہ اوڑا اور نہ بنی اسرائیل خیمہ گاہ سے بہاگے خیر صاحب آپ

کی یہہ دلیل جو توریت سے پیش کی تہی وہ تو باطل نکلی اب پادری کیلن اسٹینلی کے قول سے آپکو کیا تائید ہوسکتی ہے جبکہ آپ خود اقرار کرتے ہین کہ اونہون نے اِس پہاڑ کو آتشین پہاڑ کہنے سے بہت بچایا ہے الخ اور خود پادری کیلن اسٹینلے کا قول آپ نے یہہ بیان کیا کہ یہان اکثر ایسی چیزین دیکہنے مین آئین جنکو کوئی نیا آدمی آتش فشان پہاڑ کے آثار تصور کر لے انتہے اب فرمائی آپ اوسے آتش فشان پہاڑ تصور کرکے اپنے ہی گواہ کی نظر مین نیا آدمی یعنے محض ناواقف قرار پاسکے یا نہین اول تو ایک گواہ کا اعتبار کیا اور وہ ایک ہی ایسا کہ جسنے خود آپ کے دعوے کو باطل کیا اب تیسری دلیل پر جو محض آپ کی زبانی تحقیق ہے غور کرنا چاہئے آپ فرماتے ہین کہ سرخی مائل پتہر کی چٹانون مین جو آتشی عمل کے آثار پائے جاتے ہین وہ اونکی ابتدائی اوٹہان سے متعلق ہین نہ کسی بعد کے انقلاب سے الخ پس آپنے نہ وہ پہاڑ دیکہا ہے نہ سرخی مائل پتہر پہر آپ کو کسی بعد کے انقلاب کی کیا شناخت ہو سکتی ہے دیکہنی والا تو اوسے آتشین پہاڑ نہین بتاتا اور وہی دیکہنے والا جسپر آپ کو تکیہ ہے اور آپ بے دیکہے اوسے آتشین پہاڑ ٹہراتے ہین اِسکا کون یقین کریگا اور بالفرض آپ اوسے جاکر دیکہہ ہی آئین تو پتہر کا گداختہ ہونا تو ہم ہی اقرار کرتے ہین لیکن وہ کلام خدا کی جبروت کا نشان تہا نہ یہہ کہ اثر آتش فشان کیا آپنے قرآن مین نہین پڑہا ولو انزلنا هذا القرآن علی جبل لرایته خاشعا متصدعا من خشیة الله یعنے اگر ہم اوتارتے یہہ قرآن ایک پہاڑ پر تو تو دیکہتا وہ دبجاتا پہٹ جاتا اللہ کی ڈر سے (حشر ع ۳) پس جسطرح یہہ قرآن خدا کا کلام ہے اِسیطرح اوسوقت ہی خدا حضرت موسیٰ سے کلام فرمارہا تہا یعنے توریت نازل کر رہا تہا اور قرآن و توریت دونون کا ایکہی نام یعنے فرقان ہی ہے لقد اتینا موسیٰ و ہارون الفرقان (انبیاء) اِسکے سوا ابہی آپ کو یہہ تو معلوم ہی نہین ہے کہ جس پہاڑ کو پادری کیلن اسٹینلے نے دیکہا وہی کوہ طور ہے یا دوسرا الکتاب کے مقامات المعروف مطبوعہ مرزاپور سنہ ۱۸۶۰ء صفحہ ۶ و ۷ مین پادری شیرنگ صاحب نے لکہا ہے کہ خدا کا پہاڑ کبہی حوریب کہلایا کبہی سینا اکثر آیتون کے مقابلہ کرنیسے یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ حوریب تو تمام کوہستان کا نام ہے جسکے فقط ایک چوٹی کا نام سینا

کہلایا اور دوسرے چوٹی کا فاران اب اگر بحث ہو تو فقط اسی پر کہ سب چوٹیون سے
مین کون چوٹی وہ ہے جو زمانہ قدیم مین سینا کہلائی دو چوٹی تو ہین جو آجکل سب سے
زیادہ مشہور ہین ایک جسے اہل عرب الطور یا جبل سینا کہتے ہین اور دوسرے جو
جبل کترین کہلاتی ہے ۔ متواتر رواتیون سے یہہ ثابت ہوا کہ یہی سینا ہے
جسپر شریعت نازل ہوئی لیکن ایک مشکل یہہ ہے کہ جبل موسے کے اوس پاس کوئی
ایسا میدان نہین ہے جسمین چھہ لاکھہ آدمی بخوبی ڈیرہ کرسکین اسی سبب سے ایک
مشہور عالم ڈاکٹر لپسیس صاحب نے یہہ گمان کیا کہ جبل موسے اصل سینا نہین ہے
اوسکی سمجھہ مین یہہ بات کہ ایک دوسرا پہاڑ جبل سربعال نامی اصل سینا ہوگا جسکی ثبوت
مین وہ یہہ دلیلین پیش کرتا ہے کہ جبل سربعال جبل موسے کی برابر بلند ہے اور ہر
مسافر دیکھو ہی پہلے نظر آتا ہے سامھنے اوسکے ایسا میدان ہے کہ بیس لاکھہ آدمیون کے
ڈیرہ کرنیکی جگہہ ہے زمانہ قدیم مین کوہ سربعال کے بڑی تعظیم تھی اور اوسکی کئی مقامون
پورانے حرفون کی جو کسینی نہین پڑھے گئی ایک کتبے ہین اور جبل موسے پر ایسا ایک بھی
نہین جانیکے واسطے اوسپر سیڑھیان بنی ہین سوا اسکے جو وادی اوسکے درمیان مین ہے
اوسکو آجکل وادی فاران کہتے ہین چنانچہ برد کہروٹ صاحب نے بھی فرمایا کہ اگلے زمانہ
مین حاجیون نے کوہ سربعال کو کوہ سینا سمجہا ہوگا اوسکے سوا لپسیس صاحب یہہ کہتے ہین کہ
فاران اور سینا ایکہی کوہستان کا نام ہے اور اسکے ثبوت مین حبقوق نبی کی کتاب کا
سو باب ۳ سند گزرانتے ہین بس جس حال مین کہ وادی متصل زمانہ قدیم مین فاران
کہلاتی اغلب ہے کہ زمانہ قدیم مین پہاڑ بھی فاران مشہور ہوگا کوہ سینا سمندر کے
سطح سے آٹھہ ہزار ایک سو چھپن فٹ بلند ہے انتہے پس جب ابہی اسمین کلام ہے
کہ کوہ سینا کونسا تہا تو اوسے آتش فشان سمجھ لینا آپ کی معلومات کا کافی ثبوت ہے
یعنی ہنوز یہہ نہین تحقیق ہوا کہ کوہ سینا کونسا پہاڑ ہے اوسکا آتش فشان ہونا آپ کو
تحقیق ہوگیا حالانکہ تحقیق کے ذریعے یہی تصنیفات علما راہلکتابت ہین اور جبکہ انہین
کو اسکے ثبوت مین اتفاق نہین ہے تو آپ نے کہان سے معلوم کرلیا کہ یہہ کوہ
سینا ہے اور وہ آتش فشان بھی ہے

(**صفحہ ۱۰۸**) **قولہ** خدا کی تجلی ہر چیز مین ہے جسکو اوسنے اپنی قدرت کاملہ سے

بنا یا اور سید اکیا ہم بلا شبہہ کہہ سکتے ہین کہ فلما تجلی ربنا علی الجبل فلما تجلی ربنا علی البحر فلما تجلی ربنا علی الانسان فلما تجلی ربنا علی الحمار فلما تجلی ربنا علی البعوضۃ وما فوقہا فقد وقع کذا مگر کسی مادے یا فانی صورت مین نہ خدا آسکتا ہے نہ سما سکتا ہے پس ہم توریت کے اِس لفظ پر کہ خداوند در آتش بر آن نزول نمود یقین نہین لاسکتے الخ **ج** اتنا خانصاحب بہادر صاف صاف الحاد کی باتین کرنے لگے پس اب مجھے بہی خانصاحب بہادر کے تکفیر کا فتوے دینے پڑا اور یہان سے یہہ بہی ثابت ہو گیا کہ اوس پہاڑ کے آتش فشان ہونیکا کچہہ بہی ثبوت نہین ہے خانصاحب بہادر زبردستی اوسے آتش فشان ثابت کرتے ہین اسوجہہ سے جہان توریت مین اِسکے خلاف ظاہر ہوتا ہے اوسے خانصاحب بہادر صاف فرماتے ہین کہ ہم نہین ملنتے ۔

(**صفحہ ایضا**) **قولہ** توریت مین بنی اسرائیل پر بادلون کی چھاؤن ہونیکا قصہ عجیب طرح سے لکہا ہے کہ بادل تمام دن بنی اسرائیل کو راہ بتانے کے لئے اونکے آگے آگے چلتا تہا اور جہان تہرتا جاتا وہان بنی اسرائیل مقام کرتے تہے اور رات کو وہی بادل بروشنی کا ستون ہوجاتا تہا مگر اسپر کیونکر یقین ہو سکتا ہے جبکہ چالیس برس تک بنی اسرائیل کو منزل مقصود تک پہونچنے کا رستہ نہین ملا ہمارے علمار مفسرین نے بہی اپنی عادت کیموافق یہود یون کی پیروی کی ہے اور اِس آیت وظللنا علیکم الغمام کی تفسیر مین ایسی قسم کی باتین جنکا اشارہ تک اِس آیت مین نہین ہے بیان کی ہین الخ **ج** جسطرح قصہ آدم اور عبور موسےؑ اور تجلائی طور وغیرہ کے تاویل آپ ابتک کرتے آئے ہین توریت کی اِن آیتون کی بہی کوئی ویسی تاویل نکر دے تاکہ یہہ نہ کہنے پڑتا کہ اسپر کیونکر یقین ہو سکتا ہے یعنے ہم اِن آیتونکو نہین مانتے کیونکہ اس مفصل اور مشرح بیانکی جب کوئی تاویل نہو سکی تب ناچار خانصاحب بہادر کو یہی کہنے پڑا کہ ہم اِن آیتونکو نہین مانتے اور اس نماننے کی وجہہ خانصاحب بہادر نے کیا خوب فرمائی کہ اسپر کیونکر یقین ہو سکتا ہے جبکہ چالیس برس تک بنی اسرائیل کو منزل مقصود تک پہونچنے کا رستہ ملا الخ پس بنی اسرائیل کا چالیس برس تک منزل مقصود تک نہ پہونچنا اسوجہہ سے نہین تہا کہ بقول خانصاحب بہادر بادل اونکے ساتہہ تہا کیونکہ اگر بادل اونکے ساتہہ نہوتا تب بہی وہ چہیالیس دنمین ملک کنعان تک پہونچ سکتے تہے اور جبکہ چالیس برس

بنی اسرائیل کا بیابان مین رہنا ثابت ہے تو بادل کا ہونا چالیس برس تک اونکے
منزل مقصود تک نہ پہونچنے کا کب مانع تہا اس سے ثابت ہے کہ اونکا چالیس برس
تک بیابان مین پہرنا خدا کے حکم سے تہا اور بنی اسرائیل کے نافرمانیون کی سبب اور
جب یہہ ثابت ہوا تو اب خانصاحب بہادر کے پاس کوئی دلیل اسکے لئے باقی
نہین ہے کہ بادل جیسا توریت مین لکہا ہے بنی اسرائیل کے ساتہہ تہا

(**صفحہ ۱۰۹**) **قولہ** قرآن مجید سے بنی اسرائیل کے ساتہہ بادل کا پہرنا
نہین معلوم ہوتا اس آیت سے صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ کسیوقت دہوپ اور
گرمی کے سختی مین بادل آجانے سے خدا نے اونکی تکلیف کو دور کردیا جسکا بطور
ایک احسان کے ذکر کیا ہے الخ **ج** اگر قرآن مجید مین یہہ سب کچہہ مذکور ہی ہوتا
تو آپ اوسے کب مانتے اور قرآن مین صاف تو لکہا ہے وظللنا علیکم الغمام اور سایہ
کیا ہمنے تمپر ابر کا مگر آپ اسکا ترجمہ اسطرح کرتے ہین کہ اور چہپا دیا ہمنے تمپر بادل
یہہ عجیب ترجمہ ہے بادل سے بنی اسرائیل چہپے تہے یا بادل چہپا تہا اور آپ فرماتے
ہین کہ کسیوقت دہوپ اور گرمی کی سختی مین بادل آجانے سے خدا نے اونکی تکلیف
کو دور کردیا لیکن آیت مین کسیوقت کا تو نام تک نہین ہے بلکہ مطلقاً سایہ کرنیکا ذکر
ہے اور اگر کسیوقت اوس ابر کا ہونا قیاس کرین تو اکثر دہوپ کی شدت مین کیا اب
ایسا اتفاق نہین ہوتا کہ چلنے والون کی سر پر ابر آجاتا ہے تب ہی خدا یہہ احسان کیکو
نہین یاد دلاتا ہے پہر بنی اسرائیل کو یہہ احسان یاد دلانے کی کیا وجہہ تہی اس سے ثابت
ہے کہ خدا نے خاص طور پر بنی اسرائیل کو ابر کے سایہ مین رکہا تہا جو ہمیشہ اون
کے ساتہہ رہتا تہا

(**صفحہ ایضاً**) **قولہ** من ایک چیز ہے جو بطور ترنجبین کے ایک خاص قسم
کی جہاڑیون پر جم جاتی ہے اور سلوے بیٹر کی قسم کا جانور ہے جو اوس جنگل مین
جہان بنی اسرائیل گئے بکثرت پایا جاتا تہا۔ باقی عجائبات من کے جو توریت مین بیان
ہوئے ہین جنپر یقین کرنا ایسا ہی مشکل ہے جیسے قانون قدرت سے انکار کرنا الخ **ج**
آپ قانون قدرت کو جانتے ہین مگر وہ جسنے توریت نازل کی قانون قدرت کو بجانتا
تہا اب یہہ تو فرمائی کہ وہ چیز ربانی آپکی اب کیا ہوئی جو ان آیتون سے سوا

انکار کے کوئی بہی تاویل نہین کرسکتے اور من کو تو آپ فرماتے ہین کہ جہاڑیون پر جمتی ہے اور بٹیر بکثرت پایا جاتا تہا پس اب کیون نہین پایا جاتا ہے اسکے سوا اگر بکثرت پایا جاتا تہا تو ایک مہینے سے زیادہ کیون نہ بٹیر اونہون نے کہائی حالانکہ من چالیس برس تک کہاتے رہے (گنتی ارباب ۲۰ و ۳۱ - ۳۴) اِسکے سوا تمام دنیا مین کوئی جگہہ ایسی نہین ہے جہان کوئی شکار اتنا ہات لگے کہ لاکہون آدمی فقط اوسیکے شوربہ سے پرورش پائین اب آپکو معلوم ہوا کہ وہ بٹیر ونکی کثرت محض او نہین دونون خدا کی قدرت سے تہی

(**صفحہ ۱۱۰**) **قولہ** حال کے سیّاحون نے بہی اوس جنگل مین من کو پایا ہے کیلن اسٹینلے لکہتے ہین کہ چشمہ مرہ سے گزر کر ڈو وادیان دیکہین جسمین سے ایک یقیناً ایلیم ہوگی ــ یہان کی کہجور کے درخت چہوٹے چہوٹے تہے اور یہان نیز مرسک کے درخت بہی تہی جنکے پتون پر وہ شئی پائی جاتی ہے جسکو اہل عرب من کہتے ہین الخ ج کیلن اسٹینلی نے یہہ نہین کہا کہ یہہ وہی من ہے جو بنی اسرائیل کو چالیس برس تک ملا تہا پہر اونکا قول نقل کرنے سے آپکو کیا فایدہ ہندوستان مین ایک قسم کے مٹہائی بنتی ہے جسے اولا کہتے ہین لیکن کوئی اوسے وہ اولا جو آسمان سے برستا ہے نہین جانتا اسطرح عرب لوگ جسے من کہتے ہین ضرور نہین ہے کہ وہ اسرائیلی من ہو دینی و دنیوی تاریخ مصنفہ پادری رگسنتس براؤہید مطبوعہ الہ آباد ۱۸۷۶ء صفحہ ۱۱۳ مین لکہا ہے کہ بعضے لوگ اعتراض کرتے ہین کہ من جو بنی اسرائیل کو ملا کچہہ تعجب کا مقام نہین کیونکہ وہان کے ایک درخت سے یہہ چیز ملتی ہے لیکن معترض کو سمجہنا چاہئے کہ معجزہ تو ہوا کیونکہ (۱) جو من درخت سے نکلا وہ صرف اون اطراف مین حاصل ہوا لیکن یہہ بنی اسرائیل کو بیابان مین ہر کہین ملتا تہا اور (۲) درخت کا من مدت تک اچہا رہیگا پر یہہ جلدی خراب ہو گیا اور (۳) جو من اسرائیلیون نے پایا وہ سبت کے دن حاصل نہین ہو سکتا تہا انتہے اور لغت کتاب مقدس مطبوعہ مرزاپور ۱۸۷۵ء صفحہ ۲۸۵ مین لکہا ہے کہ وہان البتہ ایک چیز من نامی ہے پر اوسمین اور خدا کی بہیجے ہوئی خوراک مین ہر صورت سے فرق ہے عرب اوسے تین مہینے تک ایک درخت سے جو طرفا کہلایا جاتا ہو رسنے پر وہ خاص کرکے جون اور جولائی

مین اوسے جمع کرتے جب پانی بہت برستا تب زیادہ من پایا جاتا پر بعضے سالمین
کچھہ نہین ہے وہ اوسے پھوڑ کے پکاتے اور دو تین برس تک اونکی مشکون مین کہہ
کروہ بگڑتا نہین اکیلا وہ اوسے کبھی نہین کہاتے پر مکہن اور شہد کی عوض مین
اوسے کام مین لاتے زیادہ کہانیسے نقصان ہوتا کیونکہ اوسوقت وہ دوا کی
موافق ہے رکہنے سے وہ سخت ہوجاتا پر پھوڑتے وقت اوسے کوٹنا جیسا اسرائیلون
نے کیا (گنتی ۱۱ باب ۸) ناممکن ہے سوا اسکے بروک ہروٹ صاحب کے حساب سے
سات یا آٹھہ من سے زیادہ ایک سال مین کبھی نہین پھوڑا جاتا مگر اسرائیلیون نے
اپنے خرچ کے لئے ہر ہفتے مین ۱۸۷۵۰۰ یعنے ایک لاکہہ ستاسی ہزار پانسو من
سے کم نہ پھوڑا کیونکہ ہر ایک آدمی کو ایک اومر روز ملتا تہا (خروج ۱۶ باب ۱۶)
چنانچہ اسرائیلیون کے چالیس برس تک من پر ملاحظہ کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ جو چھہ
روز دیا جاتا پر ساتوین روز نہین اور دوسرے دن بگڑتا تہا پر سبت کے روز نہین
بگڑتا تہا اور دوا کے موافق کبھی نتہا پر ہمیشہ فایدہ مند روٹی بنی رہی اور چالیس برس
تک کبھی ناغہ نہین ہوا (نحمیاہ ۹ باب ۲۰) اور دفعتاً بالکل موقوف ہوگیا (یشوع
۵ باب ۱۲) اور معلوم ہوجائیگا کہ اوس مین اور عرب لوگونکے من مین کچھہ بھی
مناسبت نہین ہے اگر وہ بہی ایک چیز تہی جو ہر سال دکھائی دیتی ہے تو من نام اوسکی
کسواسطے دیا گیا (خروج ۱۶ باب ۱۵) اور کیا ضرور تہا کہ ہارون سونیکی برتن مین کچھہ محفوظ
رکہتے (خروج ۱۶ باب ۳۳ عبرانیونکا ۹ باب ۴) اندنون عرب کا من دوا کے
واسطے خرچ ہوتا اور سودا گرنہ فقط عرب سے بلکہ شام اور فارس سے بہی لے آتے ہین
ایک قسم کے درخت پر نہین بلکہ طرح طرح کے سبزی پر وہ پایا جاتا ہے اسلیے یہہ من جو
خدا کے حکم سے اسبات کے یادگار رہین کہ خدانے اسی خوراک سے چالیس برس تک
بنی اسرائیل کو پرورش کیا تہا سونیکی برتن مین رکہا گیا یہہ بہی معجزہ تہا کیونکہ بہی من
بیابان مین دوسرے دن رکہنے سے خراب ہوجاتا تہا اور یہہ جو یادگار کے واسطے برتن
مین رکہا گیا سیکڑون برسون تک خراب نہوا اب کہانتک آپ معجزون سے انکار کرتے
جائینگی کیا آپ کے انکار کرنیسے پیغمبرون کے معجزے باطل ہوسکتے ہین

(**صفحہ ایضاً**) **قولہ** اس آیت واذ قلنا ادخلوا مین جو کچھہ بیان ہوا ہے وہ حضرت

موسےؑ کے وقت کا قصہ نہیں ہے بلکہ بنی اسرائیل کا حال ہے جبکہ وہ حضرت یوشع کے ساتھہ شہر مین داخل ہوئے تھے اوس شہر کا نام قرآن مجید مین مذکور نہیں ہے مگر توریت مین نام اوسکا یریحو ہے جس کو یونانی مین جریکو کہتے ہین اور مسلمان مفسرون نے اوسکو اریحا لکھا ہے الخ **ج** معلوم ہوتا ہے کہ خالصاحب بہادر کو کچھہ بہی مہارت تالیف و تصنیف کرنیمین نہین ہے اب جو کوئی اس بیانکو دیکھیگا کیا کہیگا ہر جگہہ اپنے تحقیق کے ثبوت صحت مین آپ توریت پر تکیہ کر جاتے ہین مگر اوسی توریت مین جب کسی معجزہ کا بیان آجاتا ہے آپ فرماتے ہین کہ ہم اسے نہین مانتے پس باوجود متواتر توریت کی حوالون کے توریت کے اون آیتونکو جسمین معجزونکا ذکر ہے آپکا بوجہہ نماننا خاص و عام کے نزدیک خلل دماغ ہے پر دال ہوگا یا نہین

(صفحہ ایضاً) قولہ سجدہ وادخلوا الباب سجدًا سے مراد حقیقی سجدہ کرنا نہین ہے جسمین ماتہا زمین پر ٹیکنا ہوتا ہے بلکہ خضوع و خشوع سے خدا کا شکر کرتے ہوئے داخل ہونا مراد ہے تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ ارادبہ الخضوع وہو الاقرب الخ **ج** کیا وہ کوئی دیوتا کا مندر تہا جہان سجدہ ناجایز ہونیکے سبب آپ کو سجدہ کی معنے بدلنا لازم ہوا اور جبکہ وہ کوئی بتخانہ یا خرابات وغیرہ نتہا تو پہر سجدہ کے معنے بدلنے کی ضرورت کیا ہے اور آپ تو فرماتے ہین کہ خدا کا شکر کرتے ہوئے داخل ہونا مراد ہے الخ پس کیا شکر خدا کے واسطے ہے اور سجدہ خدا کیواسطے نہین ہے جو شکر گزاری جایز ہوئی اور سجدہ ناجایز پہر کیا سجدہ کرنیسے شکر گزاری ثابت نہین ہوتی کوئی ناشکری ثابت ہوتی ہے علاوہ اسکے شکر گزاری سجدہ کے قایم مقام نہین ہے اور سجدہ شکر گزاری کا قایم مقام بلکہ عین شکر گزاری ہے اس سے ثابت ہوا کہ سجدہ شکر بجالاتے ہوئے شہر مفتوحہ مین داخل ہونیکا حکم تہا کیونکہ خدا نے عجب قدرت کیا تہہ اس شہر پر اونہین فتح دی تہی جسکی شہرپناہ تکبیر کے آواز سے گرائی گئی (یشوع ۶ باب) پس شکر گزاری تو پہر اونے بخشش کیواسطے بہی کیجاتی ہے مگر یہہ معجزانہ فتح اسی قابل تہے کہ اسکی شکر گزاری خاک پر گر کر اور زمین پر ناک رگڑ کر کیجاتی اگرچہ یہہ واقعہ توریت مین مندرج موجود ہونیکی وجہہ سے کسیکو اسکے صحت مین جاے دم زدن نہین ہے اور سب مسلمانونکو اور عیسائیون کو بہی اسکی صحت کا ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ مجموعہ توریت مین مندرج

لیکن از راہ نا واقفی اگر کسیکو کچھہ اسکی صحت مین شبہہ ہو تو شاہ عبدالعزیز صاحب کے
تفسیر عزیزی مین شروع تفسیر سورہ مدثر مین دیکھنا چاہئے جہان لکھا ہے کہ حضرت عمر
رضی اللہ اور دوسرے مسلمانون کی آواز تکبیر سے قلعہ اسطخر کی دیوار جڑ سے گر پڑی
تھی اور اسقدر اوس کلمہ نے تاثیر کی تھی کہ جب اوس دیوار کو اوٹھاتے تھے تو غیب
سے تکبیر کی آواز آتی تھی اور اوس آواز کے صدمہ سے وہ دیوار جڑ سے گر پڑتی
تھی انتہے حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غیر حاضر مین یہہ آواز غیب سے پیدا
ہوتی تھی اور یہہ اس معجزانہ واقعہ مین دوسری کرامت ظاہر ہوئی تھی شاہ عبدالعزیز صاحب
فرماتے ہین کہ جب اوس دیوار کو اوٹھاتے تھے تو غیب سے تکبیر کی آواز آتی تھی اور اوس
آواز کی صدمہ سے وہ دیوار جڑ سے گر پڑتی تھی انتہے اسطرح کے معجزانہ فتح کی ہمیشہ یہی
علامت رہتی ہے چنانچہ یریحو کی شہر پناہ بھی جسکے بابت حقتعالے نے فرمایا کہ و
ادخلوا الباب سجدا جب تکبیر کی آواز سے گرائی گئی تو اوسکی دوبارہ تعمیر کرنیوالے
پر حضرت یشوع علیہ السلام نے لعنت کی تھی (یشوع ۶ باب ۲۶) اور اوسکی
تعمیر سے روکنے کے لئے وہ بہت پر تاثیر لعنت ظاہر ہوئی (اول سلاطین ۱۶ باب ۳۴)

(صفحہ ۱۱۱ و ۱۱۲) قولہ اس آیت فانفجرت مین بھی ایک مبحث کے لائق
تھا کہ پانی بارہ چشمے نے کیونکر پیدا ہوئے تھے اور اس بحث کو ہمنے نسیناالیسوین آیت کی
تفسیر مین بالاستیعاب بیان کیا ہے پہاڑی ملک کو اہل عرب حجر کہتے ہین جیسے کہ
عرب الحجر یعنے عرب کا پہاڑی حصہ اسیطرح فاضرب لعصاک الحجر مین لفظ حجر کا استعمال
ہوا ہے بحر احمر کی شاخ کو عبور کر نیکے بعد ایک وادی ملتا ہے جسکا قدیم نام ریثام ہے
وہان پانی نہین ملتا توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہان ایک چشمہ تھا جسکا پانی نہایت
تلخ تھا اور پی نہین سکتے تھے اسلئے اوسکا نام مرہ رکھا ہے حال کے زمانہ کے
سیاحون نے بھی وہان ایک چشمہ پایا ہے جسکو وہ مرہ خیال کرتے ہین یہی مقام ہے
جہان بنی اسرائیل نے حضرت موسے سے پانی مانگا تھا اس مقام کے پاس پہاڑیان
ہین جنکی نسبت خدا نے حضرت موسےٰ سے کہا کہ فاضرب لعصاک الحجر یعنے اپنی لاٹھی
کے سہارے سے اس پہاڑی پر چڑہ چل اوس پہاڑی کی پرے ایک مقام ہے
جسکو توریت مین ایلم لکھا ہے وہان بارہ چشمے پانیکے جاری تھے جسطرح پہاڑی

ملک مین پہاڑ ونکی جڑ یا چٹانون کی درارون مین سے جاری ہوتے ہین جنکی نسبت خدا نے فرمایا کہ فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا یعنے اوس سے پہوٹ نکلے ہین بارہ چشمے اگر ہم توریت کی عبارت پر یقین کرین تو اوس سے بہی یہی پایا جاتا ہے اور اوسکی یہہ عبارت ہے بعد ازان بہ ایلم آمدند و در انجا دوازدہ چشمہ آب یافتند و ہفتاد درخت خرما بود و در انجا بہ پہلوی آب اردو زدند خروج ۱۵ باب ۲۷ - الخ

یہی آیت سورہ اعراف ع ۲۰ مین بہی ہے شاہ عبد القادر صاحب اور سب علماء اسلام نے اس آیت کا یہہ ترجمہ کیا ہے کہ مار اپنی عصا سے پتہر کو پہر یہہ نکلے اوس سے بارہ چشمے انتہے آپ فرماتے ہین کہ اس بحث کو ہمنے ستائیسوین آیت کی تفسیر مین بالاستیعاب بیان کیا ہے لیکن ستائیسوین آیت کی تفسیر مین آپ نے کیا ثابت کر لیا تہا جو یہان ضرب کے معنے حسب دلخواہ ثابت کر لینگے دینی و دنیوی تواریخ کے صفحہ ۳۱۱ مین پادری اگستس پراڈ ہیڈلی نے اسکا مفصل بیان اسطرح لکہا ہے کہ رفیدیم مین جہان پانی پینے کو نتہا خدا کے حکم کے مطابق موسٰے نے چٹان کو مارا اور پانی بہنے لگا انتہے اور توریت و انجیل مین بہی یہی ذکر ہے دیکہو اول قرنتیونکا ۱۰ باب ۴ خروج ۱۷ باب ۶ گنتی ۲۰ باب ۱۱ لغت کتاب مقدس صفحہ ۲۹۱ مین لکہا ہے کہ اڑتیس ۳۸ برس بعد اون اسرائیلیون کی نسل نے پانی کیواسطے ویسا ہی جہگڑا خدا سے کیا اوسوقت وہ قادس مین تہی اور اونہین شرم اور یاد دلانیکے واسطے کہ باپ دادونکا ٹہیک مزاج اونہین سے ہے مریبہ نام پہر رکہا گیا انتہے یہان بہی حضرت موسٰے نے عصا مار کر چٹان سے پانی نکالا تہا گنتی ۲۰ باب مین اسیکا ذکر ہے پس اس بحث مین جو ضرب کے معنے چلنے کی آپ نے لکہی ہین خروج ۱۵ باب ۲۷ مین جسکا فارسی ترجمہ آپنے لکہا ہے وہان تو کوئی لفظ جس سے لفظ ضرب کے معنے کے تحقیق ہوسکی موجود نہین ہے اور ستائیسوین آیت کے تفسیر مین جہان آپنے اس بحث کو بالاستیعاب بیان کیا ہے وہان اوسکا ابطال بہی قرار واقعی ہو چکا ہے اب یہان اوسہی قسم کی صریح نشانون سے آپ کو ضرب کے معنے تبلانا لازم ہوئے خروج ۱۷ باب ۵ و ۶ مین حقتعالے نے حضرت موسٰے سے فرمایا کہ اپنا عصا جو تو دریا پر مارتا تہا اپنے ہات مین لے - تو اوس پہاڑ کو مار تو اوس سے پانی

نکلیگا اور لوگ پئینگے چنانچہ موسے نے بنی اسرائیل کے بزرگونکے سامنے یہی کیا انتہے
اور گنتی ۲۰ باب الا مین ہے تب موسے نے اپنا ہات اوٹہایا اور اوس بڑے پتہر کو دو بار
اپنے عصا سے مارا تو بہت پانی نکلا انتہے اور ۷۸ زبور ۱۶ مین ہے دیکہو اوسنے چٹان
کو مارا ایسا کہ پانی بہہ نکلا انتہے اب فرمائیے کہ اتنی الہامی گواہیون سے ضرب کے معنے
مارنیکے ثابت ہوئے یا چلنے کے اور باوجود ایسے صریح نشانون کے جو ضرب کے معنے چلنے
کے اب بہی کوئی شخص کہے جائے تو اوسکے حذر کا کلام بگاڑنیوالا ہونے مین کون
شک کریگا اور آپ تو عصا مارنیسے چٹان مین سے پانی بہہ نکلنے کے معجزہ پر ایسے
[illegible] لیکن کیا حال ہوگا اوسوقت جب آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ چٹان اسرائیلی
جماعت کے ساتہہ ساتہہ ہی جاتے اور منزل اور مقام پر پانی بہہ نکلتے تہے چنانچہ
انجیل مین اول قرنتیونکے ۱۰ باب ۴ مین لکہا ہے کہ اونہون نے اوس روحانی
چٹان مین سے جو اونکے ساتہہ چلی پانی پیا انتہے اور ترجمہ قرآن بحروف رومن
مطبوعہ مشن پریس الہ آباد ۱۸۴۴ع و حاشیہ علماے نصارے صفحہ ۸۳ مین لکہا ہے
کہ رفرایم سریانی کی توریت مین لکہا ہے کہ یہہ وہی پتہر ہے کہ بنی اسرائیل کے پیچہے
جاتا تہا اور جہان جہان مقام کرتے بارہ چشمون سے اونہین پانی دیتا رہا انتہے
اور یہہ جو آپ نے فرمایا کہ پہاڑی ملک کو اہل عرب حجر کہتے ہین جیسے کہ عرب الحجر
یعنے عرب کا پہاڑی حصہ الخ لیکن آپ اتنا نہ سمجہے کہ کیا فقط حجر ہی کسی ملک کو
محاورہ عرب مین بولتے ہین پہر فاضرب بعصاک الحجر مین یہہ نظیر پیش کرنے سے
کیا مطلب نکلا

(صفحہ ۱۱۳) **قولہ** یہہ مقام اب ہی موجود ہے اور سیاحون نے دیکہا
ہے اب وہان پانی کے چشمے نہین بہتے کیونکہ پہاڑی چشمے انقلاب زمانہ سے سوکہہ
جاتے ہین جیسے کہ مکہ معظمہ مین زمزم کا چشمہ خشک ہو گیا ہے الخ **ج** چشمہ مرہ کو
آپ پیشتر فرما چکے ہین کہ اب ہی ہے اور دیگر علماء اہلکتاب ہی اوسکا موجود ہونا
بتاتے ہین مگر اون بارہ چشمونکو آپ فرماتے ہین کہ سوکہہ گئے پس یہہ بہی کہین ممکن ہے
کہ ۱۲ بارہ چشمے سوکہہ جائین اور ایک بنا رہے یا یہہ کہ اون بارہ چشمون مین سے
ایک ہی باقی نرہے اور جو ایک تہا وہی بنا رہے کیا انقلاب زمانہ جسکو وجہہ

سو کہہ جانے چشمون کی آپ فرماتے ہین اوس ایک چشمہ مرہ کے لئے انقلاب ماتہا
یہہ وجہہ صریح باطل ہے اور اصل وجہہ اون چشمون کے باقی نرہنے کی یہہ ہے کہ وہ چشمے
معجزانہ طور پر محض بنی اسرائیل کی حاجت روائی کیلئے پہہ نکلے تہے اور جب وہ ضرورت
نرہی تو وہ چشمے بہی نرہے اور چشمہ زمزم کی نظیر ہی آپ نے بیجل لکہی کیونکہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کے واقعہ کو حضرت موسےؑ کے زمانہ کے واقعہ سے
جسمین فاصلہ قریب پانسو برس کا تہا کیا مناسبت ہے

(صفحہ ۱۱۴) **قولہ** اس آیت واذ قلتم یا موسے کی تفسیر مین مفسرون نے
دو زمانے کے جدا جدا باتونکو خلط ملط کر دیا ہے یہہ بہت لمبی آیت ہے اور اس کی
جدا گانہ دو حصے ہین ایک حصہ اوس سوال و جواب کا ہے جو بنی اسرائیل نے موسے
سے کیا تہا اور دوسرا حصہ اون واقعات کا ہے جو بعد حضرت موسے بلکہ اوس سے
بہی بہت زمانہ کے بعد بنی اسرائیل پر واقع ہوئے تہے جن جنگلون اور میدانون
مین بنی اسرائیل پڑے پہرتے تہے وہان بجز جنگل کے جانورون کے شکار کی یا اوس
مویشی کے گوشت کی جو بنی اسرائیل کے ساتہ تہے اور کوئی چیز کہانیکو میسر نہوتے تہے
اور ایکہی قسم کا کہانا کہاتے کہاتے بنی اسرائیل دق ہو گئے تہے جنکی شکایت اونہون
نے حضرت موسےؑ سے کی اور زمین کے پیداوار کہانے کو مانگی جو شکار کے گوشت
یا پلاؤ جانورونکے گوشت سے ادنے درجہ کی تہی الخ **ج** آیت مین بنی اسرائیل
کی درخواست یہہ ہے یخرج لنا مما تنبت الارض من بقلہا وقثائہا وفومہا وعدسہا
وبصلہا یعنے ساگ اور ککڑی اور گیہون اور مسور اور پیاز اور خانصاحب بہادر فرماتے
ہین کہ پلاؤ جانورون کے گوشت سے وہ کہاتے تہے اب معلوم نہین کہ جبے پیاز لہسن
کے وہ کونسا پلاؤ تیار کیا جاتا ہے حالانکہ بصلہا کی تو وہ آپہی ارزو مند تہے پہر پلاؤ
اونہین کہان سے میسر ہو گیا اور جنگل کے جانورون اور اپنے ساتہ کے مویشی کے
گوشت سے لاکہون آدمیون کا چالیس سال تک گزارہ کرنا اگر ممکن ہوتا تو تمام عالم مین
کوئی کہیتی اور باغ کا نام تک نہ لیتا مگر ہم تو دیکہتے ہین کہ جس گانو مین دو سو آدمی
بہی رہتے ہین وہ بہی بے ذریعہ کشتکاری خواہ اپنی ذات سے ہو یا دوسرے
کشتکارونکی امداد سے ایک ہفتہ بہی شکار سے بسر اوقات نہین کر سکتے ہین اور

پولاؤ پکانا تو دوسری بات ہے گیہون تو اونہین وہان میسر نہتے کہ آیت مین فومہا کا لفظ موجود ہے جسکا ترجمہ آپ نے ہی گیہون کیا ہے پہر چاول پولاو کے لئے وہ کہان سے پا گئے اِسکے سوا اونکی درخواست مین ہے کہ یخرج لنا مما تنبت الارض جس سے ثابت ہے کہ زمین کے ہر پیداوار کے اونہون نے خواہش کی پس اگر پولاؤ کیلئے اونہین چاول میسر آتے تہے تو زمین کی پیداوار تو اونہین میسر تہی پہر مما تنبت الارض کی اونہین آرزو کیون ہوئی اب غور تو کریجئے کہ آپ کی ایک ایک جہوٹہہ مین کتنے جہوٹہہ اور نکلتے آتے ہین علاوہ اِسکے اگر وہ جانورونکی شکار اور مویشی کے گوشت سے پولاؤ پکا کر کہاتے تہے تو منّ کسلئے نازل ہوتا تہا اور اوسکے نازل ہونیکی وجہہ کیا تہی کیا یہی نہین کہ اوس بیابان مین من کے سوا اونہین کوئی چیز کہانیکی میسر نہ آتی تہی اور اسی سبب سے آیت مین ہے قال اتستبدلون الذی ہو ادنیٰ بالذی ہو خیر یعنے حضرت موسیٰ نے اونسے کہا کہ کیا بدلتے ہو ادنے چیز سے بہتر کو مطلب یہہ کہ ادنیٰ یعنے زمینی خوراک سے بہتر خوراک کو جو آسمان سے نازل ہوتی ہے بدلتے ہو پس آپ نے منّ کی عوض پولاؤ کا استعمال کیا یہہ آپ کی بےعلمی پر دال ہے

(**صفحہ ایضاً**) **قولہ** دوسرا حصہ آیت کا اون واقعات کے بیان مین ہے جبکہ بنی اسرائیل فلسطین مین پہونچ گئے اور شہرونکو فتح کرلیا اور اوسمین آباد ہوگئے اور پہر اونکے بدیون اور برائیون اور انبیاء کے قتل کے سبب اونپر آفت پڑی اور ذلیل وخوار اور مسکین بے یار و دیار ہوگئے اور باوجودیکہ اونمین سے بادشاہان ذی شان پیدا ہوئے مگر تمام قوم مین سے وہ شان وشوکت یک لخت جاتی رہی اور اِسوقت تک یہی حال ہے الخ **ج** یہہ عجیب بات ہے اگلون نے کفران کیا اور پچہلون پر آفت آئی اور عجیب تر یہہ کہ جو زمانہ اونکے کفران کا تہا اوسوقت تک تو اونمین شاہان وسرداران عظیم الشان ہوتی رہی اور جب سے اونمین اگلے برائیون اور بت پرستی اور قتل انبیاء کا ارتکاب موقوف ہوا تہی سے اونپر ذلت اور مسکنت طاری ہے یہہ کیسا انصاف ہے مگر اسکی وجہہ یون سمجہہ سکتے ہین کہ ایک طور پر قتل انبیاء مین وہ آخر زمانہ تک ہی شریک رہے انجیل مین

لکھا ہے کہ ہابیل راستباز کی خون سے باراخیاہ کے بیٹے ذکریاہ تک کا خون اونکی گردن پر (متی ۲۳ باب ۳۵) اور قرآن مجید مین یقتلون النبیین بغیر الحق اونہین کے طرف خطاب ہے اور حضرت علیہ السلام کے قتل کی کوشش بہی اونہین کی طرف سے ہوی اور حضرت پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی وفات کا سبب بہی ایک یہودی عورت خیبری کے زہر خورانی تہی جو بکری کے گوشت مین ملاکر اوسنے دیا تہا پس سب اولین و آخرین انبیاء علیہم السلام کا خون یہودی قوم کے اولین و آخرین کی ذلت و مسکنت کا باعث ہوا نتیجہ یہہ کہ باوجود لاثانی انعامات الہی کی اونکے اولین باربار کفران نعمت کرتے رہے اور بعد بعثت حضرت پیغمبر آخر الزمان صلعم کی اونکے آخرین انکار کرکے کافر ہوئے پس اگلا کفران اور پچھلا کفر اون کے اولین و آخرین کی ذلت و مسکنت کا باعث ہوا اور جبتک وہ اونکے کفران سے کفر تک نوبت نہ پہونچی تہی تب تک وہ ایک مدت ذلیل و خوار رہکر پہر توبہ و استغفار کرکے سرفراز ہو جاتے تہے چنانچہ توریت مین اسکا ذکر باربار موجود ہے خاصکر قاضیون کے کتاب کے ۳ و ۴ و ۶ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ باب وغیرہ مین دیکھا جائے اونہین زمانون مین اونمین سے شاہان و سرداران عظیم الشان ہوتے رہے لیکن جب حضرت پیغمبر آخر الزمان صلعم کا انکار کرکے وہ کفر مین مبتلا ہوئے تب اونکے اقبال و عزت کا بالکل خاتمہ ہو گیا لیکن اگر اس دوسری دلیل سے ہی کسیکی تسکین نہو تو یون سمجھنا چاہئے کہ بنی اسرائیل کی دولت و سلطنت دنیاوی بلحاظ سلطنتوں کے مانند نہتی اونکا فتح پانا اور غالب ہونا سب معجزانہ طور پر تہا چنانچہ سنحریب کے ایک لاکھ پچاسی ہزار لشکر کا ایک رات فرشتے کے ہات سے ہلاک ہونا (۲ سلاطین ۱۹ باب ۳۵) اور بادشاہونکا خدا کے حکم بموجب مقرر ہونا (اول صموئیل ۱۵ باب و ۱۶ باب ۱۲) اور اونکے سردارون اور سرداراماموںکا مخصوص بارگاہ الہی ہونا اور اوریم و تمیم اوسکا کافی ثبوت ہے پس جو سلطنت کہ اسطرح پر بطرز خاص خدا سے تعلق رکہتی ہو اوسکی اقبالمندی کے لئے خدا کی مرضی پر چلنے اور اوسکے احکام بطور دوام بجالانے کے سوا اور کوئی تدبیر نہین ہے اور ان سب فرمان برداریون کے اصل پیغمبرون کے تابع رہنا ہے کہ وہین سے یہہ ساری تعلیمات قوم تک پہونچتی ہین

پس جب بنی اسرائیل نے برائیان اور نا فرمانیان کین خدا نے انہین سزا دی اور جب توبہ کے معاف کیا کیونکہ پیغمبر اور بہی ہوتے جاتے تہے اور ممکن تہا کہ ایک نبی کی نسنتے تو دوسرے کی سنتے اور توبہ کر کے پہلے اور دوسرے کا ادب کرنیوالے ہوتے لیکن جب پیغمبر آخرالزمان صلعم سے ہی انکار کیا تو اب کوئی دوسرا نبی آنیوالا نہین ہے جسکی ہدایت کی اون کیواسطے امید ہو پس اب سوا اسی آخری پیغمبر صلعم پر ایمان لانیکے اونکے لئے توبہ کی گنجایش نرہی اور چونکہ سلطنت بنی اسرائیل محض ایک دینی اور قدرتی سلطنت تہی جسکا قیام محض دینداری اور تقدس پر منحصر تہا اور جب خدا کے پیغمبرون کی وہ شنوا نہوی تو خدا نے انہین وقتاً فوقتاً سزا دیکر تربیت کیا لیکن جب وہ خدا کے آخری پیغمبر سے ہی انحراف کرنے والے ہوئے تو خدا نے اونہین سلطنت اور حشمت کی لایق نسمجہا اور تب سے وہ دنیا مین عوام کی مانند ہو گئے اب اگر کوئی کہے کہ نصاریٰ بہی حضرت پیغمبر آخرالزمان کو نہین مانتے ہین یہہ کیون سلطنت کر رہے ہین تو اسکا جواب یہہ ہے کہ انکی دنیوی سلطنت ہے جیسے کہ دنیا کے سب بادشاہون کی ہوتی ہے

(صفحہ ١١٥) **قولہ** یہہ مضمون و رفعنا فوقکم الطور دو مقام مین آیا ہے ایک تو اسی آیت مین ہے کہ ہمنے تمہارے اوپر پہاڑ کو اونچا کیا اور سورہ اعراف مین یہہ لفظ ہین واذ نتقنا الجبل فوقہم کانہ ظللہ وظنوا انہ واقع بہم ان دونو مقامون مین چار لفظ ہین جنکے معنے حل ہونے سے مطلب سمجہہ مین آویگا رفع - فوق - نتق - ظلتہ - رفع کے معنے اونچا کرنیکے ہین مگر اس لفظ سے یہہ بات کہ جو چیز اونچی کی گئی ہے وہ زمین سے ہی معلق ہو گئی ہو لازم نہین آتی دیوار کی اونچا کرنے کو ہی رفعنا کہہ سکتے ہین حالانکہ وہ زمین سے معلق نہین ہوتے فوق کے لفظ کو ہی اوس شئے کا زمین سے معلق ہونا لازم نہین ہے نتق کا لفظ البتہ بحث طلب ہے جسکے معنے مفسرون نے مذہبی عجائبات بنانیکے لئے قلع کے ہی لئے ہین جسکو زمین سے یا جگہہ سی علیحدہ کر لینا لازم ہے اور رفع کی ہی لئے ہین جسکو علیحدہ کر لینا لازم نہین ہے بیضاوی مین لکہا ہے واذ نتقنا الجبل فوقہم ای قلعناہ ورفعناہ مگر قاموس مین اسکے معنے ہلا دینے کے لکہے ہین نتقہ زعزعہ اوہ زعزع

کے معنے ہلا دینے کے ہین الزعزعۃ تحریک الریح الشجرۃ ونحوہا او تحریک شدید
یعنے زعزعہ کے معنے ہوا کا درخت کو ہلانے کے ہین اور ہر جنبش شدید کو بہی زعزعہ
کہتے ہین پس صاف طور سے نتقنا کے معنے ہلا دینے کے ہین یعنے ہمنے پہاڑ کو
ہلا دیا اور الفاظ ظنوا انہ واقع بہم زیادہ تر پہاڑ کے ہلا دینے کے جس سے
اونکو اوسکے گر پڑنے کا گمان ہوا مناسب ہین الخ ج نتقنا کے معنے زعزعہ
اور زعزعہ کے معنے ہلا دینے کے یہہ تو وہی بات ہے کہ گمان بشکل گمان گمان
شک را گویند ہر لفظ کے چند معنے ہوتے ہین یہہ کیا ضرور ہے کہ جو معنے اونمین
سے آپ چن لین وہی صحیح ہون دوسرا کہتا ہے کہ مین وہی معنے لیتا ہون جو مفسرین
نے لئے ہین اور اوسکے دعوے پر تو وہ آپ بہی اور مفسرین بہی اور خانصاحب
بہادر بہی گواہ ہین مگر خانصاحب بہادر کے دعوے پر بجز اپنی ہی ذات کے
کوئی دوسرا گواہ نہین ہے جسکا کچہہ بہی اعتبار نہین کیونکہ ایک گواہ معتبر نہین
ہوتا ہے اور خوبی یہہ کہ آیت جو آپ نے ہلا دینے کی دلیل کی تائید مین لکہی
اوس سے اور زیادہ پہاڑ کا اوکہڑ کر اونچا ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اونہین
بہی یہہ گمان ہوا تہا کہ یہہ سر پر گر پڑیگا اب فرمائی کہ یہہ نشان پہاڑ کے اوکہڑ
کر اونچا ہونیکا ہے یا ہلجانیکا اور جبکہ خود اون دیکہنے والون نے اوس کے
گر پڑنیکا گمان کیا تو اور کون اِسے جہٹلا سکتا ہے

(صفحہ ۱۱۶-۱۱۹) قولہ ظلہ کے معنے سائبان کے بہی ہو سکتے ہین اور
چہتری کے بہی ہو سکتے ہین اور جو چیز کہ ہمپر سایہ ڈالے اوسکی بہی ہو سکتے ہین اور
اوس چیز کا زمین سے معلق ہمارے سر پر ہونا ضرور نہین ہے تفسیر کبیر مین لکہا
ہے الظلۃ کل ما اظلک من سقف بیت وسحابۃ وجناح حائط یعنے ظلہ ہر اوس چیز
کو کہتے ہین جو سایہ ڈالے گہر کی چہت ہو یا ابر کا ٹکڑا یا احاطہ کا بازو یعنے دیوار پس
ظلہ کے لفظ سے بہی یہہ بات لازم نہین آتی کہ وہ معلق سر کے اوپر ہو الخ ج
یہی اعتراض اِس آیت پر نصرانے علما نے بہی کیا ہے دیکہو ہدایت المسلمین وغیرہ
اور اگر ہر لفظ کے متعدد معنون مین سے اسیطرح اپنے مطلب کے موافق ایک معنے
چن لینے کا دستور نکلے تو مین تمام دنیا کی کتابونکو اولٹ دون اور جہان چاہون

غلام کو مولے ہوئے کو غلام بناؤن خان صاحب بہادر کو داب تالیف و تصنیف سے مطلق مس بہی نہین ہے لڑکون کو سمجہانیکے موافق دلیلین بہم پہونچا کر بے صاحب تصنیف مشہور ہوئے رہا تکیا تفسیر کبیر کے حوالہ سے ظلّہ کے معنے ابر کا ٹکڑا آپ نے لکہے ہین یا نہین پہر کیا ضرور ہے کہ اسی معنے کو چہوڑ کر سقف و دیوار کے معنے اختیار کرین اگرچہ سقف بہی ابر کی مانند سایہ فگن ہوتی ہے جسکا گرنا معلق پہاڑ کے گرنیسے مشابہ ہے اور اگر آپکو پہاڑ کے معلق ہونیمین کلام ہے تو ان سب کرون چاند اور سورج وغیرہ کو کیونکر معلق دیکہہ سکتے ہو کیونکہ یہہ بہی انہین عناصر سے بنے ہین قطع نظر اسکے شہاب کا گرنا جیسے سب جانتے ہین کہ لوہا مٹی ملا ہوا ہے اور جنکا وزن ہزارون من کا ہے کیونکر معلق رہتا ہے چنانچہ جو زمین پر گرے اگرچہ اونمین جو ابتک نہین گرے بہت چہوٹی ٹکڑی ہین تب بہی ہزارون من کے ہین چنانچہ اسٹریلیہ مین ایک ایسا شہاب گرا ہوا ملا جسکا وزن چار ہزار من سے زیادہ تہا اور امریکہ جنوبی مین ایک ایسا شہاب ابتک پڑا ہوا ہے جسکا وزن ساڑہے پندرہ ہزار من سے کم نہین ہے (دیکہو مخزن مسیحی مصنفہ پادری والش صاحب مطبوعہ امریکن مشن پریس الہ آباد ماہ دسمبر ۱۸۶۸ع صفحہ ۹) پہر پہاڑ کے اونچا ہونے پر آپ نے کیون تعجب کیا

(**صفحہ ایضاً**) **قولہ** بنی اسرائیل جو خدا کو دیکہنے گئے تہے طور یا طور سینین کے نیچے کہڑے ہوئے تہے پہاڑ اونکے سر پر نہایت اونچا اوٹہا ہوا تہا وہ اوسکے سایہ کے تلے تہے اور طور بسبب آتش فشانی کے شدید حرکت اور زلزلہ مین تہا جسکے سبب وہ گمان کرتے تہے کہ اونکی اوپر گر پڑیگا مفسرین نے اپنی تفسیرون مین اس واقعہ کو عجیب و غریب واقعہ بنا دیا ہے اور ہماری مسلمان مفسر خدا اونپر رحمت کرے عجائبات و دور از کار کا ہونا مذہب کا فخر اور اوسکی عمدگی سمجہتے تہے اسلئے اونہون نے تفسیرون مین لغو اور بیہودہ عجائبات بہر دئے ہین بعضون نے لکہا ہے کہ کوہ سینا کو خدا اونکے سر پر اوٹہا لایا کہ مجہہ سے اقرار کرو نہین تو اسی پہاڑ کے تلے کچل دیتا ہون بعضون نے کہا کہ نہین بیت المقدس کے پہاڑون مین سے ایک پہاڑ کو اوکہاڑ کر ہوا مین اوڑا لایا تہا اور پانچ میل کا چوڑا

اور پانچ میل کا لنبا تہا اتنی بڑائی اوسکی اسلیے ہتی کہ کل لشکر بنی اسرائیل کا اوسکے تلے ایک ہی دفعہ مین نکل جائے یہہ تمام خرافاتین لغو اور بیہودہ ہین ورخدا پاک کا کلام پاک ایسی بیہودہ باتون سے پاک ہے الغرض پہاڑ کے ڈیل ڈول وغیرہ کا قیاس تو کچہہ میری سمجہہ مین نہین آتا مگر خانصاحب بہادر کا یہہ انکار بہی وہین مفسرین کی مقابل مین ہے اونہون نے اس واقعہ کے بیانمین ترقی کرکی پہاڑ کا ڈیل ڈول وغیرہ تک بتادیا اور خانصاحب بہادر نے اس واقعہ مین کمی کرکے اوسکی اصل بہی باقی نرکہی حقتعالے تو صاف فرماتا ہے ورفعنا فوقکم الطور اس سے ثابت ہے کہ وہ جو معجزانہ طور پر اونچا کیا گیا کوہ طور تہا اور یہہ کام کچہہ خدا کے امکان قدرت سے خارج تہا جسے ہم ناممکن جانکر خدا کے کلام کی تکذیب کرین یعنے جب خدا کو ہر طرح کی قدرت وامکان ہے اور وہ خود فرماتا ہے کہ ہمنے یہہ کام کیا تو کون ہے جو اوسکی تکذیب کرسکتا ہے اور ترجمہ قرآن مجید جو بحروف رومن مشن پریس الہ آباد مین ۱۸۴۴ء کو چہاپا گیا اور اوسکی ہر نصف صفحے پر علماء نصاریٰ نے اپنی طرف سے الزامی حاشیہ درج کیا ہے اوسکی صفحہ ۹ کے حاشیہ مین لکہا ہے کہ یہہ حال یعنے اونچا کیا تمہر پہاڑ ایک سریانی عیسائی افرایم نامی کی تفسیر توریت و انجیل مین مرقوم ہے مگر اوس لفظ کے معنے اوسکے اعراب سے متعلق ہین ایک طرح کے اعراب کی معنے اوسکا اوترنا اور دوسرے سے اوسکے معنے اوتارنا اتہے

(صفحہ ۱۰۷ و ۱۱۸) **قولہ** ہوجاؤ بندر کو لوا فردہ اوسکی تفسیر مین بہی ہمارے علماء مفسرین نے عجیب وغریب باتین کی ہین اور لکہا کہ وہ لوگ سچ مچ صورت وشکل وخاصیت مین بہی بندر ہوگئے تہے بعضون کا قول ہی کہ وہ سب تیسری دن مرگئے اور بعضے کہتے ہین کہ یہہ بندر جو اب درختون پر چڑہتے اور ایک ٹہنے سے دوسری ٹہنی پر اوچہلتے پہرتے ہین اونہین بندرون کی نسل مین سے ہین مگر یہہ تمام باتین لغو خرافات ہین خدا ئے پاک کے کلام پاک کا یہہ مطلب نہین ہے یہودیون کی شریعت مین سبت کا دن عبادت کا تہا اور اوسمین کوئی کام کرنا یا شکار کہیلنا منع تہا مگر ایک گروہ یہودیون کا جو دریا کے کنارہ پر رہتا تہا فریب سے سبت کے دن بہی شکار کہیلتا تہا اونکی قوم کی مشایخون نے منع کیا جب نمانا تو اونکو قوم سے منقطع

برادری سے خارج کہانے پینے سے الگ میل جول سے علیحدہ کردیا اور وہ توریت
پر نہ چلنے والون سے ایسا ہی کیا کرتے تہے اور اسی سئے اونکی حالت بندرون کی
سی حالت ہوگئی تہی جسکی نسبت خدا نے فرمایا کہ کونوا قردۃ خاسئین یعنے جسطرح بندر بلا
پابندی شریعت حرکتین کرتے ہین جسطرح انسانون مین بندر ذلیل وخوار ہین اسیطرح
تم بہی انسانون سے علیحدہ اور ذلیل وخوار ورسوا رہو الخ ج یہہ ذکر سورہ اعراف
ع ۲۱ مین بہی ہے اور مفسرون نے حضرت داود علیہ السلام کے عہد کا یہہ واقعہ
بیان کیا ہے خیر جو کچہہ ہو کیونکہ اوسوقت تک بہی دنیوی عذاب نازل ہوتے
اور لوگ مسخ وغیرہ ہوتے تہے لیکن خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ وہ مسخ نہین ہوگئے
بلکہ بندرون کی مانند ذلیل وخوار ہوگئے تہے یہہ کئی وجہہ سے باطل ہے اول یہہ کہ
خدا نے دو دفعہ اسکا ذکر فرمایا ہے یہہ تکرار اسلئے ہے کہ سب لوگ یقیناً اوسکو
ایسا ہی سمجہے جانین اور عذاب الہی سے ڈرین دوسرے یہہ کہ خدا ایکبار کن کہنے سے
زمین و آسمان اور سب جماد نہین ہے ہنگیا تو کیا ممکن ہے کہ باوجود دوبار کونوا قردۃ
خاسئین کہنے کے اوسکے حکم کی تعمیل نہوی ہو کیونکہ کن اور کونوا خاصہ نفاذ مین ایکہی
منزلت کے یہہ دونو حکم مین تیسرے یہہ کہ اگر مسخ ممکن نہین ہے تو یہہ لفظ مسخ موضوع
ہونیکی کیا وجہہ خاصکر اون لوگون مین جو وحی والہام کے امانت دار ہین اور اگر
مسخ ممکن ہے تو اس واقعہ مین اوسے ناممکن جاننا کیلئے ہے چوتہے یہہ کہ اگر
کونوا قردۃ سے بندر کی مانند ذلیل وخوار ہونا مراد ہے اور ترک پابندی شریعت تو
گدہا کب پابند شریعت ہوتا ہے بندر سے گدہے کا خطاب زیادہ تر یہودیون کے
مناسب حال تہا اور سورہ جمعہ مین کمثل الحمار یحمل اسفارا اونہین کو خطاب ہو ہی چکا ہے
پس باوجود اس خطاب کے جو اونہین یہان بندر ہو جانیکا حکم ہوا یہہ اسلئے تاکہ سب
معلوم کرلین کہ یہہ بندر ہو جانا کمثل الحمار کی مانند نہین ہے کیونکہ وہان اونہین جانور
سے نسبت دی اور یہان اونہین کو جانور ہو جانا فرمایا گیا یعنے وہان گدہے کی
مانند قرار پائے اور یہان وہ فی نفسہ بندر ہوگئے اسلئے یہان مثل کا لفظ نہین
فرمایا گیا اور نہ حمار کا تاکہ بعض نافہم لوگ وہی قیاس یہان ہی نکرین پانچوین یہہ کہ
اگر وہ بندر کی مانند ذلیل وخوار ہوگئے تہے تو یہہ ممکن تہا کہ آیندہ بہی وہ توبہ کرکے

اپنی قوم مین نہ ملجانے مگر اوسکے بعد جو کبہی اونکی توبہ کرنے اور قوم مین شامل ہونے کا ذکر نہین ہے تو اوس سے ثابت ہے کہ بندر ہو جانے کیوجہہ سے اونہین پہر توبہ کرنیکا موقع نہ ملا چہٹے یہہ کہ مفسرین نے یہہ واقعہ حضرت داوٗد علیہ السلام کے عہد کا لکہا ہے اور وہ مقام جہان وہ بندر ہوگئے ایلہ بتلایا ہے اور سبت کے دن مچہلیان پکڑنیکا اونپر الزام تہا اور سیل صاحب کے ترجمہ قرآن مین لکہا ہے کہ یہہ آبادی جسکا نام ایلہ ہے بحر قلزم کے کنارہ پر واقع تہی اور حضرت داوٗد علیہ السلام کے عہد مین اس بستی کی نسبت لکہا ہے کہ اوسنے یعنے داوٗد نے ادوم مین چوکیان مقرر کین بلکہ سارے ادوم مین چوکیان بیٹہلائین اور سارے ادومی بہی داوٗد کے غلام ہوئے (۲ سموئیل ۸ باب ۱۴) اور یہہ بستی ایلہ ملک ادوم مین تہی جیساکہ اول سلاطین ۹ باب ۲۶ مین ہے کہ سلیمان بادشاہ نے عصیون جبر مین جو ایلہ کے متصل ہے دریاے قلزم کے کنارے پر جو ادوم کے سرزمین ہے جہاز بنائے تہے اس سے ثابت ہوا کہ حضرت داوٗد کے عہد مین اور اوسکے بعد تک ایلہ اسرائیلی سلطنت کے تصرف مین تہا اور ۲ تواریخ ۸ باب ۱۷ مین بہی یہہ خبر ہے اور ۲ سلاطین ۱۴ باب ۲۲ مین بہی ایلہ کا نام ہے اور اسیطرح استثنا ۲ باب ۸ مین بہی دیکہہ لو اور نحمیاہ ۱۳ باب ۱۶ مین ہے کہ وہان صور کے لوگ بہی رہتے تہے جو سبت کے دن مچہلی اور ہر طرح کی جنس لاکر یہوداہ اور یروسلم کے لوگون کے ہات بیچتے تہے انتہے ترجمہ قرآن بحروف رومن مطبوعہ مشن پریس الہ آباد ۱۸۴۴ء دحاشیہ علماے نصارے صفحہ ۹۳ مین کو لفظ قردۃ سے اسی آیت کتاب نحمیاہ کے طرف اشارہ ہوا ہے اور دین حق کے تحقیق مصنفہ پادری اسمتہ صاحب پادری لیوپولڈ صاحب مطبوعہ سنہ ۱۸۶۶ء صفحہ ۸۸ مین لکہا ہے کہ عیسے مسیح کا احوال کہ کسطرح وہ ہندولے مین بولا مٹی کے چڑیان بنائین اور یہودیون کو بندر بنایا اور یہہ کہ وہ نہین مارا گیا بلکہ دوسرا اوسکے عوض مصلوب ہوا یہہ باتین اوسنے (یعنے پیغمبر اسلام صلعم) نے ناصریون کے انجیل سے نکالین انتہے اور میکلین نے حاشیہ تاریخ موشیم جلد اول مین جہان فرقہ ناصریان اور فرقہ ابیونی کا بیان ہے لکہا ہے کہ انجیل ناصریون والی یا عبرانی یقیناً وہی ہے جو فرقہ ابیونی کے

پاس ہی اور انجیل بارہ حواریون کی کرکے مشہور رہے انہنے اس سے ثابت ہے
کہ اصل انجیل وہی ہتی اور فرقہ ابیونی حواریون کے وقت مین تہا جیسا کہ مفتاح
الکتاب مصنفہ پادری ڈاکٹر میتھر و پادری ڈبلیو گلین مطبوعہ مرزاپور ۱۸۵۶ء
صفحہ ۹۲۲ مین ہے خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ ایک گروہ یہودیونکا سبت کے
دن ہی شکار کہیلتا تہا اونکے قوم کے مشایخون نے منع کیا جب نمانا تو اونکو قوم سے
منقطع برادری سے خارج کہانے پینے سے الگ میل جول سے علیحدہ کیا اور اسی
لئے اونکی حالت بندرون کی سی حالت ہوگئی تہی جسکی نسبت خدا نے فرمایا کہ
کونوا قردۃ خاسعین الخ یہہ آیت ہی کیا ہی محل پر خانصاحب بہادر نے لکہی ہے
خانصاحب بہادر کی اس سب بیان سے ثابت ہے کہ یہودیون نے اونہین
ہر طرح پر خارج کرکے بندر کی مانند کردیا تہا ہی اونکا بندر ہوجانا تہا مگر آیت سے
ثابت ہے کہ خدا نے بندر بنا دیا یہودیون نے اونہین نہین بندر بنایا تہا جو
یہودیون کے پاس سے خارج ہونکی یہہ علامت سمجہی جاتی کیونکہ اگر یہودی اونہین
خارج نکرتے تب ہی خدا کا یہہ حکم کہ کونوا قردۃ خاسعین ٹل نہین سکتا تہا
یہودیون نے بار بار اپنی قوم مین سے بہتونکو خارج کیا چنانچہ ایک دفعہ تمام
فرقہ بینیامین کو اونکے ایک بہت بڑے جرم کے سبب خارج کیا تہا (قاضیونکا
۱۹ و ۲۰ باب) مگر کوئی ہی اون خارج شدہ لوگون مین سے بندر نہین کہلایا
اور یہہ جو خانصاحب بہادر علماء اسلام کا قول بیان کرتے ہین کہ بعضے کہتے ہین
کہ یہہ بندر جو درختون پر اوچہلتے پہرتے ہین اونہین بندرون کی نسل ہین الخ یہہ محض
بے اصل قیاس ہے جسکی کچہہ ہی وقعت نہین ہے

(صفحہ ۱۲۰) قولہ یہہ قصہ تذبحوا البقرۃ توریت مین ہی ہے (کتاب عداد
۹ اباب) مگر اسمین بنی اسرائیل کا موسے سے اوسکا اتا پتا پوچہنا مذکور نہین ہے
اور اوسکے ذبح کے بعد جو قصہ توریت مین ہے وہ قرآن مجید مین نہین ہے بہر
حال اتنی بات کہ خدا نے ایک بیل ذبح کرنیکا حکم دیا قرآن اور توریت دونون
مین موجود ہے بقرۃ بالتحریک مع الناگاے اور بیل دونو پر بولا جاتا ہے اور قرآن مجید
کے یہہ الفاظ کہ لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث صاف اوسکے بیل ہونے پر دلالت کرتے

ہین — اِس قصہ مین کوئی اعجوبہ بات نہین ہے جس بچہڑے کو بنی اسرائیل نے پوجا تہا اوسکا معدوم کرنا اور جس بیل کو بطور سانڈ کے چہوڑ اتہا کہ وہ بہی ایک قسم کی پرستش ہے اوسکو ذبح کر ڈالنا اوس شرک وکفر کے مٹانے کیلئے تہا ہمارے مفسرین نے بلاشبہہ غلطی کی ہے جو یہہ سمجہا ہے کہ یہہ قصہ اگلی آیت واذ قتلتم نفسًا سے متعلق ہے اور پہلے آیت کو خدا نے نیچے کر دیا ہے واذ قتلتم اِس قصہ کو پہلے قصہ سے کچہہ تعلق نہین ہے بیل کے ذبح کرنیکا قصہ ختم ہو چکا یہہ دوسرا قصہ ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک شخص مارا گیا تہا اور قاتل معلوم نتہا اللہ تعالے نے حضرت موسے کے دلمین یہہ بات ڈالی کہ سب لوگ جو موجود ہین اور اونہین ہی مین قاتل بہی ہے مقتول کی اعضا سے مقتول کو مارین جو لوگ درحقیقت قاتل نہین ہین وہ بسبب یقین اپنی بیجرمی کے ایسا کرنےمین کچہہ خوف نکرینگے مگر اصلی قاتل بسبب خوف اپنے جرم کے جوازروے فطرت انسانکے دلمین اور بالتخصیص جہالت کے زمانہ مین اس قسم کی باتون سے ہوتا ہے ایسا نہین کرنیکا اور اوسوقت معلوم ہوجاویگا اور وہ ہی نشان جو خدا نے انسان کی فطرت مین رکہی ہین لوگون کو دیکہا دیگا اس قسم کی حیلون سے اس زمانہ مین بہی بہت سے چور معلوم ہو جاتے ہین اور وہ بسبب خوف اپنے جرم کے ایسا کام جو دوسرے لوگ بلا خوف بہ تقویت اپنی بیجرمی کے کرتے ہین نہین کرسکتے پس یہہ ایک تدبیر قاتل کے معلوم کرنیکی تہی اِس سے زیادہ اور کچہہ نتہا الخ ج آپ جو فرماتے ہین کہ توریت مین بنی اسرائیل کا موسے سے آنا یا پوچہنا مذکور نہین ہی الخ اِسکی وجہہ یہہ ہے کہ حضرت موسٰی کے زمانہ مین چونکہ لوگ اِس واقعہ سے بخوبی واقف تہے اونکے واسطے بشرح وبسط بیان کرنی کی ضرورت نتہی اور زمانہ نزول قرآن مین چونکہ وہ واقفیت لوگونکو نرہی تہی اسلیئے اوسکی تشریح لازم ہوئی لیکن یہہ بیان توریت مین اِسقدر مجمل نہین ہے جیسا کہ خالصاحب بہادر سمجہتے ہین چنانچہ قرآن مجید مین اِسکی صفت یہہ مذکور ہے کہ انہا بقرۃ لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث مسلمۃ لا شیۃ فیہا اور توریت مین لکہا ہے کہ ایک لال گائی جو بیداغ اور بے عیب ہو اور جسپر کبہی جُوا نرکہا گیا ہو (گنتی ۹ ۱۹ باب ۲) یہہ وہی کتاب اعداد ہے جسکا نام خالصاحب بہادر نے

صفحہ ۱۱۹ کے آخر مین لکھاہے لیکن اِس مین بہی خانصاحب بہادر سے بڑی
فاش غلطی یہہ ہوئی کہ کتاب اعداد ۱۹ باب لکھدیا حالانکہ استثنا ۲۱ باب
لکھنا چاہئی تہا کیونکہ قاتل و مقتول کا ذکر اوسی جگہہ مرقوم ہے اور کتاب اعداد مین
تو اِسکا نام تک نہین ہے اور یہی صفات اوس گائی کی جو گنتی ۱۹ باب مین
ہین استثنا ۲۱ باب مین بہی ہین اور تیسری غلطی خانصاحب بہادر سے یہہ ہوئی
کہ آپ فرماتے ہین کہ وہ بیل تہا حالانکہ شاہ عبد القادر صاحب نے اوسے
گائی لکھاہے یعنے مادہ گاؤ اور توریت مین اوس مقام مین جسکا حوالہ آپنے دیا ہے
یعنے کتاب اعداد ۱۹ باب مین بہی گائی کا لفظ موجود ہے اور استثنا ۲۱ باب مین
بہی یہی ہے اور چوتہے غلطی آپ سے یہہ ہوئی کہ لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث
کو آپ اوسکے بیل ہونکی دلیل ٹہراتے ہین حالانکہ یہہ تو گائے کے صفت ہے
کہ وہ بونے جوتنے کے کام مین نہین لگائی جاتی ہے ورنہ حضرت موسیٰ
کے سامنے تک بنی اسرائیل مین کوئی بیل جوتا کب جاتا تہا کیونکہ ساری قوم کی
پرورش منّ سے ہوتی تہی وہان بونے جوتنے کا کام کیا تہا پس وہان کوئی
بیل جوتنے بونے کے کام کا نتہا اگر بیل کی یہہ شناخت تبلائی ہوتی تو اوسکا پہچاننا
مشکل ہوتا مگر وہان شناخت بتانا منظور نتہا بلکہ وہ صفت گائی کی بتائی گئی تہی تاکہ نر و
مادہ مین سے ایک کو اختیار کرین پانچوین غلطی خانصاحب بہادر سے یہہ ہوئی
جو فرماتے ہین کہ ہمارے مفسرین نے بلا شبہہ غلطی کی ہے جو یہہ سمجہا ہے کہ یہہ
قصہ اگلے آیت وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا سے متعلق ہے الخ جبکہ سب مفسرین قرآن نے اِس قصہ
کو اگلی آیت سے متعلق سمجہا ہے تو سب مفسرین کے فہم پر خطا کا گمان کرنیسے یہہ آسان
ہی کہ تنہا خانصاحب بہادر کے فہم پر خطا کا گمان کیا جائے کیونکہ مفسرین قرآن مین
جسے سب سے ادنی لیاقت کا تجویز کیجئے وہ خانصاحب بہادر سے بدرجہا
لیاقت مین زیادہ نکلیگا قطع نظر اِسکے اگر سب مفسرین قرآن سیاق و سیاق
آیات کو نہین پہچانتے تہے تو توریت مین جو اوس گائی کا ذبح کرنا مخصوص بوجہ
نا معلومی قاتل لکہا ہے (دیکہو استثنا ۲۱ باب) اوسکے لیے آپ کیا نیا درست کرینگے
اور کہان کہان اپنی فطرت کو آپ پہیلاینگے حالانکہ کسی جگہہ بہی آپکی فطرت کچہہ کام نہ آتی

اسیلئے صفحہ ۸ مین آپ نے لکہا تہا کہ اب ہی ہر ایک مفسر مجاز ہے کہ بلحاظ ربط کلام کے جہان وہ چاہئے آیت قرار دے بین اپنی تفسیر مین مطالب کے بیانمین اسیطرح یقیے کو اختیار کرونگا انتہےٰ پس آپکی نظر مین ربط کلام یہین تک ثابت ہوا کہ یہہ قصہ آیہ واذ قتلتم نفساً سے متعلق نہین ہے تا کہ معجزہ احیاے موتے بے اصل ہو جاے اپ فرماتے ہین کہ خدا نے حضرت موسےٰؑ کے دلمین یہہ بات ڈالی کہ سب لوگ مقتول کے اعضا سے مقتول کو مارین الخ بہلا گاے تو ذبح ہونیکے بعد ٹکڑی ٹکڑی کیجاتی ہے اوسکے اعضا سے مقتول کو مارنا تو صریح قرین قیاس ہے اور مقتول کے اعضا جدا کرنیکا کہان ذکر ہے جنسے مقتول کو مارنا آپ فرماتے ہین اِس جہوٹہہ کا بہی کچہہ ٹہکانا ہے اِسکے سوا مقتول کو مارنیکے لئے اوسکے عضو جدا کرنا یہہ کس ملک کی تہذیب ہے کیا کوئی خدا ترس بہی یہہ کام کر سکتا ہے پہر آپ فرماتے ہین کہ اصلی قاتل بسبب خوف اپنے جرم کے جو از روی فطرت انسان کے دلمین اور بالتخصیص جہالت کے زمانہ مین اِس قسم کی باتون سے ہوتا ہے ایسا نہین کرینگا (یعنے مقتول کی اعضا سے مقتول کو نمارینگا) اور اوسیوقت معلوم ہو جائیگا اور وہ ہی نشانیان جو خدا نے انسکے فطرت مین رکہی ہین لوگونکو دکہاے گا اور اِس قسم کے حیلون سے اِس زمانہ مین ہی بہت سی چوری معلوم ہو جاتے ہین الخ نعوذ باللہ خدا کی قدرت اسی پر منحصر ہے کہ حیلے سے اپنا کام نکالے اور اور حیلہ ہی وہ جو بچے کیا کرتے ہین اور اپنی اِس بناوٹ مین خانصاحب بہادر اتنا بہی نسمجہے کہ اصلی قاتل جسنے اوس زندہ کو قتل کرنمین کچہہ خوف نکیا تو اوس مُردہ کو اوسکے اعضا سے مارنمین اوسے کب خوف ہوگا جو اس حیلہ سے وہ پہچان لیاجا خاصکر اپنے ساتہہ اوروں کو بہی وہی کام کرتے دیکہہ کر خوف کے مقام مین ہی دلیری پیدا ہو جاتی ہے اگر آپ سمجہتے ہین کہ وہ جہالت کا زمانہ تہا تو یہہ بہی صریح جہوٹہہ ہے انگریزی قانون سیکہہ کر آپ عالم ہو گئے اور آلہی قانون یعنے توریت پڑہنے کے باوجود وہ جاہل تہے کون اسکا یقین کر سکتا ہے اور اگر آپہی کا قول تسلیم کرلین کہ وہ جاہل تہے تو جاہل تو زیادہ تر سخت دل اور ناعاقبت اندیش ہوتے ہین اونپر یہہ حیلہ کب کارگر ہو سکتا تہا اور ہر جگہہ فطرت جو بار بار آپ کا تکیہ کلام ہے اوسکی اصلی غرض سے

کوئی نا واقف نہین ہے آپ کی کوشش مخص اسواسطے ہے کہ لوگ جو تفسیر قرآن سمجھکر آپکی تصنیف کو پڑہین گے اور اوسمین ہر جگہہ معجزونکا ابطال اور فطرت کا اعلا دیکھینگے تو خود سمجھ جاینگے کہ ہر کام کا مدار فطرت پر ہے اور الہام اور پیغمبری کی کچھہ بہی حاجت نہین ہے جو ان نکے دلمین خواہش پیدا ہووہی سچا الہام اور وحی ہے پس یہہ تفسیر ہی قرآن اور ساری کتب الہامیہ کو بیکار کر دیگی اور اسکا مفصل بیان صفحہ ۲۲ و ۲۳ مین دیکھنا چاہئے

(صفحہ ۱۰) قولہ ہمارے مفسرین نے ان آیتون کے یہہ تفسیر کی ہے — کہ بنی اسرائیل نے ایک شخص کو قتل کیا تہا اوسکا قاتل معلوم کرنیکو خدا نے ایک بیل کے ذبح کرنیکا حکم دیا اور یہہ کہا کہ اوس مذبوح بیل کے اعضا سے مقتول کو مارو اونکے مارنیسے مقتول زندہ ہو گیا اور اوسنے اپنے قاتل کو تبلا دیا مگر اس تفسیر مین متعدد نقصان ہین اول تو پچھلے آیتون کو مقدم قرار دینے اور دونون قصون کو ایک کر دینے کی کوئی وجہہ نہین ہے دوسرے کذلک یحی اللہ الموتے کے معنے جب مربوط ہوتے ہین جب اوسکی پہلے یہہ جملہ فاحیاہ اللہ مقدر مانا جاوے اور ایسی جملہ کو جو خارج از عقل اور خلاف عادت بار بتعالے ہے اپنی طرف سے بغیر موجود ہونے کسی یقین یا اشارہ صریح کے مقدر ماننا عبارت قرآن مین اضافہ کرنا ہے تیسرے یہہ کہ باوجود اس اضافہ کے یہہ ماننا پڑیگا کہ کہ کذلک یحی اللہ الموتے سے مراد احیا ر اموات بروز بعث و نشر ہے اور اس جگہہ بعث و نشر کے حال کے بیان کرنیکا کوئی محل اور موقع نہین ہے اور نہ کوئی مباحثہ بعث و نشر کی بابت ہے الخ ج اسلامی مفسرین نے جو ان آیتہ نکی تفسیر کی ہے جس سے ثابت ہے کہ اوس مذبوح جانور کے اعضا سے مقتول کو مارنیکا حکم ہوا تہا اوسکی بابت آپ فرماتے ہین کہ اس تفسیر مین متعدد نقصان ہین الخ پس سب سے بڑا نقصان یہہ ہے کہ معجزہ ثابت ہوتا ہے جو خلاف نیچر ہے مذبوح جانور کے اعضا سے مقتول کو مارنیمین آپ کے نزدیک نقصان ہے اور اوسی مقتول کے اعضا سے مقتول کو مارنیمین نقصان نہین ہے بلکہ ترقی اور نیچر تہذیب ہے پہر آپ فرماتے ہین کہ دونون قصون کو ایک کر دینے کی کوئی وجہہ نہین ہے الخ

لیکن اسکو دو قصے کر دینے کی کوئی وجہہ ہو گی کیونکہ قصہ تو ایکہی ہے اسکے دو
قصے آپ نے بنائے ہین تاکہ اپنے مطلب کے موافق اسکے تاویل کرین اور کذلک
یحی اللہ الموتے سے پیشتر فاحیاہ اللہ مقدر جاننے کو آپ خارج از عقل اور خلاف
عادت باری تعالے فرماتے ہین جس سے ثابت ہوا کہ ابتدا سے عالم سے خدا نے
کبھی کوئی مُردہ زندہ نہین کیا ہے اور جتنے انبیاء علیہم السلام کے ہات سے یہہ معجزہ
ہوا جسکا ذکر توریت و انجیل و قرآن مین بکثرت موجود ہے وہ سب آپکے نزدیک
جہوٹہہ اور بے اصل محض ہے یہہ دعوے آپکا نہ محض خلاف ایمان بلکہ خلاف
عقل بہی صریح ہے جو خدا کو ایک وجود بے حس و حرکت اور معطل اور مجبور تصور
کیا ہے نہ یہہ کہ قادر مطلق اور اصل اسکے یہہ ہے کہ آپ خدا کے ذات کے
قائل نہین ہین اور ہر جگہہ خدا کا نام بطور فرضی یا مقولہ عوام کے آپ لکھہ دیا
کرتے ہین اسوجہہ سے ہر قسم کے معجزہ کو بہی جو ظہور قدرت الہی پر منحصر ہے آپ
ایک جہوٹہی کہانی جانتے ہین چنانچہ آپ نے دہریہ بن کے ثبوت مین انکار روح
و بہشت و ملائکہ وغیرہ و انکار تمامی معجزات انبیاء علیہم السلام کافی ہے مگر ذات
باریتعالے کا صریح انکار بہی آپ کی اس تفسیر القران مین بار بار موجود ہے نمونہ
کیطور پر صفحہ ۲۹ کی یہہ عبارت جو نبوت اور پیغمبری کی بحث مین آپ نے لکہی ہے
نقل کرنیکی قابل ہے چنانچہ آپ کیفیت الہام و نبوت کو اسطرح ارقام فرماتے
ہین کہ جو حالات دوار دات ایسے دلپر گذرتے ہین وہ بہی بمقتضائے فطرت
انسانی اور سب کے سب قانون فطرت کے پابند ہوتے ہین وہ خود اپنا کلام نفسی
ان ظاہری کانون سے اسیطرح سنتا ہے جیسے کوئی دوسرا شخص اوس سے
کہہ رہا ہے وہ خود اپنے آپ کو ان ظاہری آنکہوں سے اسیطرح دیکہتا ہے جیسے
دوسرا شخص اوسکے سامنے کہڑا ہوا ہے اور اسیطرح صفحہ ۳۰ وغیرہ اور
ہزاروں مقامون مین ہے اور اسیوجہہ سے کوئی معجزہ بہی آپکی نظر مین ممکن نہین
ہے پہر آپ فرماتے ہین کہ یہہ ماننا پڑیگا کہ کذلک یحی اللہ الموتے سے مراد احیاء اموات
بروز بعث و نشر ہے اور اس جگہہ بعث و نشر کی حال کے بیان کرنیکا کوئی محل
و موقع نہین ہے الخ لیکن اگر بعث و نشر کے ذکر کا یہان موقع نہین ہے تو اس

قصہ کا بیان کیا موقع تہا اور جب یہہ ثابت ہو کہ اِس قصہ کا بیان یہان بموقع تہا تو سب کتب الہامیہ کے ہر قصے وحکایات سے مقصود تعلیم اصلاح آخرت ہوتی ہے اور بعث ونشر سے آگاہ کرنا ہر حال اور ہر پیرایہ مین سب سے مقدم تر ہے ورنہ سارے قصص وحکایات بے نتیجہ ہو جائین بہر حال اس معجزہ کے ثبوت مین کذلک یحی اللہ الموتی کافی دلیل ہے کہ جسنے اِس ایک کو زندہ کیا وہ قادر ہے کہ سب کو اسیطرح قیامت کے دن زندہ کرے

(صفحہ ایضاً) قولہ جو سیدہی سادہی صاف صاف معنے آیتون کے ہمنے بیان کئے ہین — شاید اِس کی نسبت ہی بعض لوگ کچہہ شبہہ کرینگے اول تو یہہ کہینگے کہ اضربوہ مین ضمیر مذکر کی ہے اور ببعضہا مین ضمیر مونث کی اور دونون کا مرجع ہمنے مقتول ٹہرایا ہے مگر یہہ اعتراض کسیطرح صحیح نہین ہو سکنے کا اِس آیت سے پہلے واذ قتلتم نفسا واقع ہے اور ببعضہا کے ضمیر نفس کی جانب راجع ہے اور نفس مونث ہے اور اوسکے لئے مونث ہی کے ضمیر ہونی چاہئے اضربوہ کی ضمیر کو بہی تمام مفسرین نے نفس ہی کی طرف راجع کیا ہے مگر باعتبار شخص مقتول کے اوسکا مذکر لانا جائز قرار دیا ہے الخ **ج** ببعضہا کے ضمیر نفس کیجانب اِسوجہہ سے کہ وہ مونث ہے آپ راجع فرماتے ہین اور اِس صورت مین تمام مفسرین کا وہ قول کہ باعتبار شخص مقتول کے اوسکا مذکر لانا جائز قرار دیا ہے باطل ہو گیا کیونکہ لفظ نفس خواہ مذکر ہے تو آپکا یہہ قول کہ ببعضہا کی ضمیر اوسکی طرف راجع ہے باطل ہو گیا خواہ وہ مونث ہے تو تمام مفسرین کا قول جو باعتبار شخص مقتول کی اوسے مذکر قرار دیتے ہین باطل ہو گیا ایسی حالت مین یا ببعضہا کی ضمیر اوسکی جانب راجع ہو گی یا اضربوہ کی کیونکہ یہہ ممکن نہین ہے کہ اضربوہ کی ضمیر کو راجع کرنیکی واسطے تو نفس مذکر ہو جائے اور ببعضہا کی ضمیر اوسطرف راجع کرنیکے لئے وہی نفس مونث ہو جائے بس یہ کیسے بچون کیسی دلیل آپنے لکہی جسکی بے سر و پا ہونیکا کچہہ بہی لحاظ نکیا علاوہ اسکے اگر ببعضہا کی ضمیر کو حسب مرضی آپ کے نفس کی جانب رجوع کرین اور برخلاف تمام مفسرین کے نفس کو مونث اِس آیت مین قرار دین تو اضربوہ مین جو ضمیر مذکر کی ہے یہہ ثابت کریگی کہ وہ مقتول بقول آپ کے زندہ تو نہین ہوا مگر کبہی مرد بنجاتا تہا اور کبہی عورت اور اگر ایسا نتہا تو ظاہر ہے کہ ببعضہا کی ضمیر اوسی

گائے کیطرف راجع ہے جو ذبح کی گئی تھی اور اضربوہ کی ضمیر تو سورۂ نفس کے کسی حال مین اور کیطرف راجع نہین ہو سکتی کیونکہ اگر ذبیحہ کیطرف اوسے راجع کرین اور وہ ذبیحہ ہی مذکر سیعنے بیل قرار دین تو اوسکا مطلب یہہ ہو گا کہ بیل کے عضا سے بیل کو مارو اور یہہ صریح خلاف مقصود ہے

(صفحہ ۱۲۲ – ۱۲۴) قولہ دوسرا یہہ شبہہ کرینگے کہ یحی اور موتی کے لفظ کے ہمنے وہ معنے نہین لئے جو صریح ان لفظون سے پائی جاتی ہین مگر یہہ اعتراض بھی صحیح نہو گا اسلئے کہ ہمنے ان لفظون کی وہی معنے لئے ہین جن معنون مین خدا نے ان لفظونکو استعمال کیا جہان فرمایا کہ کنتم امواتاً فاحیاکم یعنے تم مردہ یعنے معدوم یا غیر موجود یا نامعلوم تھے پہر ہمنے تمکو زندہ یعنے مخلوق یا موجود یا ظاہر کیا پس اسی دلیل سے ہمنے یہان یحی اور موتے کے یہی معنے لئے ہین کہ نامعلوم قاتل معلوم ہو گیا اور ان معنون کے صحیح ہونے پر خود اسی مقام مین خدا تعالے نے اشارہ کیا ہے اوپر کی آیت مین لفظ واللہ مخرج آیا ہے اوسکے مقابل اس آیت مین یحیے اللہ کا لفظ آیا ہے اوپر کی آیت مین تکتمون کا لفظ آیا ہے اوسکے مقابل اس آیت مین موتے کا لفظ آیا ہے پس علانیہ ثابت ہے کہ یحی اللہ سے ظاہر ہونا قاتل کا اور موتے سے نامعلوم یا غیر ظاہر ہونا قاتل کا مراد ہے نہ مقتول کا زندہ ہونا خدا اپنی قدرت اور اپنی حکمت کو انہین باتونمین جو انسان روزمرہ کرتے ہین اور دیکھتے ہین ظاہر کرتا ہے مگر ان لکا خیال اوسپر قناعت نہین کرتا اور دور از کار باتونکو پسند کرتا ہے الخ

ج اسی قاعدہ کے موجب کیا یحی اللہ الموتیٰ کی معنے یہہ نہین ہو سکتے ہین کہ اوسی قاتل کیطرح ایک گمراہ کرنیوالا جو اسلام کے پردہ مین چھپا تھا اس تفسیر کے وسیلہ ظاہر ہو گیا اور جسطرح وہ ظاہر ہو کر مستحق عقوبت ہوا اسیطرح یہہ تفسیر لکھکر مستحق عذاب ہوا دیکھا خدا کی کلام مین کتنے مطالب مناسب حال پیدا ہو جاتے ہین تاکہ اہل فہم عبرت حاصل کرین علاوہ اسکے اگر یحی اور موتے سے مراد معلوم ہو جانا نامعلوم کا ہے تو قاتل و مقتول کی کیون اصلی معنے قایم رہکی اسلئے بھی کوئی مرادی معنے کیون نہ قرار دئے اور قتل سے مراد بھی کوئی بازیگری نہ تجویز کی اور سورہ آل عمران رکوع ۵ مین احی الموتے باذن اللہ جو حضرت عیسیٰ کا قول ہے اس سی بھی کوئی کھیل

تماشا مراد ہوگا اور اذا حضر احدکم الموت سے بہی کچہہ اور ہی مراد ہوگی مگر باوجود ان سب باتون کی خالصاحب بہادر سے بہی کوئی ذات مقدس ملاوہی یا نہین اور خوبی یہہ کہ آیت جو بطور نظیر کی آپ نے پیش کی کنتم امواتاً فاحیاکم اوسکا ترجمہ آپہی یہہ لکہتے ہین کہ یعنے تم مردہ یعنے معدوم الخ یہہ کثرت یعنے کی معلوم کہان سے آپ کے پاس ہوگئی بہرحال مردہ اور زندہ تو آپ نے بہی ان دونون لفظون کا ترجمہ کیا ہے یا نہین پس اسلامی مفسرین کے دعوی پر تو آپ بہی گواہ ہین بشرائین نیت کہ معدوم سے یہہ ایک صفت مردہ کی ہے مگر آپ کی مرادی معنے یحی اللہ الموتے کا ثبوت کہان سے ہے آپ فرماتے ہین کہ ہمنے اِن لفظون کے وہی معنے لئے ہین جن معنون مین خود خدا نے ان لفظون کو استعمال کیا ہے الخ اللہ رے دعوے معلوم ہوتا ہے کہ خدا ہی سے پوچہہ پوچہہ کر ایک ایک لفظ آپنے اِس تفسیر کا لکہا ہے اور یہہ جو آپ فرماتے ہین کہ ہمنے یہان سے یحی اور موتی کے یہی معنے لئے ہین کہ نامعلوم قاتل معلوم ہوگیا الخ پس موتے سے آپ کی نظر مین قاتل کی وہ حالت مرادہی جبتک کہ وہ نامعلوم تہا اور یحی سے اوس کا معلوم ہوجانا مگر یہان تو معاملہ بالعکس ہوگیا کہ قاتل کے حیات تبہی تک تہی جبتک وہ ظاہر نہوا تہا اور ظاہر ہوکر تو وہ موت کا مستحق ہوگیا یحیے سے اوسے کیا علاقہ رہا اب غور تو کیجیے کہ ترکیب اِس آیت کی جو آپ نے کی تہے وہ اوسطرح نکمی نکلے اور تاویل یہہ پوچ ظاہر ہوئی پہر آپ کے اِس دوسرے مطلب کیا نکلا پہر آپ فرماتے ہین کہ پہلی آیت مین لفظ واللہ مخرج آیا ہے اسکے مقابل اِس آیت مین یحی اللہ کا لفظ آیا ہے الخ لیکن قتلتم کے مقابل مین موتے اور نفساً کے مقابل مین یحی آپ نے کیون نہ تجویز کیا

(صفحہ ۱۲۵) **قولہ** تیسرا شبہہ یہہ کرینگے کہ کذلک یحی اللہ الموتی کی قبل ہمکو یہہ جملہ کہ فاظہرہ اللہ مقدر ماننا پڑیگا مگر یہہ جملہ نہ خلاف عقل ہے نہ خلاف قرآن اور نہ خلاف سیاق کلام خدا کیونکہ خود خدا نے فرمایا ہے واللہ مخرج برخلاف اوس پہلے جملے کے کہ نہ وہ زمین کا ہے نہ آسمان کا الخ **ج** قطع نظر اسکے کہ یہہ جملہ خلاف عقل اور خلاف قرآن اور خلاف سیاق کلام خدا ہے

فاظہرہ اللہ کو یحیے اللہ الموتے سے کیا خوب مناسبت ہے کہ فاظہرہ اللہ کے تو
لفظی معنے لئے جائینگے اور یحیے اللہ الموتے کے مرادی معنے

(صفحہ ۱۲۶ و ۱۲۷) **قولہ** وآتینا عیسے ابن مریم البینات مین بینات صفت ہے
اور جہان صرف لفظ بینات ہے وہان اوسکا موصوف جسکی وہ صفت ہے مقدر
ہے پس خدا ہی کے کلام پر غور کرکر موصوف مقدر کو قرار دینا چاہئے خدا کے
کلام مین ہمیشہ بینات کا موصوف آیات کا لفظ آیا ہے جیسے کہ اسی سورہ مین
آنحضرت صلعم کی نسبت فرمایا ہے ولقد انزلنا الیک آیات بینات اسلئے جو معنے
آیات بینات کے ہین وہی معنے صرف بینات کے بھی ہین کیونکہ آیات اوسکا
موصوف وہان مقدر ہے اور جو مراد لفظ آیات سے ہے وہی مراد لفظ بینات
سے ہے معہ اوس صفت کے جسپر لفظ بینات دلالت کرتا ہے الخ

(صفحہ ۱۲۸) **قولہ** آیت کے معنے لغت مین علامت یعنے نشانی کے ہین اور
علامت ہمیشہ اوسپر جسکے وہ نشانی ہے دلالت کرتی ہے پس آیت کے معنے دلالت
کرنیوالے کے ہوے جیسے کہ امام فخر الدین رازی نے بھی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر
مین لکھا ہے ان الآیۃ ہی الدلالۃ اور چونکہ قرآن مجید کے فقرے بھی خدا کی وحدانیت
اور انبیا کے نبوت اور احکام شریعت پر دلالت کرتے ہین اسلئے اوسکے ہر فقرے
کو بھی آیت کہتے ہین جیسے کہ تفسیر معالم التنزیل مین ولقد انزلنا الیک آیات بینات
کی تفسیر مین لکھا ہے واضحات مفصلات بالحلال والحرام والحدود والاحکام اور
جبکہ فقرات قرآن پر اسلئے کہ وہ احکام پر دلالت کرتے ہین آیات کا اطلاق ہوا
تو آیات سے خود احکام بھی جو اوس شخص کے وجود اور عظمت وجلال اور قدرت وسطوت
واختیار پر دلالت کرتے ہین جسنے وہ احکام صادر کئی ہین مراد لئے جاسکتے ہین
درحقیقت آیات کے لفظ سے قرآن مجید کی آیتین یا احکام جو خدا نے ان آیتون
مین نازل فرمائی ہین مراد لینا اچھی بات ہے قرآن مجید مین اس لفظ کا استعمال
کبھی تو خدا کیجانب سے ہوا ہے جیسے کہ اس آیت مین ولقد انزلنا الیک
آیات بینات اور کبھی بطور قول کفار یا اہل کتاب کے ہوا ہے جیسے کہ اس
آیت مین ہے وقالوا لولا یاتینا بآیۃ من ربہ پس جہان قرآن مین اس لفظ یعنے آیت

با آیات یا بینات یا آیات بینات کا استعمال خدا کی جانب سے ہوا ہے اوس
سے ہمیشہ وہ احکام یا نصائح یا مواعظ مراد ہین جو خدا تعالے نے بذریعہ اپنے
کلام یا وحی کے انبیاء پر نازل فرمائی ہین ان احکام و مواعظ مین سے بعضے
خفی ہین جنکے حکمت بہ تامل و تدقیق نظر سمجھہ مین آتی ہے اور بعضے ایسے ہین جو نہایت
صاف اور واضح بدیہی ہین اسیلئے خدا اسنے کبھی صرف آیات سے اور کبھی آیات بینات
سے اور کبھی زیادہ تر بدیہی ہونیکی سبب سے صرف بینات سے اونکو تعبیر کیا ہے اس
بیان سے ظاہر ہے کہ ہم آیات بینات سے جہان کہ وہ خدا کی طرف سے بولا
گیا ہے وہ چیز مراد نہین لیتے جسکو لوگ معجزہ یا معجزات کہتے ہین گو مفسرین نے
اکثر مقامات مین بلکہ قریباً کل مقامات ان الفاظ سے معجزات ہی مراد لئے ہین مگر یہہ
غلطی ہے معجزہ پر آیت یا آیات کا اطلاق ہو نہین سکتا کیونکہ معجزہ امر مطلوب پر
یعنے اثبات نبوت یا خدا کی طرف سے ہونے پر دلالت نہین کرتا اور نہ وہ بصفت
بینات موصوف ہو سکتا ہے اسلئے کہ اوسمین اگر وہ ہو بھی تو بھی کوئی ایسی وضاحت
جس سے اوسکا حق اور واقعی ہونا اور خدا کی طرف سے ہونا پایا جاوے کبھی نہین
ہوتی صرف احکام ہی ہین جو بینات کی صفت سے موصوف ہو سکتے ہین الخ اسکے
بعد خانصاحب بہادر نے قاضی ابی الولید محمد بن رشد کی کتاب الکشف عن
مناہج الادلۃ فی عقاید الملہ سے ایک بڑی لمبی تقریر اپنے مفید مطلب نقل کی ہے
جسکا خلاصہ آپنے صفحہ ۱۳۴ مین بایں الفاظ درج کیا ہے کہ غرضکہ قاضی
ابن رشد نے معجزات کو مثبت نبوت قرار نہین دیا اور اوسکے بعد صرف قرآن کو
مثبت نبوت قرار دیا ہے اور قریباً قریباً وہی لکھا ہے جو اس بحث مین ہم لکھہ چکے ہین
انتہے اور صفحہ ۱۳۵ مین آپ لکھتے ہین کہ بعض لوگون نے یہہ کہا ہے کہ یہہ
اعتقاد ٹھیک ہے کہ خرق عادت بجز انبیا کے اور کسے سے نہین ہوتا اور سحر
صرف ایک ڈہٹ بندی ہے نہ قلب عین شئے یعنے معجزے سے لکڑی سچ مچ
کا سانپ بنجاتی ہے اور سحر سے وہ سانپ نہین بنتی بلکہ لوگو نکو سانپ دکھائی
دیتی ہے اور اسوجہہ سے اون لوگون نے کرامات اولیا سے انکار کیا ہے مگر شیخ
ہو کہ اسی خیال پر شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی حجۃ اللہ بالغہ مین کرامات اولیا سے

انکار کیا ہے مگر قاضی ابن رشد اس اعتقاد کی ہی تردید کرتے ہین اور کہتے ہین کہ تم کو سوا نحضرا صلعم کے حال سے ظاہر ہوگا کہ انحضرت نے نہ کسی ایک شخص کے اور نہ کسی ایک گروہ کے ایمان پر دعوت کرتے وقت یہہ نہین کیا کہ اوس سے پہلے اوسکے سامنے کوئی خرق عادت کی ہو۔ اور اسکا ثبوت خود قرآن مجید سے پایا جاتا ہے قالوا لن نؤمن لک حتیٰ تفجر لنا من الارض ینبوعا الخ ج صفحہ ۱۲۷ مین آپ نے لکہا کہ آیت کے معنے لغت مین علامت یعنے نشانی کے ہین اور اسکے ثبوت مین آپ نے تفسیر کبیر کی عبارت نقل کی اور صفحہ ۱۲۸ مین آپ نے لکہا کہ ہر فقرہ کو بہی آیت کہتے ہین اور اسکے ثبوت مین آپ نے معالم التنزیل کی عبارت نقل کی پہر کیا وجہہ تہی کہ فاضرب اور ہم لکہ کے معنے مین کسی مفسر قرآن کی تحقیق کو تسلیم نکیا (دیکہو تنقیح البیان صفحہ ۶۸ ـــ ۷۳) پس یہان سے یہہ ایک اور ثبوت آپکا اقراری بہم پہونچا کہ فاضرب کے وہی معنے صحیح ہین جو مفسرین نے لکہے ہین یعنے وقوع معجزہ بوسیلہ عصا اب اس آیت کے معنے بہی جو مفسرین نے لکہے ہین آپ کو ماننے کی کوئی وجہہ نہین ہے لیس واتینا عیسے ابن مریم البینات کے معنے شاہ عبد القادر صاحب نے یہہ لکہے ہین اور دیئے ہمنے عیسے مریم کے بیٹے کو معجزے صریح اور شاہ رفیع الدین صاحب نے لکہا ہے اور دیئے ہمنے عیسے بیٹے مریم کے کو معجزے ظاہر اور سب مفسرین قرآن نے یہی لکہا ہے کوئی بہی اسکے خلاف نہین ہے مگر آپ اپنے طور پر یہہ ثابت کرتے ہین کہ اس سے مراد معجزات نہین ہے اور نہ فقط یہی بلکہ حضرت رسول اللہ صلعم اور سب انبیا علیہم السلام کے معجزوں سے آپ انکار کرتے ہین اور ابطال معجزات کے ثبوت مین آپ قرآن کی وہ آیتین جو بالا نقل کرتے ہین اور اون سب آیتوں کے جنمین ذکر معجزات ہے آپ معنے بدلکر ایک عجیب تاویل کر دیتے ہین جس سے معجزہ کسیطرح ثابت نہو سکے اور ہر لفظ کے متعدد معنون مین سے وہ معنے آپ اختیار کرتے ہین جس سے ابطال معجزہ ہو چنانچہ یہان آپ نے بینات سے مراد آیت قرار دی اور آیت کے معنے علامت نہ یہہ کہ معجزہ اب مین جہان سے آیت کا لفظ معنے معجزہ پیش کرونگا آپ فرماوینگے کہ اسکے معنے ہی علامت کے ہین لیکن اللہ

کے معنے بھی قرآن مین بت کے ہین دیکھو سورہ انعام ع۹ مریم ع ۳ انبیا ع ۵
پس آپکے قاعدہ مقررہ کے بموجب ضرور ہے کہ جہان قرآن مین الہ بمعنے خدا
آیا ہے وہان بھی بُت قرار دین یا اسکے بالعکس عمل کرین اور جہان بمعنے بُت
ہے وہان بھی اوسے خدا سمجھین اور یہہ باتین تو لڑکے بھی جانتے ہین اگر آپ
اتنا بھی فرق مراتب نہین کر سکتے تھے تو تفسیر لکھنے کیون بیٹھے اور زبردستی اپنی
قابلیت کو فضیحت کیا لیکن آپہی نے صفحہ ۱۲۷ مین یہہ آیت جو مشعر طلب معجزہ ہے
نقل کی ہے وقالوا لولا یاتینا بآیۃ من ربہ اب فرمائیے کہ یہان آیت سے مراد معجزہ ہے
یا نہین مگر آپ کہینگے کہ یہہ قول کفار ہے قابل اعتبار نہین تو مین عرض کرتا ہون
کہ اون لوگون مین جنکے زبان مین قرآن نازل ہوا آیت کا لفظ بمعنے معجزہ مستعمل تھا
یا نہین اور خدا نے اونکے قول سے معجزہ کا طلب کرنا ظاہر کیا ہے یا قرآن کا کوئی
فقرہ کیونکہ قرآن تو موجود ہی تھا پھر اگر خدا کیجانب سے بھی آیت کا لفظ آپ سُننا چاہتے
ہین تو اوسی آیت مین جو صفحہ ۱۳۵ مین آپ نے بہ ثبوت نفی معجزہ حضرت رسول
اللہ صلعم نقل کی ہے ملاحظہ کر لیجئے یعنے قالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون
لک جنة من نخیل وعنب فتفجر الانہار خلالہا تفجیرا او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تاتی باللہ والملائکة
قبیلا او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل
علینا کتابا نقراہ قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا
وما منعنا ان نرسل بالایات الا ان کذب بہا الاولون ۃ
یہہ آیت آپ نے ایسی ڈھونڈھ کر بہم پہونچائی تھی کہ گویا اپنی دانست مین حضرت رسول اللہ
صلعم سے معجزون کا نہ ظاہر ہونا ثابت کر دیا تھا لیکن اسکا ترجمہ جو آپہی نے لکھا ہے یہہ ہے
کہ کافر کہتے ہین کہ ہم تجھہ پر ایمان نہین لانے کے جبتک کہ تو زمین پہاڑ کر ہمارے لئے
چشمے نہ نکالے یا تیرے پاس کھجور و انگور کا باغ ہو جسکے بیچمین تو بہتی ہوئی نہرین نہ
نکالی زور سے بہتی یا تو ہم پر آسمان کے ٹکڑے نہ ڈالے یا خدا اور فرشتونکو اپنے ساتھہ
نہ لاوے یا تیرا سونے کوئی مزین گھر ہو یا تو آسمان پر چڑھہ نجاوے اور ہم تو تیرے
منتر پر ہرگز ایمان نہین لاینگے جبتک کہ ہم پر ایسی کتاب نہ اوترے جو ہم پڑہین اسپر
خدا اپنے پیغمبر سے کہتا ہے کہ تو اونسے کہدے کہ پاک ہے میرا پروردگار مین

تو کچہہ نہین ہون مگر رسول اور خدا نے فرمایا کہ نہین روکا ہمکو آیات کے بہیجنے سے
مگر یہہ کہ جہٹلایا اونکو اگلون نے انتہے بعینہ نقل ترجمہ خانصاحب بہادر واضح ہو کہ
یہی آیت حضرت رسول اللہ صلعم سے معجزہ ظاہر ہونیکے ثبوت مین نصرانی علمانے
بہی اپنے کتب و رسائل مین بار بار نقل کی ہے دیکہو میزان الحق وغیرہ پس اسکی
بابت اب مین جو کچہہ لکہونگا دونون کیواسطے کافی ہو گا اِس آیت مین کفار کے
معجزہ طلب کرنیکا ذکر ہے مثلاً چشمہ زمین پہاڑ کر جیسے حضرت موسٰے نے چٹان
سے پانی نکالا تہا اور باغ جیسے حضرت ابراہیم پر آتش نمرود باغ و بہار ہوگئی تہی آسمان
کے ٹکڑے جیسے بنی اسرائیل پر کوہ طور گرائی کیواسطے اونچا کیا گیا خدا اور فرشتون
کو ساتہہ یا ضامن جیسے بنی اسرائیل نے حضرت موسٰے سے خدا کی دیکہنے کو کہا اور خدا نے
اوسے قبول فرمایا مزین یا سنہرا گہر جیسے بہشت آسمانپر چڑہنا جیسے حضرت الیاسؑ
اور حضرت عیسٰےؑ آسمانپر گئے اِسکے بعد خانصاحب بہادر نے لرقیک کے معنے
منتر کے لکہے ہین اِس آیت کے ترجمہ مین جو کچہہ خرابیان ہونی تہی کی ہین اوسے تو ترجمات
قرآن سے مقابلہ کر کے دیکہنا چاہئے نمونہ کے طور پر لرقیک کے معنے پر غور
کرنا چاہئے غیاث اللغات مین لکہا ہے رقیہ بضم اول و سکون قاف و تخفیف
تحتانی سحر و افسون و بضم اول و فتح قاف و تشدید یاے تحتانی مفتوحہ نام دختر رسول
اللہ صلعم از منتخب و در رقیہ تصغیر رقیہ است کہ بر وزن فعیلہ باشد از ماخذ ترقی و ارتقا
و بعضے بکسر قاف نوشتہ انتہے و معنے ارتقا بالا رفتن اور شاہ عبد القادر صاحب
نے اِسکا ترجمہ یہہ کیا ہے کہ اور ہم یقین نکرینگے تیرا چڑہنا اور شاہ رفیع الدین
صاحب نے یہہ ترجمہ کیا ہے کہ اور ہرگز نمانینگے ہم تیری چڑہ جانیکو اور اسیطرح
ہر مفسر قرآن نے لکہا ہے مگر خانصاحب بہادر اِسکا ترجمہ یہہ کرتے ہین کہ اور ہم تو
تیرے منتر پر ہرگز ایمان نہین لاینگے پس یہان سے خانصاحب بہادر کی تفسیر
لکہنی کی داد دینی چاہئے کہ جسے رقیہ بہ تخفیف یا اور رقیہ بہ تشدید یا تک کا پتا
نہو اوسکے عربی دانی لغیب اعدا معلوم ہے اسیطرح خانصاحب بہادر نے
ینبوعا کا ترجمہ چشمے بصیغہ جمع لکہا ہے حالانکہ ہر لغت مین ینبوع معنے ایک چشمہ
اور جمع اِسکی ینابیع ہے اور شاہ عبد القادر صاحب اور سب مفسرون نے یہی

اوسکا ترجمہ ایک چشمہ کیا ہے اب یہہ فرمائی کہ آپکے پاس وہ کونسی الہامی لغت ہے
جو سب علما اسلام کی معلومات کے خلاف اوسمین نکل آتا ہے خیر ان سب باتون
سے درگزر کر مطلب پر غور کرنا چاہیے اسی آیت سے جو مشعر ابطال معجزات آپنے
لکھے ہے کفار سے معجزہ طلب کرنیکا ثبوت ظاہر ہے کہ وہی معجزے اونہون نے طلب کیے
جو انبیاء سلف سے وقوع آئی تہی اور دوسری بات یہہ ہی یاد رکھنی چاہئی کہ اگر
معجزہ دراصل کچہہ نہین ہے تو طلب کرنیکی کیا وجہہ تہی اس سے ظاہر ہے کہ معجزے
جسمین خرق عادت ہو ہمیشہ سے ہوتی آئی ہین اسیوجہہ سے اونہون نے بہی
طلب کئی اور معجزہ نہ دیکہلانیکی وجہہ ہر وقت کے مناسب حال ہوتے ہے فضول باتون
مین یا کہیل تماشے مین یا معجزے کی قدر ضایع ہونیکے مقام مین یا نالایق لوگون کے
درمیان معجزہ نہین دیکہایا جاتا ہے اسیوجہہ سے بعض جگہہ حضرت عیسٰیؑ نے جیسا کہ
انجیل مین چند جا ذکر موجود ہے اور حضرت رسول اللہ صلعم نے معجزہ دیکہانیسے انکار
کیا اور جب اس قسم کی موانع لاحق نہین ہوئے تو بکثرت معجزے دیکہائی ہین جیسا کہ
سورہ آل عمران رکوع ۲ و انفال رکوع ۲ و رکوع ۵ و قمر رکوع اوغیرہ مقامون
مین مذکور ہے جنکا اقرار علماء اہل کتاب نے بہی کیا ہے (دیکہو فہرست قرآن
مرتبہ پادری ویری صاحب مطبوعہ لدیانہ ۱۸۷۶ء صفحہ ۵ س) اسکے سوا سورہ بنی اسرائیل
رکوع ۱۰ کی اوس آیت کے آخر مین جو آپنے اوسی سورہ کے رکوع ۶
کی آیت کو شامل کیا ہے جسکا ترجمہ آپ نے یہہ کیا ہے کہ نہین روکا ہمکو آیات
کے بہیجنے سے مگر یہہ کہ جہٹلایا اونکو اگلون نے اسمین اب اگر بقول آپ کے
آیت کے معنے فقرہ کے قرار دین تو اسکے بہیجنے سے خدا کب روکا گیا تہا سارے
قرآن مین تو آیتین موجود ہین پس لامحالہ اسکے معنے معجزے کے قرار دی جاینگے
علاوہ اسکے سوال تو کفار کا بطلب معجزہ تہا نہ بطلب فقرہ قرآن کیونکہ وہ تو موجود
ہی تہا پس اوسکے جواب مین قرآن کے فقرہ کا ذکر کب درست ہوسکتا تہا اب تو
آپ کو معلوم ہوا کہ ایسے مقامون مین آیت کے معنے معجزہ کے ہوتے ہین اور
ہر جگہہ آیت سے مراد فقرہ قرآن نہین ہے ؎ گر فرق مراتب نکنی زندیقی +
اور یہہ جو آپ نے فرمایا کہ قاضی ابن رشد نے معجزات کو مثبت نبوت نہین

قرار دیا الخ اگرچہ یہہ قول صحیح نہین ہے اگر معجزہ مثبت نبوت نہو تو اس سے زیادہ ضرورت معجزہ دیکہانے کی پہر کس کام کیواسطے ہے کتاب تو ہر شخص تصنیف کر سکتا ہے اگر قرآن کی فصاحت و بلاغت لاثانی ہونے پر نظر کیجائے کہ اس سبب سے کوئی دوسرا شخص ایسی کتاب نہین بنا سکتا ہے تو یہہ بہی معجزہ ہوا یا نہین لیکن آپ کہین گے کہ قرآن اپنی فصاحت و بلاغت کے سبب لاثانی نہین بلکہ تعلیمات اور اون حالات کے سبب جو اوسمین درج ہین کفار عرب ویسا نہین بنا سکتے تہے چنانچہ آپ نے صفحہ ۳۴ مین لکہا ہے ہے تو یہہ کچہہ بات نہین ہے کتب الہامی سابقہ مین بہی یہی قصص اور شرائع موجود ہین پہر وہ لاثانی کیون نہوگئین پس قرآن کا لاثانی ہونا مقدم از روئے فصاحت و بلاغت ہے لیکن اگر معجزات کو مثبت نبوت نہ قرار دین تو اس سے بہی معجزات کا ابطال کیونکر ہوگیا اور یہہ جو قاضی ابن رشد کا قول آپ نے نقل کیا ہے کہ حضرت رسولخدا نے دعوت کرتے وقت کوئی معجزہ نہین دیکہایا یہہ صریح غلط ہے آنحضرت صلعم نے ابتدا مین اونکے واسطے جو ثبوت رسالت چاہتے تہے تاکہ خوب تحقیق کرکے مسلمان ہون اور بعدہ مسلمانون کی تقویت ایمان کیواسطے بکثرت معجزے دیکہائی ہین قرآن و کتب سیر و احادیث مین دیکہنا چاہیے اب ایک بات کا جواب رہگیا تہا وہ بہی سُن لیجیے کہ صفحہ ۱۲۸ کے آخر مین آپ فرماتے ہین کہ معجزہ امر مطلوب پر یعنے اثبات نبوت یا خدا کی طرف سے ہونے پر دلالت نہین کرتا اور نہ وہ بصفت بینات موصوف ہوسکتا ہے اسلئے کہ اوسمین اگر وہ ہو بہی تو بہی کوئی ایسی وضاحت جس سے اوسکا حق اور واقعی ہونا اور خدا کیطرف سے ہونا پایا جاوے کبہی نہین ہوتی صرف احکام ہی ہین جو بینات کی صفت سے موصوف ہوسکتے ہین الخ پس اثبات نبوت کیواسطے تو معجزہ کا ہونا بیشتر ثابت ہوچکا ہے رہی یہہ بات کہ معجزہ کا حق اور واقعی اور خدا کی طرف سے ہونا کبہی نہین پایا جاتا یہہ صریح باطل ہے نعوذ باللہ کیا پیغمبر بہی کہین شعبدہ بازی کرتے ہین قرآن ہی مین حضرت عیسےٰ کے یہہ معجزات مذکور ہین

انی اخلق لکم من الطین کہیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتےٰ باذن اللہ یعنے مین بنا دیتا ہون مٹی کیصورت جانور

کی پہر اوسمین پہونک مارتا ہون تو وہ ہوجاوے اوڑتا جانور اللہ کے حکم سے اور
چنگا کرتا ہون جو اندہا پیدا ہوا اور کوڑہی اور جلاتا ہون مردے اللہ کے حکم سے
(ال عمران رکوع ۵) کیا یہہ اوسی قرآن مین جسکی تفسیر آپ لکہتے ہین مرقوم
نہین ہے اور کیا ان معجزونکی بینات ہونیمین بہی کوئی شک کرسکتا ہے اور جب
خدا نے حضرت عیسےؑ کے ان معجزون کی صداقت پر گواہی دی تو کسکا جگر ہے
کہ ذرا بہی چون وچرا کرسکے اور یہی معجزے حضرت عیسےؑ کے انجیل مین بہی بصراحت
لکہے ہین ایک اور بات بہی یاد رکہی کہ ہر جگہہ خدا نے حضرت عیسےؑ کو اونکے ماںکے
نام کیساتہہ یاد فرمایا ہے اور قرآن مین سوا حضرت بی بی مریم کے کسی عورت کا نام
نہین آیا ہے اس سے ثابت ہے کہ حضرت بی بی مریم کا نام ہی قرآن مین نہ آتا اگر
حضرت عیسےؑ فقط ماں سے نہ پیدا ہوئے ہوتے کیونکہ عربون اور عبرانیون مین
ہر شخص کا نام اوسکے باپ کے نام کیساتہہ پکارا جاتا ہے پس حضرت عیسےؑ کا نام کبہی
ماں کے نام کیساتہہ نہ مرقوم ہوتا اگر وہ ماں اور باپ دونون سے پیدا ہوئے ہوتے
پس یہہ ہی معجزات بینات مین سے ہے یا نہین اور یہہ جو آپ نے فرمایا کہ صرف
احکام ہی ہین جو بینات کی صفت سے موصوف ہوسکتے ہین الخ لیکن کیا بزرگون
کے احکام بینات نہین ہوسکتے ہین اسمین قرآن یا انجیل کی تخصیص کیا ہوئی اس سے
ظاہر ہے کہ بینات سے مراد احکام نہین بلکہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات ہین
(**صفحہ ۱۳۷**) **قولہ** کوئی معترض غلطی سے کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید مین جسطرح آیات
بینات کا اطلاق قرآن کی آیتون یا احکام ونصایح ومواعظ قرآنی پر ہوا ہے اسیطرح
معجزات پر ہوا ہے اور دو آیتین قرآن کی غلط فہمی سے اسکے دلیل مین پیش کرسکتا
ہے پس مناسب ہے کہ ہم اس مقام پر بتادین کہ ان آیتون مین سے آیات بینات سے
معجزے مراد نہین ہین پہلی آیت سورہ مائدہ کی ہے جہان خدا تعالے نے حضرت
عیسےؑ کی نسبت فرمایا ہے کہ اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المہد وکہلا واذ
علمتک الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل واذ تخلق من الطین کہیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیہا
فتکون طیرا باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتے باذنی واذ کففت
بنی اسرائیل عنک اذ جئتہم بالبینات فقال الذین کفروا منہم ان ہذا الا سحر مبین ۵

اِس آیت مین مفسرین کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کا بیان ہے اور یہہ
کہا گیا ہے کہ کافرون نے کہا کہ یہہ تو کہلا ہوا جادو ہے اِس سے صاف ثابت ہوتا
ہے کہ بینات سے جو اس آیت مین ہے معجزے مراد ہین جنکو کافرون نے
جادو کہا صاحب تفسیر بیضاوی نے بہی ہذا کا اشارہ الذی جئت بہ کیطرف کیا ہے
جس سے صاحب بیضاوی کے نزدیک بہی اِس جگہہ بینات سے معجزے ہی مراد ہین
مگر یہہ استدلال صحیح نہین ہے اول تو ان ہذا کا مشار الیہ الذی جئت بہ ہو نہین
سکتا کیونکہ وہ ظرف واقع ہوا ہے کففت کا جیسے کہ خود صاحب بیضاوی نے بہی
اِسکو تسلیم کیا ہے پس ان ہذا کا مشار الیہ یا بہ کففت ہے نہ الذی جئت بہ کیونکہ اذ جئتہم
ظرف اور جزو زائد ہے جو کلام مین مقصود بالذات نہین ہوتا اور کففت خود فعل
مسند ہے جو مقصود بالذات ہے اور اسلئے ہذا کا اشارہ اوسیکی طرف اولیٰ
ہے غرضکہ حضرت عیسیٰؑ کا بنی اسرائیل کے حملہ سے بچ جانکو جو اونہون نے اونکے
قتل کے ارادہ سے اوسوقت کیا تہا جبکہ وہ احکام خدا اونکو سنا رہے تہے
کافرون نے کہلا ہوا جادو بتایا بینات کے لفظ سے اوسکو کچہہ تعلق نہین ہے
دوسرے یہہ کہ جب سادی طور سے تمام اِس آیت پر نظر ڈالی جاوے تو معلوم
ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے حضرت عیسیٰؑ پر جو اکرام کئی تہے اونکو اول ذکر کر بیان کیا ہے
اور آخر کو جو قول کافرونکا تہا اوسکا ذکر کیا ہے پس وہ قول انہی چیزون سے متعلق
ہے جنسے کہ وہ متعلق ہو سکتا ہے نہ یہہ کہ اوس سے کوئی خاص معنے لفظ بینات کے
ثابت ہو سکتے ہین الخ **ج** شروع مین آپ فرماتے ہین کہ کوئی معترض غلطی
کہہ سکتا ہے الخ لیکن کبہی یہہ بہی آپ کے خیال مین گذرا تہا کہ کوئی مفسر صریح غلطی سے
کہہ سکتا ہے کہ بینات سے مراد معجزات نہین ہین اسکے سوا خانصاحب بہادر سے یہ
تو پوچہنا چاہئے کہ صاحب بیضاوی یا کشاف یا سیوطی یا شاہ ولی اللہ صاحب یا شاہ
عبد العزیز صاحب وغیرہم جنہون نے قرآن کی تفسیرین لکہین یہہ بہی کسی آیت
کی ترکیب کرنا جانتے تہے یا نہین اور ظرف و مظروف و جار و مجرور وغیرہ کو پہچانتے
تہے یا نہین اگر آپ فرمائین کہ وہ نہین جانتے تہے یعنے صرف و نحو بہی اونہون نے
نہین پڑہے تہے تو ایسا کہنے والیکے خلل دماغ مین کسیکو شبہہ باقی نرہیگا لیکن اگر

آپ فرماتے ہین کہ وہ جانتے تہے تو آپ بیشتر خود لکہہ چکے ہین کہ اِس آیت مین مفسرین کے نزدیک حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے معجزات کا بیان ہے اور پہر کہا گیا ہے کہ کافرون نے کہا کہ یہہ تو کہلا ہوا جادو ہے اِس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بینات سے جو اِس آیت مین ہے معجزے مراد ہین اسلئے اسکے سوا آپنے فرمایا کہ اِن ہذا کا مشار الیہ مایہ کفف ہے نہ الذی جئت بہ اور اِس سے آپ ثابت کرتے ہین کہ بینات سے مراد معجزات نہین ہے لیکن اِس قاعدہ کے بموجب اذ جئتہم ظرف کفف کا ہے یا بینات کیونکہ بینات تو ظرف کفف کا ہو نہین سکتا پہر بینات کو جو مرجع قریب ہے اِن ہذا کا مشار الیہ قرار دینا اوسی سے بہتر ہے کہ مایہ کفف کو کیونکہ اوسکا مشار الیہ اعجاز ہے دوسرے یہہ کہ اذ جئتہم ظرف ہونیکی وجہہ سے محروم الاشارت کیونکر ہو گیا کیونکہ ظرفیت مانع اشارت نہین ہے تیسرے یہ کہ اذ جئتہم بالبینات خلاصہ اون نہین معجزانہ حالات کا ہے جو آیت مین اوپر مذکور ہین اور یہہ اجمال بعد التفصیل جزو زاید نہین ہوتا ہے پہر یہہ اِن ہذا کا مشار الیہ کیون نہین ہوسکتا اور اسیوجہہ سے صاحب تفسیر بیضاوی نے بہی ہذا کا اشارہ الذی جئت بہ کیطرف کیا ہے کیونکہ تفصیل واجمال دونون کا مدلول واحد ہے چوتہے یہہ کہ آپ نے فرمایا کہ اذ جئتہم ظرف اور جزو زاید ہی جو کلام مین مقصود بالذات نہین ہوتا پہر یہہ بہی آپ لکہتے ہین کہ جبکہ وہ یعنے حضرت علیہ السلام احکام خدا اونکو سنا رہی تہے کافرون نے کہلا ہوا جادو بتایا پس بقول آپکے وہ تو جزو زاید تہا جو کلام مین مقصود بالذات نہین ہوتا پہر احکام خدا سنانا کسی اور جگہہ سے آپ کو اِس آیت مین ثابت کرنا چاہی اور وہ یہان میسر نہین ہے تو ناچار آپ کو وہی بیضاوی کا قول ماننے پڑیگا ہذا کا اشارہ الذی جئت بہ کیطرف ہے پانچوین یہہ کہ بیشتر آپ نے فرمایا کہ اِن ہذا کا مشار الیہ الذی جئت بہ ہو نہین سکتا اور پہر آپ لکہتے ہین کہ اِن ہذا کا اشارہ مایہ کفف کیطرف اوسلئے ہے جس سے ثابت ہوا کہ اِن ہذا کا مشار الیہ الذی جئت بہ ہوسکتا ہے مگر مایہ کفف اوسلئے ہے چہٹوین یہہ کہ آپ فرماتے ہین کہ جبکہ وہ یعنے حضرت عیسےٰ علیہ السلام اونکو احکام خدا سنا رہے تہے کافرون نے کہلا ہوا جادو بتایا بینات کے لفظ سے اوسکو کچہہ تعلق نہین ہے پس جب بینات سے اوسکو کچہہ تعلق نہین

تو احکام خدا سنانا کہان سے آپ نے معلوم کیا ساتوین یہہ کہ احکام خدا سنانیکو کبہی کسی نے بہی جادو کہا ہے ایسا احتمال تو معجزونکو دیکہہ کر وہ لوگ کرتے تہے پس اگر اونہون نے معجزات کو نہین دیکہا تہا تو جادو کسی کہا آٹہوین یہہ کہ حضرت عیسےٰ کن لوگونکو احکام خدا سنا رہے تہے کیا وہ اسرائیلی نہتہے جو توریت پڑہتے اور اوسے خدا پرستش کرتے تہے جسکے احکام حضرت عیسےٰ اونکو سنا رہے تہے لیکن یہودی اوسے خدا کے احکام کو جسکے وہ پرستار تہے جادو کہہ سکتے تہے اِس سے ثابت ہے کہ احکام سنانیکو اونہون نے جادو نہین کہا بلکہ معجزات کو دیکہہ کر تقین نہین کیا اور اوسے جادو کہا نوین یہہ کہ اذ جئتہم اور کعف کے بابت تو آپ نے یہہ سب باتین بنائین لیکن تکلم الناس فی المہد اور مٹی کی چڑیا بنا کر اوڑا دینا اور مادر زاد اندہون اور کوڑہیونکو چنگا کرنا اور مُردونکو زندہ کرنا جو اسی آیت مین لکہا ہے اِسی آپ کہان جائینگے یعنے اگر احکام خدا سنانیکی وجہہ سے یہودیون نے حضرت عیسےٰ کے قتل کا ارادہ کیا تہا تو اِس سے اون سب معجزون کا جو اوپر مذکور ہوئی کیونکر ابطال ہو گیا اور آپ کی اِس فضول تاویل سے مطلب کیا نکلا معجزات تو ثابت ہی رہے اوسکے بعد خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ جب سادی طور سے تمام اِس آیت پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ پر جو اکرام کئے تہے اونکو اذ اذکر کر بیان کیا ہے الخ وہ اذ اذکر کے جو بیان کیا ہے کیا معجزات کے سوا کچہہ اور بہی ہے یعنے تکلم فی المہد اور مُردونکو زندہ کرنا وغیرہ پہر شروعین جو آپنے لکہا کہ کوئی معترض غلطی سے کہہ سکتا ہے اب یہہ غلطی آپ کی ثابت ہوئی یا معترض کی اور جبکہ آپ اپنا مطلب اِس آیت سے کچہہ بہی ثابت نہین کر سکتے تہے تو اپنی عقل پر حرف لانیکے لئے اِسکا لکہنا آپکو کیا ضرور تہا اور نہ فقط اسی جگہہ بلکہ ساری تفسیر کا یہی حال ہے پہر آپ فرماتے ہین کہ آخیر کو جو قول کا فرونکا تہا اوسکا ذکر کیا پس وہ قول اونہین خبرون سے متعلق ہے جنسے کہ وہ متعلق ہو سکتا ہے الخ جب اِس آیت سے دعوے عدم ثبوت معجزہ مین آپکے جرات کا یہہ حال ہے کہ صاف مطلب تک نہین بیان کر سکتے ہو تو ایسا دعوےٰ ہی کیا ضرور تہا اب آپکے اِس فقرے کا مطلب کہ وہ قول اونہین چیزون سے متعلق ہے جنسے کہ وہ متعلق ہو سکتا ہے کیا سمجہنا چاہئے سوا اِسکے کہ غالباً آپنے عاجز اگر در پردہ اقرار کر دیا

ہے کردہ قول یعنے اِن ہذا الا سحر مبین اونہین چیزون یعنے معجزات احیاء اموات وغیرہ سے جسکا اجمال او جاءتہم بالبینات ہے متعلق ہے جنسے کہ وہ متعلق ہو سکتا ہے

(**صفحہ ۱۳۸**) **قولہ** دوسری آیت سورہ بنی اسرائیل کے ہے جہان خدا نے فرمایا ہے ومامنعنا ان نرسل بالآیات الا ان یکذب بہا الاولون وآتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ فظلموا بہا وما نرسل بالآیات الا تخویفا اِس ایت سے قاضی ابن رشد نے استدلال کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ادعاے نبوت کیا تہہ کوئی معجزہ کسیکو نہین دیکھایا جیسے کہ اوپر بیان ہوا ہے اور اِس سے پایا جاتا ہے کہ قاضی ابن رشد نے اس آیت مین جو لفظ آیات ہے اوس سے معجزات مراد لئے ہین صاحب تفسیر بیضاوی نے بہی یہہ سمجہا ہے کہ جو معجزات قریش نے طلب کئے تہے اِس آیت مین لفظ بینات سے وہی معجزے مراد ہین مگر اِس تفسیر مین چند نقصان ہین اول تو یہہ سمجہہ مین نہین آسکتا کہ خدا نے لوگون کے نہ ماننے یا جہٹلانے سے کیون معجزونکا بہیجنا بند کر دیا دوسرے یہہ کہ آدمؑ سے عیسٰیؑ تک برابر کیون بہیجتا رہا اور کیون ایسی بیرحمی سے اگلون کو غارت کرتا رہا اسلئے میری سمجہہ مین اِس مقام پر بہی آیات کے معنے معجزات کے لینا صحیح نہین ہے یہان بہی احکام ہی کے معنے ہین الخ **ج** یہہ عجیب بات ہے آپ کی سمجہہ مین نہ آئی تو معجزات ہی کو نماننا چاہئے بُت پرست لوگ حضرات انبیاء علیہم السلام کو نہین مانتے ہین تو اونکی سمجہہ کا لحاظ کر کے انکار نبوت لازم ہو دوسرے یہہ کہ تفسیر تو آپ آیت کیسے کر رہے ہین جسمین قاضی ابن رشد اور بیضاوی کے قول سے لفظ بینات سے مراد معجزے ثابت ہونا آپ قرار کرتے ہین پہر اپنی سمجہہ سے کہ کیون خدا نے معجزونکا بہیجنا بند کر دیا وغیرہ آپ معجزات کا یقین نہین کرتے اور اسکی وجہہ فحوای کلام الٰہی سے آپ ثابت نہین کر سکتے پہر آپکی سمجہہ سے خدا کا کلام بدل نہین سکتا ہے تیسرے یہہ کہ سورہ مائدہ کی اوس آیت مین ظرف ومظروف کی توجیہین نکالکر آپ نے بینات سے معجزات نہین قرار دئے تہے مگر اِس آیت مین کوئی توجیہہ لفظی ومعنوی آپکو نسوجہی تب اپنی سمجہہ کو ناچار یہان پیش کرنے پڑا اچہی تفسیر آپ لکہنے بیٹہے ہین آپ جو اِس آیت سے نفی معجزات ثابت کرنے تہے آپ کی سمجہہ مین کوئی بات آوی یا نہ آوی اِس سے کیا کام ہے چوتہے یہہ کہ آپ فرماتے ہین کہ آدمؑ سے عیسٰیؑ تک برابر کیون بہیجتا

رہا اور کیون ایسی بیرحمی سے اگلون کو غارت کرتا رہا الخ لیکن اسوجہہ سے اگر بینات
سے مراد معجزات نہین ہین اور احکام مراد ہین تو ہی قیاس کیا احکام کی نسبت ہی عاید
نہین ہو سکتا ہے اور اُسوقت لوگونکو غارت کرنا احکام کیوجہہ سے ثابت ہوگا پہر معجزات
سے انکار کرکے ہی لوگونکو غارت کرنیکا الزام تو آپ رفع نکر سکے اور جسبی معجزات کیوجہہ
سے آپ ناممکن جانتے تہے احکام کیوجہہ سے ہی تو وہی ثابت رہا پانچوین یہہ کہ آیت سے
مراد آپ یہہ سمجہے کہ معجزونکا بہیجنا خدا نے بعد حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مطلقاً بند کر دیا اور اس سے
آپ نے بزعم خود یہہ ثابت کیا کہ گویا حضرت رسول اللہ صلعم سے کبہی معجزہ ظہور مین نہین آیا
یہہ آپکی صریح غلطی ہے اور اصل اسکی یہہ ہے کہ قدیم زمانہ مین بسبب قلت وحی والہام
کے لوگونکو حجت الٰہی سے آگاہ کرنیکا وسیلہ معجزات تہے جیسے کوہ طور کا بنی اسرائیل پر
آجانا اور نامعلوم قاتل ظاہر ہونیکے لئے مقتول کا زندہ ہوجانا اور بنی اسرائیل کے خاطر
حقتعالٰے کا کوہ طور پر تجلی کرنا وغیرہ گویا ہر بات مین خدا کو لازم ہوتا تہا کہ بنی اسرائیل
کو یقین دلانیکے لئے معجزانہ طور پر اونہین ہدایت اور تلقین کرے تاکہ کسی باتمین وہ
غیر خدا کیطرف رجوع نہو جائین مگر حضرت رسول اللہ صلعم کے عہد رسالت مین جبکہ
وحی والہام کی کثرت ہوئی اوسوقت اسکی حاجت نرہی کہ ہر حکم اور نصیحت معجزے سے
کیا تہہ لوگونکے پاس پہونچے پس سوا خاص ضرورتون کے ہر بات مین معجزہ دیکہانیکی ضرورت
نرہی جیسے بیابان مین کچہہ غلہ وغیرہ میسر نہ آنیکی وجہہ سے خدا نے چالیس برس من برسایا
اور جب بنی اسرائیل زمین کی پیداوار سے بہرور ہوئے تو من برسانیکی حاجت نرہی مگر
مائدہ کا ظہور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے عہد مین ہی ہوتا رہا توریت وانجیل وقرآن سب الہامی
کتابون مین اسکا بیان موجود ہے اسیطرح حضرت رسولخدا صلعم کے عہد مین ہی معجزونکا
بہیجنا مطلق بند نہوگیا تہا اور سیکڑون معجزونکا ظہور حضرت رسول اللہ صلعم کے ہات سے ہوا جنکا
ذکر قرآن وحدیث مین بکثرت موجود ہے یہانتک کہ مخالفین اسلام نے بہی اس سے انکار
کو خارج از انصاف جانا ترجمہ قرآن بحروف رومن وحاشیہ علما نصاریٰ مطبوعہ مشن
پریس الہ آباد ۱۸۴۴ع صفحہ ۸۷ مین سورہ ال عمران آیت ۴۹ کے حاشیہ مین لکہا ہے
کہ ابہی ہو چکا تمکو ایک نمونہ ۔ عربی مین یہہ لفظ آیت یعنے معجزہ ہے اس آیت مین ۔
(محمد نے) ایک اور نے فتح سے قابو پکڑا کہ معجزہ کا دعوے کرے اپنے اور فہرست

قرآن مصنفہ پادری ویریصاحب مطبوعہ مشن پریس لدیانہ ۱۸۶۶ء صفحہ ۵ مین
لکہا ہے کہ معجزے جو محمد صلعم پر منصوب ہوئے سورہ آل عمران رکوع ۲ سورہ انفال
رکوع ۲ و رکوع ۵ سورہ قمر رکوع ۱ انتہےٰ پس افسوس کہ علمار اہلکتاب تک
حضرت رسول اللہ صلعم کے معجزات قرآن مین مذکور ہونیکا اقرار کرین اور خانصاحب
بہادر اس سے انکار کرین کیا خانصاحب بہادر مخالفت اسلام مین یہود و نصارے سے
بہی ترقی کئے ہوئے ہین اور عجیب یہہ ہے کہ ابتک جسقدر باتین آپنے لکہین
قصہ آدم و حوا کا انکار اور بقائے جنت کا انکار اور معجزات عصائے موسےٰ کا انکار
وغیرہ انہین سے ایک بات تو سچ نکلتی اور باوجود اس جہوٹہہ کے ابنار کے یہہ بہی نہ
خیال کیا کہ نہ فقط قرآن بلکہ توریت وانجیل وغیرہ کے بہی خلاف میرا محض زبانی دعوی
اختلال حواس پر محمول ہوگا یا نہین مثلاً فرشتونکا آدم کو سجدہ کرنا طالمود مین موجود ہے
اور انجیل مین بہی مرقوم ہے اور توریت مین پیدایش آدم کا مفصل بیان ہے پہر
آپکے ایک خیالی کہانیکی وجہہ سے کیا یہہ سب عالی رتبہ کتابین باطل ہوسکتی ہین
اور اسیطرح سب باتونکو بہی اسی پر قیاس کرلینا چاہئے اسکے سوا آیت کا ترجمہ تو آپنے
صفحہ ۱۳۶ مین یہہ لکہا ہے کہ نہین روکا ہمکو آیات کے بہیجنے سے مگر یہہ کہ جہٹلایا انکو
اگلون نے پس اگر اس سے مراد احکام ہین تو احکام کب روکے گئے وہ تو نازل ہوتے
ہی رہے علاوہ اسکے احکام نماننا اسقدر غارت ہونیکا سبب نہین ہوتا ہے
جیسا کہ معجزہ دیکہکر اوسکی قدر نکرنا جیسا کہ حقتعالے نے حضرت حواریون سے فرمایا
انی منزلہا علیکم فمن یکفر بعد منکم فانی اعذبہ عذابا لا اعذبہ احدا من العالمین یعنے مین
اوتارونگا وہ خوان تمپر پہر جو کوئی تم مین سے ناشکری کرے اوس پیچہے تو مین اوسکو
وہ عذاب کرونگا جو نکرونگا کسی کو جہانمین انتہےٰ

(صفحہ ۱۳۹) قولہ سورہ آل عمران سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ذکریا سے
جب خدا نے کہا کہ تیرے بیٹا ہوگا تو اونہون نے عرض کیا کہ رب اجعل لی آیۃ یعنے اے
پروردگار میرے لئے خاص آیت یعنے حکم مقرر کر خدا نے کہا کہ آیتک الا تکلم الناس
ثلثۃ ایام الا رمزا یعنے تیری آیت یعنے تیرے لئے یہہ حکم ہے کہ تین دن تک بجز اشارے
کے بات نکر انتہی ج خانصاحب بہادر کی باتونپر بہی کیا ہی ہنسی آتی ہے حضرت ذکریا

علیہ السلام کو خدا نے یہہ آیت دی کہ تین دن تک بات نکر سکا بات نکرنا تو حضرت ذکریا کا اختیاری امر تہا خدا نے اونہین کیا آیت دی کیا مین ایک دن بات نکرون تو یہہ بہی خدا کی آیت ہو جائے اور اسکے لیئے اونہون نے خدا سے کیون آیت مانگی کیا تین دن تک چپکے رہنا اونکا اختیاری کام تہا اور اگر انہین معمولی اور مقرری حالات زمانہ مین خدا کی قدرت کے ظہور کا مدار ہے اور خرق عادت کچہہ نہین ہے تو بت پرست بہی یہی کہکر دعوے پیغمبری کر سکتے ہین اسمین مشکل کیا ہے مگر حق و باطل کی امتیاز کیوہ اسطے کوئی علامت خرق عادت کے سوا اور کیا ہے پہر اگر قرآن کی اوس آیت سے حضرت ذکریا علیہ السلام کا تین دن تک بات نکرنا بطور خرق عادت آپ نہین سمجہہ سکتے ہین تو انجیل مین بہی یہی لکہا ہے دیکہو لوقا باب ۲۰ فرشتے نے کہا دیکہہ تو گونگا ہو جائیگا اور جسدن تک کہ وہ نہو بول نہ سکیگا اسلیئے کہ تو نے میری باتونکو جو اپنے وقت پر پوری ہونگی یقین نکیا اور بائیسوین آیت مین ہے کہ جب وہ باہر آکر اون سے بول نسکا اونہون نے دریافت کیا کہ اوسنے ہیکل مین کوئی رویا دیکہا تہا اور وہ اونسے اشارہ کرتا تہا اور گونگا رہ گیا انتہے پس کیا پیغمبرون کے حالات کو آپ اپنی پیغمبری کیموافق جانتے ہین کہ گویا خدا سے کچہہ بہی اونہین علاقہ تہا اور مثل سب دنیا دارونکی وہ بہی تہے خانصاحب ہاور پیغمبری آسان نہین ہے اور ہر سلامی حکام نصارے پیغمبر نہین ہو سکتا ہے

(صفحہ ۱۲۹) قولہ ہذہ ناقۃ اللہ لکم ایۃ کیونکہ وہ اونٹنی فی نفسہ کوئی معجزہ نتہے الخ

ج وہ اونٹنی اگر فی نفسہ کوئی معجزہ نتہی تو پہر مار داڑی اونٹ کو ہی خدا نے آیت کیون نفرمایا اور جبکہ قوم ثمود پر عذاب اوسی اونٹنی کے باعث سے ہوا تو یہہ وبال اوسی معجزے کی قدر نکرنیکا تہا اور یہہ معجزہ تو ایسا شہرت کیا تہہ ہوا کہ بت پرستونکو بہی اوسکی صداقت کا اقرار رہا ترجمہ قرآن بحروف رومن و حاشیہ علماء نصارے صفحہ ۱۵۵ سورہ اعراف آیت ۷۳ کے حاشیہ مین لکہا ہے کہ یہہ احوال اونٹنی کا مقدم بت پرست عربون کے رواتیون مین پایا گیا انتہے

(صفحہ ۱۴۰) قولہ جبرئیل و میکائیل یہودیون نے فرشتون کے لیئے نام مقرر کیئے تہے اور اونکے ہان سات فرشتے نہایت مشہور فرشتون مین ہین مگر اسکا ثبوت نہین ہے کہ

کسی نبی نے اونکو بتایا تہا کہ یہہ فرشتون کے نام ہین بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحف انبیا مین کوئی صفت صفات باری مین سے کسی خاص لفظ کیساتہہ تعبیر کی گئی تہی اور پہر رفتہ رفتہ وہ لفظ فرشتہ کا نام متصور ہونے لگا قرآن مجید مین اونکا استعمال اوسی طرح پر ہوا ہے جسطرح کہ یہودی خیال کرتے تہے مگر ہمارے ہان کے علما رنے بہی یہودیون کے تقلید سے اونکو فرشتون کے نام قرار دئی ہین الخ ج انجیل مین ہے فرشتے نے جواب مین اوس سے کہا مین جبرئیل ہون جو خدا کے حضور حاضر رہتا ہون (لوقا ۱ باب ۱۹) اور دانیال ۸ باب ۱۶ مین ایک آواز آئی کہ اے جبرئیل اِس شخص کو اِس رویا کا مطلب سمجہا دے انتہٰے اور قرآن مجید مین ہے من کان عدوا للہ وملئکتہ ورسلہ وجبرئیل ومیکال اور خانصاحب بہادر یہان ہی اور صفحہ ۱۴ مین فرماتے ہین کہ بہر حال ہمکو اسمین کچہہ شبہہ نہین ہے کہ جو الفاظ صفات باری پر مستعمل ہوتے تہے آخر کو اونہین الفاظ کو فرشتون کے نام سمجہنے لگے انتہٰے اِس قول خانصاحب بہادر سے ثابت ہوا کہ قرآن کی اوس آیت مین اللہ اور ملائکہ اور رسول اور جبرئیل اور میکائیل سب خدا ہی کے نام ہین واہ کیا خوب تفسیر آپ نے یہہ لکہی ہے اور انجیل مین جو لکہا ہے کہ مین جبرئیل ہون جو خدا کے حضور حاضر رہتا ہون پس یہہ خدا کے حضور حاضر رہنے والا بہی خدا ہی ہوگا اور دانیال ۸ باب ۱۶ مین جو آواز آئی کہ اے جبرئیل اِس شخص کو رویا کا مطلب سمجہا دے پس یہہ حکم کی تعمیل کرنیوالا بہی خدا ہوگا پہر وہ جو حکم کرنیوالا ہے اوسے کیا سمجہنا چاہیے میری دانست مین اِس قرآن کے تفسیر مین ایسی مشکلات مین مبتلا ہونے سے یہی بہتر تہا کہ کوئی قرآن اپنی ہی اوپر آپنے نازل کرلیا ہوتا کیونکہ بقول آپکے وحی تو خود انسانکے دل سے پیدا ہوتے ہے (دیکہو صفحہ ۹ ۲) پہر اوسکے لئے کہین لینے جانا بہی نتہا اور یہہ عظیم مشقت دہریہ ین کی جو اِس تفسیر قرآن مین ضایع جاتی ہے پہر ضایع نجاتی اِسکے سوا آپ فرماتے ہین کہ یہودیون نے فرشتون کے لئے نام مقرر کئے تہے استغفر اللہ یہہ حضرت دانیال علیہ السلام پر بہتان ہے اور نام کیا خوب تعظیم سے آپ نے لیا کہ یہودیون نے جس سے مراد حضرت دانیال علیہ السلام ٹہرے تین ہزار برس سے جو یہودی اِن کتابون کو پڑہتے ہین اور ایسی واضح باتین یعنے اسما وغیرہ کہ ہر عبارت مین اسمار سے زیادہ واضح کوئی دوسری بات

نہین ہوتی ہے پس وہ تو ان باتونکو ابتک نہین سمجھے اور خانصاحب بہادر توریت
کی جلد بات مین لیتے ہی سمجھ گئے کہ یہہ سب اسمار جبرئیل و میکائیل وغیرہ فرشتون کے
نام نہین بلکہ صفات باریتعالیٰ ہین اسیطرح یہہ کہ خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ
قرآن مجید مین اونکا یعنے اسمار ملائکہ کا استعمال اس طرح پر ہوا ہے جسطرح کہ
یہودی خیال کرتے تھے یہہ تفسیر ہے یا کوئی توده طوفان ہے یعنے خدا نے ہی قرآن
مجید مین یہودیون کی غلط فہمی کی تقلید کی اور باوجود نزول قرآن اور ہدایت عامہ
اس غلطی عقیدہ یہود کی خدا نے اصلاح نفرمائی بلکہ خود ہی اونہین غلطیونکی پیروی
کی پہر آپ فرماتے ہین کہ ہمارے ہان کے علما نے ہی یہودیون کی تقلید سے
اونکو فرشتون کے نام قرار دئے الخ لیکن جبکہ بقول آپ کے خدا ہی نے اس
غلطی کو روا رکہا تو علماء اسلام کا اسمین کیا قصور ہے افسوس کہ نزول قرآن کے
زمانہ مین آپ تہے کہ خدا کو اس پیروی اغلاط یہود سے آگاہ کر دیتے بس آپ کے
یہہ تادیب فقط علماء اسلام تک منتہی نہین ہو جاتے بلکہ بارگاہ عزت وجلال تک ہی
پہونچتے ہے اور صفحہ ۲۴۱ مین آپ فرماتے ہین کہ قرآن مجید مین فرشتون کا ذکر آیا
ہے اور اسلئے ہر ایک مسلمان کو جو قرآن پر یقین رکہتا ہے فرشتون کے موجود اور اونکے
مخلوق ہونے پر یقین کرنا ضرور ہے الخ

پیشتر آپ نے فرمایا کہ یہودیون
نے فرشتون کے لیئے نام مقرر کئے اور قرآن مجید مین یہودیون کے خیال کی پیروی
ہوئی اور علماء اسلام نے یہودیون کی تقلید سے فرشتونکے نام قرار دیئے یعنے جبرئیل
ومیکائیل اور یہان صفحہ ۲۴۱ مین آپ فرماتے ہین کہ قرآن پر یقین رکہنے کی وجہہ سے
مسلمانونکو فرشتونکا یقین کرنا ضرور ہے اب مشکل یہہ ہے کہ قرآن مین وہ غلطی ہوئی اور
علما نے یہہ غلطی کی پہر مسلمانون کو فرشتونکے وجود کا یقین رکہنا کیونکر ضرور ہوا اگر اسکا
سبب آپ ہی نے یہہ بتلا دیا ہے کہ قرآن پر یقین رکہنے کیوجہہ سے یعنے جب قرآن پر
ایمان لائے تو مسلمانون کو ہی اس غلط فہمی سے چارہ نہین ہے لیکن اگر قرآن پر
ایمان نہ لاتے تو مسلمان اس غلطی مین نہ پڑتے کہ یہودیون کی غلط فہمی کی پیروی
کرتے اور خانصاحب بہادر جیسے کہ مسلمان نہین ہین اسلئے وہ ایسی غلطیون سے بچے رہے

اور جبرئیل اور میکائیل کو محض یہودیون کا ایک غلط نام رکہا ہوا سمجہے کیونکہ وہ
اسمار ملائکہ نہین بلکہ الفاظ صفات باریتعالے ہین اور صحف انبیار و انجیل اور قرآن
مین جو انہین اسمار ملائکہ قرار دیا ہے وہ صریح غلطی واقع ہوئی اسکے بعد صفحہ ۱۴۳
مین شرح مواقف کی ایک طول عبارت آپ نے نقل کی ہے جو اس بحث سے مطلقاً
بیعلاقہ ہے کہ دلیل نقلیہ جنسے مطالب پر استدلال کیا جاتا ہے معتزلہ اور جمہور اشاعرہ
کے نزدیک مفید یقین نہین کیونکہ جن الفاظ سے استدلال کیا جاتا ہے اونکی
نسبت جاننا چاہیے کہ وہ اونہین معنون کے لئے وضع کئے گئے ہین اور یہہ بہی
کہ یہے معنے اونسے مراد ہین پہلی بات جاننے کی تین اصول ہین لغت اور صرف
و نحو اور یہہ تینون اصول روایت احاد سے ہم تک پہونچتے ہین اور روایت احاد
اور قیاس دونون ظنی دلیلین ہین اور دوسرے جن معنون کے لئے وہ لفظ
وضع ہوئی تہی اون معنون سے کسی دوسرے معنے مین مستعمل نہین ہوئی اور
نیز وہ لفظ مشترک المعنے بہی نہین ہے — اگر کوئی عقلی معارضہ پایا جاویگا تو ضرور
نقلی دلیل پر اوسکو ترجیح ہوگی الخ یہہ سب فضول تقریر ہے قرآن کا تواتر ظاہر ہے
وہ کوئی روایت احاد نہین ہے اور اوسکے مطالب کا تواتر جمہور مفسرین کا اتفاق
ہے نہ وہان قیاس ہے نہ روایت احاد اور اوسکے نقلی دلائل پر کسی عقلی معارضہ کو
ترجیح نہین ہے خدا جانے شرح مواقف کی یہہ کس محل کی بحث یہان آپ نے داخل
کی وہ کونسا عقلی معارضہ ہے جو قرآن کے نقلی دلائل پر ترجیح پا سکتا ہے ساری مخلوق
کی عقل خدا کے کلام سے درست ہوتی ہے پہر کونسی وہ عقل ہے جو کلام الٰہی سے
معارضہ کرکے اوسپر ترجیح پائے اگر انسان مین ایسی عقل ہوتی کہ وہ کلام الٰہی سے
معارضہ کرکے اوسپر ترجیح پائے تو نزول قرآن کی کیا حاجت تہی سب اوامر و نواہی
انسان ہی اپنی عقل سے منضبط کر لیتے پس ہزارون باتین ایسی ہین کہ ہم اپنی عقل سے
بالکل اونکو نہین جان سکتے مگر خدا کے کلام سے اونہین معلوم کر لیتے ہین ہم نہین
جان سکتے تہے کہ خدا نے کتنی مدت مین زمین و آسمان کو بنایا مگر خدا کے کلام سے
ہمنے جانا کہ خدا نے چہہ دنمین زمین و آسمان کو بنایا علے ہذا القیاس اور بعض جگہہ جیسے
کہ الرحمن اسعلے العرش استوا مین جو علما کو اختلاف رہا ہے اسکا تصفیہ ہمارے

قرآن کے مطالب سمجھنے کا ہارج نہین ہے اِسکے بعد صفحہ ۴۴ مین پہر آپ ہی نے صاحب شرح مواقف کا یہہ قول نقل کیا ہے کہ یہہ دلیلین ٹہیک نہین ہین بلکہ حق یہہ ہے کہ دلایل نقلی شرعیات مین اون قراین سے جو منقول ہین شاہدہ ہوتے ہین اور بطور تواتر ہم تک پہونچے ہین اور جنسے تمام احتمالات مذکورہ بالا جاتے رہتے ہین مفید یقین ہوتے ہین کیونکہ تمام اہل لغت کے بیان سے ہم جانتے ہین کہ جن معنون مین لفظ ارض وسما کا اور اُسکے مانند جو اور مستعمل لفظ ہین رسول خدا علیہ السلام کے وقت مین اونہین معنون مین مستعمل تہے جو معنے کہ اب اونسے لئے جاتے ہین اور اسمین شک کرنا سفسطہ ہے الخ

(**صفحہ ۱۴۵**) **قولہ** ارض وسما جو سب سے زیادہ مشہور و مستعمل الفاظ ہین انکے معنے جو ہم تک بطور تواتر کے پہونچے ہین وہ اِسیقدر ہین کہ جس چیز پر ہم رہتے ہین وہ ارض ہے اور جو چیز ہمکو سر پر دکہائی دیتی ہے وہ آسمان ہے اور کچہہ شبہہ نہین ہے کہ عرب قدیم اسقدر سے زیادہ اور کوئی معنے اِن لفظون کی نہین سمجہتے تہے مگر اہل کلام اور فقہا اور علماء اسلام نے صرف اسیقدر پر قناعت نہین کی بلکہ اونکے معنون مین وہ باتین بہی شامل قرار دے ہین جنکا غالباً خیال بہی عرب قدیم کو نہین تہا اور اِسصورت مین اون الفاظ کی دلالت اون معنون پر یقینی قطعی نہین ہے الخ **ج** قرآن مین لفظ سما مرقوم ہے اسکے معنے جسقدر وسعت کیا تہہ آپ بیان کرین کیا سما سے کچہہ اور شے وہ قرار پا جائیگا یعنے آپ لفظ سما کے معنے اگر بہت طول وطویل بیان کرین تب بہی وہ آسمان رہیگا یا کوئی پہاڑ بنجائیگا پہر اون الفاظ کی دلالت اون معنون پر یقینی قطعی نہونیکی کیا وجہہ دوسرے یہہ کہ عرب قدیم اگر سما کی اصلی حقیقت جتنی آپ جانتے ہین اسقدر نجانتے تہے لیکن قرآن کیا عرب قدیم نے تصنیف کیا ہے جو اون الفاظ کی دلالت اِن معنون پر یقینی قطعی نہین ہے تیسرے ارض وسما کے معنے عرب قدیم زمین وآسمان کے جانتے تہے جیسا کہ اب بہی سب لوگ جانتے ہین پس ارض تو یہی ہے جسپر ہم رہتے ہین اور یہی عرب قدیم بہی جانتے تہے لیکن اگر آپ اِس سے زیادہ جانتے ہین تو زمین کے سوا کہین اور اپنا رہنا ثابت کیجئے اور جب نہ ثابت ہوسکے تو یقین کیجئے کہ عرب قدیم اپنے معلومات مین آپ کی

اصلاح کے محتاج تھے اور جب زمین کی بابت اونکی معلومات صحیح نکلے تو آسمان کے بابت بھی اونکی معلومات کو اسی پر قیاس کر لیجئے کیونکہ یہہ دونو لفظ یکسان اُن مین مشہور اور مستعمل تھے

(صفحہ ایضاً) قولہ اِن سب سے زیادہ ایک اور امر ہے جسپر شارح مواقف ورصاحب مواقف بلکہ اور کسینے بھی غور نہین کیا اور وہ کلام غیر مقصود ہے مثلاً ایک شخص یہہ بات کہے کہ جب آفتاب مغرب سے نکلے یا اونٹ سوئے کے ناکے سے نکلجاسے تب یہہ امر واقع ہوگا — اور اس کلام سے تسلیم اسبات کی کہ در حقیقت کبھی آفتاب مغرب سے نکلیگا یا اونٹ سوئے کے ناکے مین سے نکل جاویگا لازم نہین آتی پس دلیل نقلی مین اسبات کا علم بھی کہ وہ کلام غیر مقصود نہین ہے اشد ضروریات مین سے ہے اور بغیر اسکے کوئی نقلی دلیل مفید یقین نہین ہوسکتی قرآن مجید مین اس قسم کا کلام غیر مقصود نہایت کثرت سے ہے مشرکین و اہل کتاب کے عندیہ مین بہت سے ایسے باتین سمائی ہوئی تہین جنکا در اصل کچھہ وجود نتہایا وجود تہا مگر اونکے جو حقیقت وہ سمجھے ہوئے تھے در اصل وہ نتھی یا وہ بات ظاہر مین دیکھائی دیتی تہی اور بطور غلط العام یا اعتماد مشاہدہ کے اوسکو واقعی سمجھتے تہے حالانکہ حقیقت اور اصلیت برخلاف اوسکے تہی الخ ج مشرکین اور اہل کتاب کو اِس معلومات مین آپ نے ایک ساتھہ شامل کیا ہے حالانکہ اہلکتاب کی معلومات کی بنا کلام الہی ہے اور مشرکین کو اس سے کچھہ علاقہ نہین ہے اور آپکا مطلب یہہ ہے کہ قرآن مین بھی مشرکین کی معلومات سے زیادہ صحت بیان نہین ہے لیکن جبرئیل کا نام کس مشرک سے پوچھہ کر خدا نے قرآن مین فرمایا ہے اور لفظ جبرئیل کے غلط العام ہونیکا ثبوت کیا کیا نعوذ باللہ حضرت دانیال علیہ السلام نے غلط العام لکھہ دیا تہا اور وہ الہام تہا آپ الہامی کتابون کو محض قصہ کہانی جانتے نہین اسلئے ہر پیرایہ مین اونکی بے اعتباری ثابت کرنا آپکا مقصود ہے لیکن یہہ صریح واہمہ دور از کار ہے کلام غیر مقصود کی دو نظیرین آپ نے بڑے فخر سے لکھین لیکن وہ بھی کوئی غیر مقصود نہین آپ کو اس سے ابھی تک وقوف حاصل نہین ہوا اسو جہہ سے آپ اونسے کلام غیر مقصود جانتے ہین آپ بڑے تفاخر

سے فرماتے ہین نہ قرآن مجید مین بھی اس قسم کا کلام غیر مقصود نہایت کثرت سے ہے
لیکن جو نظیرین کہ پیش کرکے آپ قرآن مین کلام غیر مقصود ثابت کرتے ہین وہ خود
تو غیر مقصود ثابت نہین ہین آفتاب کا مغرب سے نکلنا اِس زمانہ کے آخر مین تو
سب جانتے ہین پس مطلب یہہ نکلا کہ قیامت تک یہہ امر واقع ہوگا اور اِس سے
مراد مدت دراز کا وعدہ ہے اور اونٹ کا سوئی کے ناکے مین سے نکل جانا اِسکا
ذکر قرآن مجید مین اور انجیل مقدس مین بھی ہے اور وہ کوئی بھی کلام غیر مقصود نہین
ہے نہ آپ انجیل مین اِس آیت کے صحیح معنے سمجھے ہین اور نہ قرآن مین اِس سبب سے
آپکو کلام غیر مقصود معلوم ہوا بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ ولما یاتہم تاویلہ یعنے کوئی نہین یہ
جھٹلانے لگے جسکے سمجھنے پر قابو نپایا اور ابھی آئی نہین اُسکی حقیقت (یونس ع ۴)
کیا خدا کے کلام مین بھی فضول باتین ہوا کرتی ہین دیکھو سورہ اعراف رکوع ۴
ان الذین کذبوا بایاتنا واستکبروا عنہا لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل
فی سم الخیاط اور متی ۱۹ باب ۲۴ مین ہے کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزر جانا
اوسکے آسان ہے کہ کوئی دولتمند خدا کے بادشاہت مین داخل ہووے
قرآن مین تکبر کرنیوالے کا ذکر ہے اور انجیل مین دولتمند کا مگر تکبر دولتمندونکا
شعار ہوتا ہے پس مطلب دونون سے ایکہی ہے خدا کی بادشاہت سے مراد
بہشت کیونکہ انجیل مین آسمان کی بادشاہت اور خدا کی بادشاہت سے حقیقی
ایمان اور بہشت کہ حقیقی ایمان کا نتیجہ ہے مراد ہوتی ہے اور قرآن مین لفظ جمل
انجیل کی اصلی زبان مین لفظ عبرانی گمل اور یونانی کمل اور عربی جمل ہے اور
علمانے بیان دو لفظ یونانی کی قرار دی ہین ایک کماون بکسرہ معروف میم ہے
معنے جہاز کے لنگر کا رسہ کہ وہ بھی جنس رشتہ سوزن سے ہے اور جب سوزن
فراخی مین اور رسہ باریک ہونےمین ترقی کرے تو ممکن ہے کہ نکل جاوے اسیطرح
اگر مغرور خاکساری کیطرف اور خدا اوسے جنتی کرنے کیطرف متوجہ ہو تو اسے
داخل بہشت ہونیسے کون روک سکتا ہے دوسرا لفظ کملون بکسرہ مجہول میم ہے
جسکے معنے اونٹ کے ہین اور سوئی کا ناکہ اوس چھوٹے دروازہ کو کہتے ہین
جو کنعانی شہرون کی شہر پناہ مین بڑے پہاٹک کے پاس ہوتا ہے جیسا کہ بیت المقدس

سکے شہر پناہ مین اور جبرون کی شہر پناہ مین اور اکثر شہر پناہو نمین ہے تاکہ اونٹون کے سبب یا پیادہ لوگ بڑے پہاٹک مین راہ بنائیں تو اوس چہوٹی دروازے سے چلے جائیں اور اونٹ بہی اگر گردن جہکا سکے تو اوس سے گزر جاوے اور چونکہ اسلام کے معنے گردن فرو نہادن ہے پس اسیطرح اگر کوئی اسلام قبول کرے تو بہشت مین داخل ہو سکتا ہے پس یہہ کلام غیر مقصود کیونکر ہوا اگر اصل حقیقت یہہ ہے کہ قرآن کے مطالب جب آپ نہین سمجہہ سکتے ہین تو اوسکے لغو تاویلات اور کبہی غلط العام اور کبہی مقولہ مشرکین اور کبہی کلام غیر مقصود کہکر تفسیر کے ورق سیاہ کرتے جاتے ہین علاوہ اسکے جبرئیل و مکائیل کے نام بہی کہین قرآن مین کلام غیر مقصود ہو سکتا ہے

(صفحہ ۱۴۷) قولہ توریت اور صحف انبیا اور انجیل مین فرشتہ کے لفظ کا استعمال نہایت وسیع معنون مین آیا ہے کتاب دوم شموئیل باب ۲۴ ورس ۱۶ و ۱۷ مین اور کتاب دوم ملوک باب ۱۹ ورس ۳۵ مین اور زبور داؤد باب ۷۸ ورس ۴۹ مین وبا پر فرشتہ کا اطلاق ہوا ہے اور زبور داؤد باب ۱۰۴ ورس ۴ مین ہوا اوُن پر فرشتو کا اطلاق کیا گیا ہے الخ **ج** آپ کو کچہہ بہی کتب الہامیہ سے اطلاع اور خبر نہین ہے بیفائدہ آپ نے اوقات ضایع کی زبور مین باب کہان ہین اور جسے آپ باب سمجہتے ہین وہ ایک ایک زبور ہے اِسکے سوا ہفتادوہشتمی زبور حضرت داؤد کا نہین ہے بلکہ وہ آصف کا زبور ہے اسیطرح ایکسو چار زبور بہی حضرت داؤد کا نہین ہے بلکہ اوسکا مصنف نامعلوم ہے ۷۸ زبور ۴۹ سے جو آپ فرشتے سے مراد وبا ثابت کرتے ہین اسکے تفسیر پادری جوزف اوین نے جو عبرانی دانی مین اپنا النظیر رکہتے تہے یہہ لکہی ہے کہ اغلب ہے کہ جس ہلاک کرنیوالے فرشتے نے مصریون کے پہلوٹہون کو مار ڈالا وہ ہلاک کرنیوالے فرشتون کی گروہ کا سردار تہا اسلئے یہہ مصریون کے پہلوٹہون کے ہلاک ہونیکا ذکر ہے اگر اس ہلاکت سے مراد فرشتہ ہو تو چاہئے کہ جبرئیل سے مراد وحی ہو اور یہہ خدا کے کلام سے ٹہٹہا کرنا ہے اور ۱۰۴ زبور ۴ مین جو ہوا کو فرشتے سے تشبیہہ دی گئی مطلب یہہ کہ جسطرح فرشتہ خدا کا تخت لیچلتے ہین (دیکہو کتاب مکاشفات) اسیطرح وہ ہوا کے بازون پر چلتا ہے چونکہ کتاب زبور کی عبارت نظم ہے اوسمین اسطرح کی

مضامین بلاغت کیا تہہ ہوتے ہین اور ۲ صموئیل ۲۴ باب ۱۶ و ۱۷ کی یہہ عبارت
ہے کہ جب فرشتے نے اپنا ہاتہہ بڑہایا کہ یروشلم کو فنا کرے تب خداوند نے فرمایا کہ
یہہ بس ہے اب اپنا ہاتہہ کہینچ اوسوقت خداوند کا فرشتہ ارونا ہ کے کہلیان پر کہڑا
تہا اور داؤد نے جب اوس فرشتے کو دیکہا جو لوگون کو مارتا تہا تو خداوند کو کہا
کہ گناہ تو مین نے کیا ان بہیڑونکا کیا قصور انہتے اور ۲ ملوک ۱۹ باب ۳۵ کی یہہ
عبارت ہے کہ خداوند کے فرشتے نے جاکر اسور کے لشکر گاہ مین ایک لاکہہ پچاسی
ہزار آدمی جان سے مارے انتہے خانصاحب بہادر نے فرشتے کے کام کو فرشتہ
قرار دیا ہے لیکن اگر کوئی کہے کہ یہہ تفسیر نہین خانصاحب بہادر ہین تو اِسے آپ
کبہی سچ نجانینگے اسیطرح فرشتہ کی بابت ہی قیاس کرنا چاہئے

(صفحہ ۱۴۷) **قولہ** کتاب ایوب باب ورس ۱۴ و کتاب اول شموئیل باب
۱۱ ورس ۳ و انجیل لوقا باب ۷ ورس ۲۴ و باب ۹ ورس ۵۱ و ۵۲ مین فرشتہ
کا لفظ عام ایلچیون پر بولا گیا ہے الخ **ج** یہان بہی فرشتونکا ذکر تک نہین ہے
چنانچہ ایوب ۱ باب ۱۴ مین ہے کہ ایک قاصد نے ایوب پاس آکر کہا اور اول صموئیل
۱۱ باب ۳ مین ہے پیام بہیجین اور لوقا ۷ باب ۲۴ مین ہے وے جنہین یوحنا نے
بہیجا تہا گئے (یوحنا کے شاگرد) اور لوقا ۹ باب ۵۱ و ۵۲ مین ہے کہ اوسنے
مضبوط ارادہ کیا کہ یروشلم کو جائے اور اوسنے اپنے آگے رسول بہیجے (یعنے حواری)
پس ان آیتون مین کہین فرشتہ کا ذکر نہین ہے تعجب ہے کہ جہان جبرئیل و میکائیل تک کا نام
موجود ہے وہان تو آپکو فرشتون سے انکار ہے اور جہان فرشتونکا ذکر تک نہین ہے
وہان فرشتے آپ ثابت کرتے ہین اور جہان کسیکو فرشتے سے تشبیہہ دی گئی ہے اوسے
بہی آپ فرشتہ ہی قرار دیتے ہین جیسا کہ صفحہ ۸۴ کے آخر مین ان ہذا الا ملک الکریم
سے حضرت یوسف علیہ السلام کو فرشتہ آپ نے قرار دیا ہے

(صفحہ ایضاً) **قولہ** کتاب پیدایش باب ۳۲ مین فرشتہ کا بطور ایک شخص کے
تمام رات حضرت یعقوب سے کشتی لڑنیکا اور اخیر کو اونکی ٹانگ مروڑ ڈالنے کا
ذکر لکہا ہے اور ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوس سے حضرت یعقوب کو بیماری عرق النساء
یا درد الورک کا ہونا مراد ہے پس اگر یہہ خیال صحیح ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ مرض پر

بہی فرشتہ کا اطلاق ہوا ہے الخ **ج** حضرت یعقوب کی ٹانگ مروڑ ڈالنے کا کہین توریت مین ذکر نہین ہے چونکہ خانصاحب بہادر کے نظر مین سب کتب الہامیہ مثل کہانی قصہ کی کتابون کے ہین اسلئے وہ اونکے مضامین کو قابل مضحکہ و تمسخر جانتے ہین و حاق بہم کانوا بہ یستہزؤن (ہود ع ۱) پیدایش ۳۲ باب ۲۵ مین ہے جب اوسنے دیکہا کہ وہ اوسپر غالب نہوا تو اوسکی ران کی کف پر مارا اور یعقوب کی ران کی کف اوسکے ساتہہ کشتی لڑنے مین چڑہ گئی انتہے پس اسی آپ ٹانگ مروڑ ڈالنا فرماتے ہین سخن فہمی عالم بالا معلوم شد اور پیدایش ۳۲ باب ۳۲ مین ہے کہ بنی اسرائیل اوس نس کو جو ران مین بہتیر وار ہے آجتک نہین کہاتے کیونکہ اوسنے یعقوب کی ران کی نس کو جو بہتیر وار ہے چڑہ گئی تہی چہوا تہا انتہے پہر آپ فرماتے ہین کہ مرض پر بہی فرشتہ کا اطلاق ہوا ہے الخ لیکن اوس فرشتے نے تو حضرت یعقوب سے کہا تہا کہ تیرا نام آگے کو یعقوب نہین بلکہ اسرائیل ہوگا (پیدایش ۳۲ باب ۲۸) پس مرض تو ان کو علیل بناتا ہے نہ یہ کہ اسرائیل فتح العزیز مین لکہا ہے کہ عبد بن حمید نے ابومجاز کے کہنے پر تلقین کی کہ ایک فرشتے نے جس سے یعقوب نے کشتی کی اور غالب ہوا اوسے اسرائیل نام دیا اسلئے کہ ہمارے زبان مین اسرا کے معنے مراد مقبول اور ئیل اللہ (ترجمہ قرآن بحروف رومن و حاشیہ علماء نصاریٰ صفحہ ۶۰)

(**صفحہ ۱۴۸**) **قولہ** یہودی عبری لفظ روح سے غیر مادی شئے مراد نہین لیتے تہے بلکہ غیر مرئی جسم سمجہتے تہے اور اونکے جوہر کو خالص ہوا یا رقیق آگ تصور کرتے تہے اور اسلئے جب قدیم یہودی فرشتونکو ارواح کہتے تہے تو اونکے ذی جسم ہونیسے اونکو انکار نہ تہا بلکہ صرف مادہ غلیظ کی نجاستون سے مبرا ہونا سمجہتے تہے سنٹ پال نے جو اپنے نامہ اول موسومہ کرنتہیان باب ۱۵ ورس ۴۴ مین لکہا ہے اوس سے پایا جاتا ہے کہ وہ بہی روحانی اجسام کو تسلیم کرتے تہے الخ **ج** بلوس مقدس نے مردون کے قیامت کا ذکر کیا ہے اور اوسوقت جو جی اوٹہ کر پہر نہ مرینگے اونہین روحانی جسم قرار دیا ہے آیت ۴۲ سے ۴۴ تک دیکہو تب اصل منشاء معلوم ہو پس وہان روح کی غیر مادی ہونیکا کہان ذکر ہے اسکے سوا آپ نے اپنے قول کی سند مین کوئی اور دلیل پیش نہین کی جسکے جواب کی حاجت

ہو لیکن آپ نے تو روح کا مادّی ہونا بعقیدہ یہود بلوس مقدس کے عہد تک
بیان کیا ہے اگرچہ ثابت نہو سکا اور حال یہہ ہے کہ ابتدا سے یہودیون نے روح
کو مادّے سے شئے کبھی نہین سمجھا تہا دیکھو اول صموئیل ۱۶ باب ۱۴ این ہے کہ خداوند
کی روح ساؤل پر سے چلی گئی اور خداوند کے حکم سے ایک بری روح اوسی
ستانے لگی اسنتہٰے اسیطرح اور بہت سی آیتون سے روح کا غیر مادّی ہونا مسلمات
یہود سے ثابت ہے

(**صفحہ ایضاً**) **قولہ** اسمین کچہہ شبہہ نہین ہے کہ یہودیون کے قدیم کتب مقدسہ
مین یعنے اون کتابون مین جو قید بابل سے پیشتر لکہی گئین ہین یہہ خیال صاف صاف
بیان نہین ہوا ہے بلکہ جو کتابین جلاوطنی کے زمانہ مین اور اوسکے بعد کو لکہی گئی
ہین اون کتابون مین اِس خیال نے صورت پکڑی ہے اور خصوصاً حضرت
دانیال اور حضرت زکریا کی تحریرات مین اِس خیال کا پتا ملتا ہے الخ **ج**
پیدایش ۱۶ باب مین ہے خداوند کے فرشتے نے اوسے (ہاجرہ کو) میدان
مین پانی کے ایک چشمے کے پاس پایا اور پیدایش ۱۹ باب مین ہے اور وہ دو
فرشتے شام کو سدوم مین آئے اور پیدایش ۲۲ باب ۱۵ این ہے پہر خداوند کے
فرشتے نے دوبارہ آسمان پر سے ابراہیم کو پکارا و خروج ۳۳ باب ۲ مین خدا تعالےٰ
نے حضرت موسےٰ سے فرمایا کہ مین تیرے آگے ایک فرشتے کو بہیجونگا انتہےٰ اب
فرمایئے کہ یہودیونکی یہہ قدیم کتب مقدسہ مین جو قید بابل سے پیشتر لکہی گئی ہین
یا جدید علاوہ اِسکے اگر فقط اسیری بابل کے بعد کی کتابون مین یہہ ذکر ہوتا تو کیا
وہ الہامی کتابین نہین اونمین کا لکہا ہوا بہی ویسا ہی معتبر ہے جیسا کہ اسیری
بابل سے پیشتر کے کتب الہامی کا لکہا ہوا معتبر ہے اور چونکہ عہد رسالت حضرت
موسےٰ مین یہود کو فقط آداب عبادات اور احکام شرایع سکہانیکی ضرورت تہی
جیسے ہر نو مسلم یا نابالغ لڑکے کو پیشتر فقط نماز روزہ کی باتین سکہلاتے ہین اور
جب اِس سے فارغ ہو تب اور دقایق مسائل سے وہ آگاہ ہوتا ہے اسیطرح
یہودیونکو بہی ایک مدت کے بعد سکہلایا گیا کہ پیشتر جو ملائکہ پر ایمان تم لائی تہے
اب معلوم کر لو کہ اونمین سے فلان فرشتہ کا یہہ نام ہے اور فلان کا یہہ نام

دوزخ ایسی ہے اور بہشت ایسی ایس توریت کے بعد صحف انبیا علیہم السلام مین اور سب سے زیادہ قرآن مجید مین حقتعالےٰ نے یہہ سب باتین تبلادین ۔

(صفحہ ۱۴۹) **قولہ** نامہ یہودہ درس ۹ و اول نامہ تہسلنیکے باب ۱۲ ورس ۱۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ رائے کہ فرشتے مختلف درجے رکھتے ہین صرف یہودیون ہی کی نہہ مخصوص تہے بلکہ حضرت عیسیٰ کے حواریون کا بہی یہی خیال تہا مان اسقدر ٹہیک ہے کہ متاخرین یہودیون نے جو رتبے کے تقسیم فرشتون مین قایم کی ہے وہ حواریون کے وقت مین نہتی الخ **ج** اول تو اس بیان مین یہی غلطی ہے کہ اول نامہ تہسلنیکی کوئی انجیل کے مجموعہ مین شامل نہین ہے دوم غلطی یہہ ہے کہ لفظ اول سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دوم نامہ تہسلنیکی بہی انجیل کی جلد مین ہوگا حالانکہ اول نامہ تہسلنیکی کا بہی پتا نہین پہر دوم کا کیا ذکر ہے تسلونیقیون کے نام البتہ دو نامے ہین مگر ان مین سے کسیکے بہی ۱۲ باب نہین ہین بلکہ دونون نامون کے ملاکر بہی ۱۲ باب نہین ہین شاید یہہ نامہ خانصاحب بہادر کے پاس ہوگا اسکے سوا جب حضرات حواریون کا بہی فرشتون کی مختلف درجون کی بابت یہی خیال تہا جیساکہ یہودیونکا تو اب فرشتونکے درجون کسیطرح کا شک وہی کریگا جو حواریون سے زیادہ الہام یافتہ ہونیکا دعوی رکہتا ہو علاوہ اسکے آپ فرماتے ہین یہہ رای کہ فرشتے مختلف درجے رکہتے ہین صرف یہودیون ہی کیساتہہ مخصوص نہتی بلکہ حضرت عیسیٰ کے حواریونکا بہی یہی خیال تہا پہر آپ فرماتے ہین کہ اسقدر ٹہیک ہے کہ متاخرین یہودیون نے جو رتبے کی تقسیم فرشتونمین قایم کی ہے وہ حواریون کے وقت مین نہتی یعنے پیشتر آپ نے فرمایا کہ فرشتونکے مختلف درجے جیسے یہودی سمجہتے ہین ویسیہی حواری بہی سمجہتے ہین اور پہر آپ فرماتے ہین کہ متاخرین یہودیون نے جو فرشتون کے درجے قایم کئے ہین وہ حواریون کے وقت مین نہتے یہہ آپ کے کلام بلاغت نظام مین کیسے تناقض ہے

(صفحہ ایضاً) **قولہ** یہودیونکے کتب مقدسہ مین اناث ملائکہ کا ذکر نہین پایا جاتا ـــ مگر اکثر بت پرست قومین فرشتونکو ذکور و اناث قرار دیتے ہین الخ **ج** فرشتونکے ذکر مین اہل کتاب کیساتہہ بت پرستونکو بہی شامل کرنیسے آپ کی

غرض یہہ ہے کہ آپ کی نظر مین الہامی کتابین اور بت پرستون کی کتابین سب برابر ہین ورنہ قرآن کی آیہ جبریل ومیکال کی تفسیر مین اِس فضول کہانیکا کیا محل ہے کیا خدا نے بت پرستون سے سیکہہ کر قرآن مین جبرئیل ومیکائیل فرمایا ہے

(صفحہ ۱۵۰) **قولہ** قدیم عیسائی سمجہتے تہے کہ ہر فرد بشر کیساتہہ ایک فرشتہ ہے جو اوسکے حفاظت پر متعین ہے مشرکین کا بہی اسیکے قریب قریب عقیدہ تہا یونانی اپنے محافظ دیوتا کو ڈیمن اور رومی جینیس کہتے تہے اور یہودی اور قدیم عیسائی یہہ بہی سمجہتے تہے کہ ہر انسان پر دو فرشتے متعین ہوتے ہین ایک نیکی کا دوسرا بدی کا الخ۔ ج یہہ ساری بیان بہی سراسر فضول ہے آپ کو عدم وجود ملائکہ قرآن سے ثابت کرنا چاہیے جسکی تفسیر آپ لکھہ رہے ہین اور قدیم یہودیون یا قدیم عیسائیونکے عقیدہ کا ثبوت آپ نے کہانسے دیا کیا اپنی ذاتی الہام سے جو قدیم عیسائیونکا اِس باب مین عقیدہ تہا وہی جدید کا بہی ہے کیا اب کوئی دوسرا الہام عیسائیونکو ہوتا ہے اور یہان جو آپکو مشرکین اور بت پرستون یونانی ورومی کا عقیدہ بیان کرنا ضرور ہوا اور یونانیون اور رومیونمین سے کئی ڈیمن دیوتا تہے ایکی دیوتا کے آپنے کیون یہان تخصیص کی وہ اپنے بیشمار دیوتا ؤنمین سے جسکے پرستش بطرز خاص اپنے ذمہ لازم کر لیتے تہے اوسیکو اپنا محافظ جانتے کوئی کسی دیوتا کو اور کوئی کسی دیوتا کو اور ارتمس یونانیونمین سب سے زیادہ ممتاز تہے لیکن آپکے اِس طول کلام سے مطلب یہہ نکلا کہ جبکہ بت پرست اور مشرک بہی فرشتون کی وجود کا اقرار کرتے ہین تو اِس سے ثابت ہوا کہ نہ فقط خدا پرست قومین یہود ونصاریٰ ومسلمان بلکہ بت پرست بہی خالصاحب بہادر کی حجت کو بے اصل جانتے ہین وہذا خسران المبین

(صفحہ ۱۵۱) **قولہ** اب ہمکو اِس بات کی تلاش کرنی ہے کہ قدیم مشرکین عرب کا یعنے اوس زمانہ کی عربونکا جبکہ یہودیون کا میل جول عرب مین نہین ہوا تہا فرشتون کے نسبت کیا خیال تہا اور آیا وہ لفظ ملک ور ملائکہ کو انہین معنونمین خیال کرتے تہے جن معنونمین کہ یہودی خیال کرتے تہے یا نہین جہان تک کہ ہمنے تفتیش کی ہے قدیم عربون کا لفظ ملک اور ملائکہ کی نسبت ایسا خیال جیسا کہ یہودیون کا ہے ثابت نہین ہوا مشرکین عرب بلاشبہہ ارواح فلکی یا ارواح فرضی کو یا ارواح اشخاص متوفی کو بطور خدا کے پوجتے تہے اور اون کو مجسم ومتحیز سمجہتے تہے اور

اونکے بت اور اونکے نام کے تہان اور اونکے نام سے ہیکل اور مندر بنائے تہے مگر اونپر کبہی لفظ ملک یا ملائکہ کا اطلاق نہین کرتے تہے الخ **ج** معلوم نہین ان فضول جہگڑونسے اِس تفسیر کو کیا علاقہ ہے اور قدیم عربونکے عقاید مشعر وجود ملائکہ سے قرآن کو کیا کام ہے

(صفحہ ۱۵۲) قولہ فرشتون کا کوئی نام ہی عبرانی زبان کا نہین ہے اور جبرئیل ومیکائیل یہہ دو نام جو قرآن مین آئی ہین وہ عبری ہین اور اسرافیل اور عزرائیل اور اور نام جو مسلمانون مین مشہور ہین سب عبرانی زبانکے ہین بس اونہین اصول پر جو شارح مواقف اور صاحب مواقف نے قرار دئے ہین اہل لغت کا یہہ لکہنا کہ الملائک الملک لانہ یبلغ عن اللہ تعالےٰ مفید یقین نہین الخ **ج** آپ کا مطلب یہہ ہے کہ قرآن چونکہ عربی زبانمین نازل ہوا ہے اور قدیم عربونکے زبان مین ملائکہ کے یہہ نام مستعمل نہتے اس سے ثابت ہے کہ خدا نے عبرانی کتب دینیہ یہود سے بطور نقل حکایت یہہ نام لکہہ دئے ہین کیونکہ اگر اہل عرب قدیم ہی ملائکہ کو اونہین صفات کیساتہہ جانتے جیسے کہ یہودی جانتے تہے تو قرآن مین ہی ان نامون سے ملائکہ کا وجود ثابت ہوتا لیکن مین سمجہتا ہون کہ اوسوقت آپ کہتے کہ قدیم بت پرست عربون کے محاورہ کی رعایت کرکے قرآن مین لکہہ دیا ہے نہ یہہ کہ کچہہ واقعی سمجہکر جیسا کہ اب آپ فرماتی ہین کہ یہودی محاورہ کی رعایت کرکے قرآن مین لکہہ دیا ہے دوسرے یہہ کہ آپ اتنا ہی نسمجہے کہ عبرانی کتب دینیہ یہود مین جو ملائکہ کے نام آئی ہین بس کیا وہ کتابین یہودیون نے بنائی ہین اور وہ الہامی نہین ہین اور کیا وہ کتابین اوسی خدا کی نازل کی ہوی نہین ہین جسنے قرآن نازل کیا ہے لیکن آپ اس تدبیر سے کیا توریت وغیرہ اور کیا قرآن مجید ایک انسانی تصنیف سبکے ذہن نشین کیا چاہتے ہین توریت سے قرآن کی بے اعتباری اور قرآن سے توریت کی بے اعتباری آپ ثابت کر رہے ہین الحاصل عربونکے قدیم محاورہ کی بہ نسبت اسکا زیادہ وثوق ہے کہ یہودی کتب الہامیہ مین یہہ نام موجود ہین جیسا کہ آپ نے ہی صفحہ ۱۴۹ مین کتاب دانیال اور کتاب ذکریا اور انجیل لوقا وغیرہ مین ان فرشتونکے نامونکا ہونا لکہا ہے اور اگر کتب الہامیہ سابقہ مین ہی اسکا ذکر نہوتا تو کیا اِس سے یہہ ثابت ہوتا کہ خدا نے قرآن مین جہوٹہہ لکہدیا ہے نعوذ باللہ

(**صفحہ ایضاً**) **قولہ** حکم بن ابان نے عکرمہ سے اور اونہون نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ قریش جن کے سردار ونکو بنات الرحمن یعنے خدا کی بیٹیان کہتے تہے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عرب اون غیر مرئی چیزونکو جنکو نیک اور پاکیزہ سمجہتے تہے اور جنسے خلقت کو بہلائی اور نیکی پہونچنے کا خیال کرتے تہے اونکو ملک کہتے تہے مگر وہ معنے اور مراد جو ملک کے لفظ سے یہودیون نے مقرر کئے تہے یا جو زمانہ اسلام کے کئے صدی بعد کی مصنفہ کتب لغت مین لکہدیے گئے ہین ادس معنے و مراد مین عرب لفظ ملک کو استعمال نہین کرتے تہے الخ **ج** مصنفین کتب لغت نے وہ معنے بہی لکہے ہین جو اتبک قرآن کے مطالب بدلنے کیلئے برخلاف مفسرین قرآن قاموس وغیرہ سے آپ لکہتے رہے ہین اور یہان جو کتب لغت سے آپ کو کچہہ مدد نملی تو وہی کتب لغت بے اعتبار اور ناقابل سند ہوگئین کیا ہوا (صفحہ ۵۹) اور رہوا (صفحہ ۹۳) وغیرہ کے معنے لکہتے وقت ہی آپکو یاد آیا تہا کہ یہہ کتب لغت زمانہ اسلام کے کئی صدی کے بعد تصنیف ہونیکی وجہہ سے قابل اعتبار نہین ہین اس کے سوا جسطرح مشرکین عرب کی اس عقیدہ کو کہ فرشتے خدا کی بیٹیان ہین خدا نے بے تردید کئے نچہوڑا (سورہ نجم) اسیطرح یہود کے اس عقیدہ کو کہ فرشتے فی الحقیقت ہین اگر سچ نہوتا تو قرآن مجید مین حقتعالی ضرور رد فرماتا کیونکہ قرآن مجید مین اصلاح عقائد اہل کتاب لازم کے گئی ہے پس ممکن نہین ہے کہ باوجود فساد عقیدہ اہل کتاب درباب وجود ملائکہ حقتعالے قرآن مین اسکو رد نفرماتا اور اس سے زیادہ مشکل یہہ ہے کہ نہ فقط یہی کہ خدا نے اسے رد نفرمایا بلکہ قرآن مین جبرئیل و میکائیل اور دیگر ملائکہ کو بار بار یاد فرماکر یہود کی غلطیون اور ناروا عقیدہ مین خود بہی شامل ہوا اور ملائکہ و کتب و رسل پر ایمان کو اسلام کی اصل قرار دیا

(**صفحہ ۱۵۳**) **قولہ** قرآن مجید مین کلام مقصود مین کسی جگہہ لفظ ملک یا ملائکہ اوس مراد سے استعمال نہین ہوا ہے جو مراد کہ یہودیون نے قرار دیے تہے جسکی تفسیر ہم ہر ایک مقام پر لکہینگے بلکہ برخلاف اسکے ملائکہ کا اطلاق اون قدرتی قوی پر جنسے انتظام عالم مربوط ہے اور اون شیون قدرت کاملہ پروردگار پر جو اسکے ہر ایک مخلوق مین بہ تفاوت درجہ ظاہر ہوتی ہین ملائکہ کا اطلاق ہوا ہے سورہ والنازعات

سے اسکا بخوبی ثبوت ہوتا ہے اور اسکے پہلے چار جملون کی نسبت مفسرین مین اختلاف ہے مگر پانچوین جملہ فالمدبرات امرا کی نسبت کسیکو اختلاف نہین اور جملہ مفسرین متفق ہین کہ مدبرات سے ملائکہ مراد ہین پس اب غور کرنا چاہیے کہ مدبرات امور کون ہین یہی قوے ہین جنکو خدا تعالے نے اپنی حکمت کاملہ سے تمام امور عالم کا مدبر مخلوق کیا ہے الخ ج ان قوے کی شرح خانصاحب بہادر نے صفحہ ۹۴ کے آخر مین اسطرح فرمائی ہے پہاڑون کی صلابت پانی کے رقت درختون کی قوت نمو برق کے قوت جذب و دفع غرضکہ تمام قوے جنسے مخلوقات موجود ہوئی ہین اور جو مخلوقات مین ہین وہی ملک یا ملائکہ ہین انتہٰے اسکی سوا سورہ والنازعات کی چار جملون کی نسبت جو مفسرین مین اختلاف ہے تو چارون جملونکا نام ہی نہ لینا چاہیے فقط پانچوین جملہ سے کام رکہنا چاہیے پہر اون چارون جملونکا قرآن مین رکہنا ہی کیا ضرور ہے اور خدا نے اونہین شاید کلام مقصود کی طور پر نہین فرمایا ہے یہہ تو بالکل لاتقربوا الصلوٰة کی مثل کو خانصاحب بہادر نے ثابت کر دیا کیا مفسرین کے اختلاف سے کہین خدا کا کلام بہی باطل ہو جاتا ہے اگرچہ اس پانچوین جملے سے خانصاحب بہادر کا مطلب کچہہ بہی نہین نکلتا ہے پہاڑونکی صلابت کس امر کی مدبر ہے بلکہ پہاڑونکی صلابت کا مدبر کوئی اور ہونا چاہیے نہ یہہ کہ پہاڑونکی صلابت خود مدبر ہو یہہ اولٹی بات ہے اسکے سوا اگر انہین مرے اور مقرری بالوتیر تعلیم و تلقین کا مدار ہے تو بت پرست بہی یہی کہہ سکتے ہین الہام و نبوت کی اسمین تخصیص کیا ہوئی اسکے سوا آپنے مدبرات امرا سے جو پہاڑون کی صلابت اور پانی کی رقت وغیرہ مطلب پیدا کیا ہے یہہ تو کسی مفسر کو بہی نسوجہا تہا پس اختلاف تو اس پانچوین جملہ مین بہی قایم رہا اتفاق کہان ثابت ہوا علاوہ ان سب باتونکے اون چارون جملون مین کسیکو بہی اختلاف درباب تذکرہ ملائکہ نہین ہے سب مفسرین کا اسپر اتفاق ہے کہ اون چارون جملون مین ملائکہ کا ذکر ہے مثلاً شروع کی دو جملونمین جان نکالنے والے فرشتونکا ذکر ہے اب کوئی مفسر اختلاف کرکے کیا فرشتون کی جگہہ کسی اور کو جان نکالنے والا ثابت کر سکتا ہے اور اسکے بعد دو جملون مین دو اور قسم کے فرشتونکا ذکر ہے اور پانچوین جملہ مین اون چارون اقسام کے فرشتونکے ذکر کا اجمال بعد التفصیل ہے یعنے اس پانچوین جملے مین

اونہین چارون جملونکا گویا خلاصہ ہے اس حالت مین اگر مدبرات امر سے مراد درختون کی قوت نمو وغیر مراد ہے تو درختون کی قوت نمو کے جان کہنچکر نکالتے ہے وہ اسباب جان کو تقویت پہونچانی کی ہین یا جان کہنچکر نکالنے کی اسکے سوا آپ فرماتے ہین کہ قرآن مجید مین کلام مقصود مین کسی جگہہ لفظ ملک یا ملائکہ کا اوس مراد سے استعمال نہین ہوا ہے جو مراد کہ یہودیون نے قرار دی تہی الخ آپ بیشتر کتاب دانیائل وکتاب ذکریا وغیرہ مین جبرئیل ومیکائیل کا نام ہونا لکہہ چکے ہین اس سے ثابت ہے کہ یہودیون نے لفظ ملائکہ سے وہی مراد سمجہی جو اون کتابون ہے اور قرآن چونکہ مصدق کتب سابقہ ہے پہر قرآن مین اگر ملائکہ سے وہی مراد نہین ہے جو یہودیون نے قرار دی تہی تو وہ مصدق کتب سابقہ کیونکر ہوا اس سے ثابت ہے کہ قرآن مین ملائکہ سے وہی مراد ہے جو یہودیون نے قرار دی تہی

(**صفحہ ایضاً**) **قولہ** فرشتون کی دشمنی بیان کرنیکے بعد جبرئیل ومیکائیل کا بالتخصیص نام لینا گویا یہود کے خیالات کا اعادہ ہے اور وہ نام مقصود بالذات نہین ہین کیونکہ اگر یہودیون کا یہہ خیال نہوتا تو غالباً وہ نام نہ لئے جاتے بس دونون نام قرآن مجید مین آنیسے یہہ بات ثابت نہین ہوتی کہ درحقیقت اس نام کے دو فرشتے معین شخصہا علحدہ علحدہ ایسیہی مخلوق ہین جیسے کہ زید وعمر والخ **ج** یہہ تفصیل بعد اجمال ہے اور جبکہ یہودیون کے اس خیال کی جو متعلق عداوت جبرئیل عہد رسول اللہ صلعم مین اونکے دلمین پیدا ہوا تہا خدا نے تکذیب فرمائی تو ممکن تہا کہ باوجود عدم وجود ملائکہ یہودیون کی عقیدہ درباب وجود ملائکہ کے حقیقتاً بہی تردید فرماتا اور مقصود بالذات نہونا کسے کہتے ہین کیا قرآن مین کوئی عبارت فضول بہی ہے اور اگر آپ سارے قرآن کو یہی قرار دین کہ مقصود بالذات نہین ہے تو مین آپ کا کیا کرلون

(**صفحہ ایضاً**) **قولہ** کیونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ بیشبہہ اوسنے یعنے جبرئیل نے ڈالا ہے تیرے دلپر اللہ کے حکم سے الخ **ج** اسکا جواب صفحہ ۲۳ و ۲۴ وغیرہ مین لکہہ چکا ہون مگر یہان اتنا لکہنا ضرور ہے کہ آپ جو اسی صفحہ مین لکہہ چکے ہین کہ اگر یہودیونکا یہہ خیال نہوتا تو غالباً وہ نام نہ لئے جاتے بس وہان تو یہودیون کو الزام دینے

کے لئے فرشتونکا ذکر فرمایا تھا مگر یہان تو وہ ضرورت نہتی پہر کیون جبرئیل کا ذکر فرمایا اور نہ فقط یہین بلکہ سورہ زمر کے آخر مین حقتعالے فرماتا ہے وترے الملئکۃ حافین من حول العرش یسبحون بحمد ربہم یعنے اور تو دیکہے فرشتے گہر رہے ہین عرش کے گرد پاکی بولتے ہین اپنے رب کے خوبیان اسکے اب فرمائیے کہ یہہ کونسے قوے ہین جو عرش کے گرد فرشتے بنگئے اور سورہ شوری ع ۱ مین ہے ..... والملئکۃ یسبحون بحمد ربہم ویستغفرون لمن فی الارض یعنے اور فرشتے پاکی بولتے ہین خوبیان اپنے رب کی اور گناہ بخشواتے ہین زمین والونکے اسکے اب یہہ زمین والون کے گناہ بخشوانے والے کونسے قوے ہین آیا پہاڑون کی صلابت یا پانی کی رقت یا درختونکی قوت نمو یا برق کی قوت جذب ودفع وغیرہ اسکے سوا سورہ مدثر مین ہے کہ دوزخ پر انیس فرشتے مقرر ہین یہہ انیس کی تعداد کس قوت کے ساتہہ متعلق ہوسکتی ہے پہر سورہ فاطر کے شروع مین حقتعالے فرماتا ہے کہ فرشتونکی دو دو تین تین چار چار پر ہین پس اگر ملائکہ سے مراد پہاڑون کی صلابت وغیرہ ہے تو یہہ پر کس پہاڑ کے لگے ہوتے ہین آپ تو رفعنا فوقکم الطور کا ہی یقین نہین کرتے ہین

(**صفحہ ۱۵۴**) **قولہ** درحقیقت یہہ دہی جسکو جبرئیل کہتے تہے اور جسکا نام حکایتاً خدا نے بیان کیا ہے وہ ملکۂ نبوت خود آنحضرت مین تہا الخ **ج** صفحہ ۱۴۱ مین ... آپ لکہہ چکے ہین کہ بہر حال ہمکو اسمین کچہہ شبہہ نہین ہے کہ جو الفاظ صفات باری پر مستعمل ہوتے تہے آخر کو انہین الفاظ کو فرشتونکے نام سمجہنے لگے انتہے اور یہان یہی نام آپ ملکۂ نبوت قرار دیتے ہین اب اس اندہیر کا کون انصاف کرے

(**صفحہ ایضاً**) **قولہ** کیا یہہ تعجب کی بات نہین ہے کہ باوجودیکہ خدا کی پاس ان دو فرشتون کے سوا اور بہی بہت سے فرشتے ہین مگر بجز دو فرشتونکے اور سب بے نام ہین الخ **ج** اگر دسو فرشتون کے نام لکہہ کر آپ کو دی جاتی تب بہی آپ یہی کہہ سکتے تہے کہ دو لاکہہ فرشتونکے نام کیون نہ لکہے گئے پس فرشتونکے اسم نویسی آپکے پاس گذرانے جاتے تب آپ کو یقین ہوتا اور کسلئے یہہ تعجب کیا جاتا کیا اوامر ونواہی کیطرح ہمین اسکی بہی ضرورت تہی اور چند اسمار ملائکہ جو بتائے گئے یہہ اسلئے نامعلوم کرلین کہ اسیطرح سب فرشتون کی بہی نام ہین اور وہ حشرات الارض کیطرح بے نام نہین ہیں

(صفحہ الضا) **قولہ** آیت ۹۶ واتبعوا اس آیت سے ساتوین آیت تک دو
زمانیکے لوگونکا ذکر ہے ایک اوس زمانہ کے یہودیون کا جو حضرت سلیمان کیوقت مین
اور اونکے بعد تھے اور ایک اون لوگونکا جو ہاروت وماروت کے زمانہ مین تھے
مگر سب سے اول پہلی آیت کے معنے سمجھنے چاہئیں خدا نے فرمایا کہ پیروی کی
اوس چیز کی جو شیاطین سلیمان کی سلطنت کی نسبت پڑہتے تھے اور سلیمان نے کفر نہین کیا
اس آیت مین تین لفظ ہین ما ۔ تتلو ۔ کفر ۔ تتلو کے معنے پڑہنے کے ہین اور اسی لفظ سے
بعض مفسرین نے ما ۔ کے لفظ سے جہوٹہی کتابین یا جہوٹہی تحریرین مراد لی ہین اور کفر
کے لفظ سے لکہنا مراد لیا ہے اور اس تفسیر کے مطابق آیت کا ترجمہ یون ہوتا ہے کہ پیروی
کی اون جہوٹہی کتابون یا تحریرونکی جو شیاطین سلیمان کی سلطنت کی نسبت پڑہتے تھے اور
سلیمان نے کوئی کفر کی بات نہین لکہی بلکہ شیاطین نے کفر کی باتین لکہی تہین اسطرح
پر آیت کے معنے قرار دینے بالکل صحیح و درست ہین الخ

(صفحہ ۱۵۵) **قولہ** پس تقدیر آیت کی یون ہوئی کہ واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علے
ملک سلیمان بظنہم انہ من سلیمان الخ **ج** یہہ تقدیر آیت سراسر کید و تزویر ہے جس سے اپنا
بڑا مطلب باثبات بے اعتباری قرآن آپ نکالا چاہتے ہین اور یہان کسی لفظ مقدر
کی گنجایش ہی نہین ہے اول تو کفر کے لفظ سے لکہنا مراد کہین لغتہ ہوگا آیا لکہنا ہی کہین
کفر ہوسکتا ہے مگر جو کفر کا مضمون لکہا جاوے وہی کفر ہے اور آیت مین تو سحر کا لفظ موجود
ہے پس یہی کفر تہا دوسرے یہہ کہ آپ جہوٹہی کتابین یا جہوٹہی تحریرین فرماتے ہین اور
اسکے شرح صفحہ ۱۵۷ و ۱۵۸ مین اسطرح آپنے لکہی ہے کہ سلیمان کے محل مین بت پرست
عورتین موجود تہین ــ اور سلیمان کے بعد اون جہوٹہی تحریرونکو جنمین کفر کی باتین
بہی ہونگی لوگون نے سلیمان کی تحریرین گمان کرکے اختیار کیا ہوگا ــ اسی امر کی
نسبت خدا نے فرمایا ہے کہ وہ سلیمان کی تحریرین نہین تہین بلکہ شیطانون یعنی کافرو
کی تہین انتہے پس سحر سے مراد جہوٹہی تحریرین اور کفر سے مراد لکہنا اور شیطان سے
مراد کافر قرار دئے گئے اور اسپر بظنہم انہ من سلیمان اپنی طرف سے آیت مین شامل
کیا گیا تب خانصاحب بہادر کی حسب دلخواہ مطلب آیت کا ٹہیک ہوگیا لیکن ایک ایک
آیت مین اتنی تبدیلیون کی تکلیف آپ کیون گوارا فرماتے مین کوئی دوسرا قرآن ہی

کیون نہ تصنیف کرلیا جاے اور علے ملک سلیمان کا یہہ ترجمہ ہی ٹہیک نہین ہے
کہ سلیمان کی سلطنت کی نسبت بلکہ یہہ ترجمہ صحیح ہے کہ سلیمان کے عہد سلطنت
مین الحاصل بظنہم کو یہان مطلق دخل نہین ہے بلکہ جان لوجہہ کراون شیطانی
باتونکو جائز قرار دینے کے لئے حضرت سلیمانؑ کیطرف منسوب کرتے تہے جیسے اب
ہے دستور ہے کہ خانصاحب بہادر ہر معجزہ کی وجوہ ابطال مین کوئی شاذ ونادر
قول کسی اسلامی مفسر کا بہم پہونچا کر لکہدیتے ہین تاکہ لوگ متوجہہ ہوکر اوسکا یقین
کرین پس حقتعالے حضرت سلیمانؑ کو اوس تہمت سے بری فرماتا ہے

(**صفحہ ۱۵۶) قولہ** اسکے آگے لفظ ہے وما انزل علے الملکین مگر سیاق اس کلام
کے جو اوسکے اوپر ہے اُسکا صاف یہہ مطلب پایا جاتا ہے کہ واتبعوا ما انزل بظنہم علے
الملکین یعنے پیروی کی اوس چیز کی جسکی نسبت وہ گمان کرتے تہے کہ دو فرشتون پر
اوتاری گئی ہے — اسمین شک نہین کہ ہمارے مفسرین نے بہت سے لغو باتین
اور جہوٹہی روایتین اور یہودیون اور مجوسیون کی حکایتین اپنی تفسیرونمین بہردی
ہین جسکا الزام خود اون مفسرون پر ہے نہ قرآن پر الخ **ج** بظنہم شامل کرنیکا اہتمام
اسلیئے پیشتر سے کیا گیا تہا تاکہ یہان زیادہ تر بکار آمد ہو جائے اب ملکین کے معنے بہی
جو خانصاحب بہادر نے لکہے ہین معلوم کرلینا چاہیے صفحہ ۵۹ مین آپ فرماتے ہین کہ یہہ
دو لون فرشتے نہین تہے بلکہ آدمی تہے انتہے اور اسکے تفصیل خانصاحب بہادر نے
صفحہ ۵۸ مین اسطرح فرمائی ہے کہ ہاروت وماروت کا وجود تاریخ کی کتابون سے
پایا جاتا ہے یہہ دو لون شخص شام کے رہنے والے تہے — پہر صفحہ ۵۹ مین آپنے
لکہا ہے کہ حسن کا قول ہے کہ وہ دو لون بابل مین عجم کے کافرون مین سے تہے —
مسٹر ہائڈ کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ مجوسیون کے ہان اونکی نسبت بہت سے
قصے لغو مشہور تہے اور صفحہ ۶۰ مین آپ نے لکہا ہے کہ ہائڈ صاحب کی کتاب
سے بہی معلوم ہوتا ہے کہ مجوسی ہاروت وماروت کو فرشتہ کہتے تہے انتہے پہر صفحہ
۵۹ مین خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ تمام قصے جو مفسرین نے اونکی نسبت
اپنی تفسیرونمین بہر لیئے ہین اونکی کچہہ اصل مذہب اسلام مین نہین ہے جتنی روایتین
اونکی نسبت مذکور ہین وہ سب مصنوعی اور جہوٹہی ہین — ہمارے مفسرین کی یہہ عادت

ہے کہ کسی کے بیان کا قصہ ہو جب وہ اپنی تفسیر وغیرہ میں اوسکو داخل کرتے ہیں تو اوسکے ساتھ ایک ایسی مصنوعی روایت داخل کر دیتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ یہ مسلمانی روایت ہے مگر اس جھونٹہ کا جو الزام ہے وہ مفسرون یا راویون پر ہے قرآن اوس سے بری ہے الخ ج ہاروت و ماروت جو درحقیقت فرشتے تھے ظاہر میں انسانون کی صورت میں نظر آتے تھے مگر جن لوگونکو بصیرت باطن نہین ہے وہ اونہیں محض انسان جانتے ہیں اور خانصاحب بہادر نے بھی ہائیڈ صاحب کی کتاب سے معلوم کیا ہے کہ مجوسی ہاروت و ماروت کو فرشتہ کہتے تھے اگرچہ اوس کتاب کا اعتبار کیا ہے کیونکہ نہ کتاب کا نام نہ اوسکے صفحہ وسطر کا شمار پہر کیا معلوم کہ اوسمین کیا لکھا ہے لیکن چونکہ خانصاحب بہادر نے اوس کتاب مین یہہ فقرہ دیکھا ہوگا ہمین چارونا چار خانصاحب بہادر کے فرمانے کا یقین کرنے پڑا اسکے سوا ہاروت و ماروت کے تذکرہ مین سحر کا لفظ نہین آیا ہے مگر مفسرین نے لکھا ہے کہ اوس زمانہ مین لوگ سحر مین کمال حاصل کر کے دعوے نبوت کرتے تھے جیسا کہ جہوٹے پیغمبرونکا ہر زمانہ مین دستور ہے پس مخلوق پر اون ساحرونکا راز فاش کرنیکے لئے خدا نے اونہین اسم اعظم تعلیم فرمایا تہا مگر اوسکا نارو امحل استعمال وہ تہا جسکا ذکر حقتعالے نے فرمایا کہ فیتعلمون منھما مایفرقون بہ بین المرء وزوجہ یعنے لوگ اون دونون سے اوسے سیکہتے تہے تاکہ جدائی ڈالین مرد اور اوسکی جورو مین انتہے اور اسیوجہہ سے وہ پہلے ہر ایک سیکہنے والے سے کہدیتے تہے کہ انما نحن فتنۃ فلا تکفر یعنے ہمتو امتحان مین پڑے ہین تم ایسی باتین سیکہہ کر کفر مین مبتلا نہو اور چونکہ اون دونون فرشتون کے لئے عالم امتحان تہا اور وہ اوس امتحان مین اپنی عصمت کی حفاظت نکر سکے ناگزیر مبتلا ے عذاب ہوئے اور اونکا ضرر نہ پہونچا سکیگو الا باذن اللہ سے مراد یہہ ہے کہ خدا ہی نے ہر شئی مین خاصیت عطا فرمائی ہے جیسے زہر مین خاصیت ہلاک کرنیکی لیکن اگر کوئی اُسکا استعمال نکرے تو اوس سے ضرر بہی نہ پہونچے خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ اس جہونٹہ کا جو الزام ہے وہ مفسرین یا راویون پر ہے قرآن اوس سے بری ہے الخ لیکن اس سے بہی قرآن بری ہے یا نہین کہ عبور موسئے کیوقت سمندر مین جوار بہاٹا آیا تہا اور تجلی طور کی اصل کوہ آتش فشان تہا (صفحہ ایضاً) **قولہ** حضرت سلیمان نے بہت کثرت سے بیویان کرلی تہین اور

بت پرست عورتوں نکو ہی اپنی بیویان بنایا تہا عمونی قوم کی اور موابی قوم کی اور صدوقی قوم کی بیویان اونکے گہر مین تہین اور وہ اپنے اپنے محلون مین بت پرستی کرتے تہین الخ **ج** مفتاح الکتاب مصنفہ پادری میتہر صاحب وپادری ڈبلیو گلین صاحب مطبوعہ ۱۸۵۶ء صفحہ ۲۲۶ مین لکہاہے کہ بابل کی اسیری کے بعد یہودیون مین دو فرقے جاری ہوئے ایک وہ تہے جو روایت کا اعتبار نکرکے فقط پاک کتاب کے حکم کے تابع تہے یہہ صادقین کہلائے انہین سے سامری اور صدوقی نکلے انتہے اور لغت کتاب مقدس مطبوعہ مرزاپور ۱۸۵۵ء صفحہ ۴۰۴ مین لکہاہے کہ صادوقی فرقہ کا بانی صدوق انگوٹنس کا شاگرد تہا سنہ عیسوی سے دو سو ساٹہہ برس پیشتر انتہے پس خانصاحب بہادر اس بیان مین دو غلطیان واقع ہوئین ایک یہہ کہ حضرت سلیمانؑ کے بعد ہی سیکڑون برسون تک صدوقی فرقے کی بنیاد نتہی دوسرے یہہ کہ اسیری بابل کے بعد یہودیون مین بت پرستی کبہی رائج نہوئی پہر صدوقی عورتین بت پرست کیونکر تہین ایک تیسری غلطی یہہ بہی خانصاحب بہادر سے ہوئی کہ صدوقی قوم فرمایا حالانکہ وہ فرقہ تہا یہودیونمین سے

(صفحہ ۱۵۷) قولہ حضرت سلیمانؑ کے وقت مین وہ مجمع قایم ہوگیا تہا جسکو اس زمانہ مین فریمیسن کہتے ہین اور ہمارے ملک کے لوگون نے جادو گہر اوس کا نام رکہا ہے اس قسم کا مجمع راز حیرام بادشاہ صور کے ہان ہی تہا الخ **ج** یہہ بالکل غلط ہے فریمیس لوگ اپنے گرجے مین توریت پڑہتے ہین اور توریت کے مجموعہ مین کہین اسکا اشارہ تک نہین ہے اگر حضرت سلیمانؑ کے وقت مین وہ مجمع قایم ہوا ہوتا تو کوئی جعلی ہی کتاب حضرت سلیمانؑ کے نام سے بناکر ضرور وہ اپنی توریت مین بطور سند جواز عقیدہ فریمیس شامل کرتے اسکے سوا اگر حضرت سلیمانؑ کیوقت مین یہہ مجمع قایم ہوا تہا تو کسی صحیفہ مین یا انجیل مین یا قرآن مجید مین اسکا ذکر بطور حکایت یا بطرز ملامت ضرور ہوتا کیونکہ اہل کتاب مین اس شغل نے رواج پایا تہا اس سے ثابت ہے کہ حضرت سلیمانؑ سے دو ہزار برسون بعد تک اسکی بنیاد ہی نتہی اور حیرام بادشاہ اگرچہ بت پرست تہا مگر اوسکے یہان ہی کوئی مجمع فریمیس کا نتہا کیونکہ بت پرستون مین مطلق اسکا رواج نہین ہے دوسرے یہہ کہ اگر حیرام

بادشاہ اسکا بانی ہوتا تو فرمسین لوگون کو اپنے گرجے مین توریت پڑہنے سے کیا کام تہا اور چونکہ خداپرست فرقے مین اغوائے شیطانی سے یہہ شغل چند صد سال سے جاری ہوا ہے اسلیئے وہ اسے وقعت دینی کے لیئے توریت اپنے گرجے مین پڑہتے ہین تاکہ لوگ اسی شیطانی کام سمجہین

(صفحہ ۱۵۸) قولہ شیاطین کے معنے ہینے کافرون کے لیئے ہین الخ ج اگر خدا سے بہی کوئی دینی دلیو تا آپ مراد سمجہین تو مین آپکا کیا کرون لیکن آپ کے اجتہاد سے نہ شیطان کے وجود کی نفی اور نہ کافرون کے معنے ہوسکتے ہین

(صفحہ ۱۶۲) قولہ آیت ۱۰۰ ما ننسخ اِس آیت کی تفسیر مین ہمارے ہان کے مفسرون نے بے انتہا کج بحثیان کی ہین اور مذہب اسلام کو بلکہ خدا کو بدنام کیا ہے اور قران مجید کو ایک شاعر کی بیاض بنا دیا ہے۔ اِس آیت سے پہلی آیت مین خداتعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اہل کتاب اِس بات کو دوست نہین رکہتے کہ خدا کی طرف سے تم پر کچہہ بہلائی اوترے اور بہلائی سے علانیہ مراد قرآن اور احکام شریعت ہین اہل کتاب جو اس بات کو دوست نہین رکہتے تہے اِسکی صاف صاف دو وجہین تہین اول یہہ کہ تمام انبیا بنی اسرائیل مین گزرے تہے اور اونکو پسند نہین تہا کہ بنی اسمعیل مین جنکو وہ بالطبع حقیر بہی سمجہتے تہے کوئی نبی پیدا ہو اِسکی نسبت خدا نے فرمایا کہ اللہ مخصوص کرتا ہے اپنی رحمت سے جسکو چاہتا ہے دوسرے وجہہ یہہ کہ احکام شریعت محمدی کے موسوی شریعت کے احکام سے کیقدر مختلف تہے اور یہودی اپنی شریعت کی نسبت سمجہتے تہے کہ وہ دائمی ہے اور کبہی کوئی حکم اوسکا تبدیل نہین ہونیکا اِسکی نسبت خداتعالےٰ نے فرمایا کہ جو آیت کہ ہم منسوخ کرتے ہین یا بہلا دیتے ہین تو اوسکی جگہہ اوسیکی مانند یا اوس سے بہتر آیت دیتے ہین اِس سے صاف ظاہر ہے کہ اِسمقام مین آیت کے لفظ سے قرآن کی آیت مراد نہین ہے بلکہ موسوی شریعت کے احکام جو شرع محمدی مین تبدیل ہو گئی یا جن احکام شریعت موسوی کو یہودیون نے بہلا دیا تہا وہ مراد ہین الخ ج آپ فرماتے ہین اوسیکی مانند یا اوس سے بہتر یہہ اولٹے ترکیب آیت کی آپنے فرمائی حالانکہ آیت مین ہے نات بخیر منہا او مثلہا اب مفسرین اسلام کے اقوال اِس آیت کی تفسیر مین نقل کرینگے تو جرأت

نہین ہوتی کیونکہ آپ اونکا نام سنتے ہی اور دو چار اونکی سندبہی سنائینگی اِس بحث کو
صفحہ ۱۷۰ تک خانصاحب بہادر نے لکہا ہے اور تصریح کیا ہے کہ جو کچہہ خدا کی طرف سے
اُترا وہ بے کم و کاست موجودہ قرآن مین جو درحقیقت آنحضرت صلعم کے زمانہ حیات مین
تحریر ہو چکا تہا موجود ہے اور کوئی حرف بہی اوس سے خارج نہین ہے اور نہ قرآن مجید کی کوئی
آیت منسوخ ہے (صفحہ ۱۶۳ العبنہ قول خانصاحب بہادر) پہر صفحہ ۱۶۴ مین لکہا ہے کہ امام
فخرالدین نے اِس آیہ ما ننسخ سے نسخ ثابت ہونیکا انکار کیا ہے اور اذا بدلنا اٰیۃ مکان اٰیۃ اور
یمحو اللہ ما یشاء و یثبت کو ثبوت نسخ کیواسطے اختیار کیا ہے اور صفحہ ۱۶۵ مین آپ لکہتے
ہین کہ ان دونون آیتون سے بہی ہم آیندہ بتا دینگے کہ نسخ ثابت نہین ہوتا اور صفحہ ۱۶۷
مین لکہا ہے کہ ذات باری کی تنزہ اور اوسکی تقدس اور اوسکے علم و دانش مین نقصان
اوسوقت آتا ہے جبکہ ایک حیثیت کے لحاظ سے کوئی حکم دیا ہو اور پہر باوجود موجود ہونے اوسی
حالت و حیثیت کے دوسرا حکم اوسکے مخالف دیا ہو لیکن اگر حالت اور حیثیت مختلف ہوگئی
ہو تو دوسرا حکم دینا اوسکے تقدس کو کچہہ نقصان نہین پہونچاتا بلکہ نہ دینا اوسکے تقدس اور
علم و دانش کو نقصان پہونچاتا ہے الخ پس یہہ سب ایک محض نزاع لفظی ہے اور نتیجہ بہر
حال واحد ہے اور ما ننسخ سے ثبوت نسخ آیات قرآنی کی وہ دلیل عمدہ ہے جو صفحہ ۱۶۴
مین خانصاحب بہادر نے نقل کی ہے کہ بعض آدمیون نے اِسکا یہہ جواب دیا ہے کہ آیت
کا لفظ جبکہ اطلاق کیا جاتا ہے تو اوس سے قرآن ہی کی آیتین مراد ہوتی ہین اور خانصاحب
بہادر اِسکا یہہ جواب دیتے ہین کہ ہم یہہ بات نہین مانتے کہ آیت کا لفظ قرآن کی آیتون سے
مخصوص ہے انتہے پس یہہ جواب خانصاحب بہادر کا بہت مضمحل ہے اور چونکہ صفحہ ۱۶۵
مین آپ فرماتے ہین کہ امام فخرالدین رازی نے آیہ ما ننسخ سے نسخ نہ ثابت ہونیکی بابت ہمسے
اتفاق کیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ جسطرح اِس آیت سے امام فخرالدین رازی کی نظر مین مطلقاً
نسخ ثابت نہین ہے اسیطرح آپکی نظر مین بہی ثابت نہین ہے اِسصورت مین صفحہ ۱۶۲ مین ا
آیت سے جو شرایع توریت کا قرآن سے منسوخ ہونا آپ ثابت کرتے ہین آپہی کے اقرار
سے باطل ہوگیا کیونکہ جب اِس آیت سے ثبوت نسخ ممکن نہین ہے اور آپ بہی اِس باب
مین امام فخرالدین رازی کی ہمراز ہین تو توریت بہی یقیناً اِس سے منسوخ نہین ہوئی خواہ
اتحاد حیثیت ہو یا نہو کیونکہ امام فخرالدین رازی کا قول تمہی آپ نے لکہا ہے کہ یہہ آیت

حصول نسخ پر دلالت نہین کرتے (صفحہ ۱۶۴) پس جب اِس آیت مین قابلیت اثبات نسخ
موجود نہین ہے تو شرایع توریت کا بہی اِس سے منسوخ ہونا ممکن نہین ہے اور اگر بقول سابق
آپکے شرایع توریت کا اوس سے منسوخ ہونا ثابت ہے تو خود امام فخرالدین رازی کی دلیل
جس سے آپکو اتفاق ہے قرآن مجید مین ناسخ و منسوخ ہونا ثابت کرتی ہے کیونکہ اونکی غرض
اِس آیت سے عدم ثبوت نسخ آیات قرآنی ہے بے امتیاز اتحاد و اختلاف حیثیت نہ یہہ کہ شرایع
توریت پس جب آپ نے شرایع توریت کا منسوخ ہونا اِس سے ثابت کیا تو امام فخرالدین
رازی کی دلیل کے حاصل مطلب سے اسی آیت سے قرآن مین ناسخ و منسوخ ہونا ثابت ہوا
اور آپ کو اسمین بہی اتفاق کرنیسے چارہ نہین ہے کیونکہ آپنے امام فخرالدین رازی کے
اوس استدلال سے کہ یہہ آیت حصول نسخ پر دلالت نہین کرتی اتفاق کیا تہا اور راوی
استدلال کا جس سے آپنے اتفاق کیا تہا یہہ حاصل مطلب ہے پس لامحالہ اِس سے بہی
آپکا اتفاق ہونیمین کلام نرہا اور امام فخرالدین رازی کے استدلال اور آپ کے اقرار
سے بعض آیات قرانی مین ناسخ و منسوخ کا ہونا ثابت ہوا

(صفحہ ۱۷۲) قولہ آیت ۱۱۸ و اذ ابتلے اب خدا تعالے نے اون بزرگیونکا ذکر کیا ہے
جو حضرت ابراہیم کو دی تہین اور اون تمام بزرگیون مین سے جو حضرت ابراہیم کو دی گئی تہین
سب سے بڑی بزرگی وہ ہے جبکہ اونہون نے کہا انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض
حنیفا و ما انا من المشرکین اور اسی نعمت کا خدا نے ذکر کیا ہے کلمات کے لفظ سے عجائب
صنع باریتعالے مراد مین حضرت ابراہیم ستارون اور چاند اور سورج کو دیکہہ کر عجائب
صنع باریتعالے مین متحیر ہو گئے تہے سورہ لقمان مین بہی آیا ہے ما نفدت کلمات اللہ الخ
ج یہہ خانصاحب بہادر کا قدیم دستور ہے کہ ہر لفظ کے چند محل استعمال سے ایک معنے
جو اپنے مطلب کیموافق ہو اوسکو ہر جگہہ قایم کرتے ہین حقتعالی فرماتا ہے واذ ابتلے ابراہیم
ربہ بکلمات یعنے اوسوقت آزمایا ابراہیم کو رب اوسکے نے ساتہہ کئی باتونکے اسنئے اور
آپ خود فرماتے ہین کہ حضرت ابراہیم ستارون اور چاند اور سورج کو دیکہکر عجائب
صنع باری پر متحیر ہوگئے تہے الخ پس وہ خود متحیر ہوگئے تہے یا خدا نے اونہین آزمایا تہا
اگر فقط حضرت ابراہیم کے عہد مین چاند اور سورج وغیرہ بنائے گئے ہوتے تو عجائب صنع
باری سے اونکا آزمایا جانا صحیح ہوتا حضرت ابراہیم پر کیا منحصر ہے چاند اور سورج کو

ہر شخص دیکھہ سکتا اور عجائب صنع باری پر متحیر ہو سکتا ہے حضرت ابراہیم کی آزمایش کی اوسمین خصوصیت کیا ہوئی اس سے ثابت ہے کہ کلمات سے اوامر و نواہی یا مناسک حج یا ختنہ وغیرہ جسکا حکم حضرت ابراہیم کو ہوا تہا مراد ہے مثلاً سو برس کی عمر مین حضرت ابراہیم کو حکم ختنہ کرنیکا ہوا تہا اور انہون نے اوسوقت ہی اوس حکم کی تعمیل سے پہلو تہی نہین کی پہر حضرت ابراہیم کو حکم ہوا کہ اپنے پسر کو قربانی کر انہون نے فوراً ویسا ہی کیا یہہ آزمایش کی باتین تہین اور کلمات سے یہی مراد ہے اور انی وجہت وجہی اگرچہ حضرت ابراہیم کی بڑے فضایل مین سے ہے لیکن اِس مقام مین جسکی آپ تفسیر لکہہ رہے ہین اوسکا کچھہ ذکر نہین ہے اِسکے سوا اسکا اخر ما انا من المشرکین ہے جس سے حضرت ابراہیم کی توحید پرستی ثابت ہوتی ہے حالانکہ اسکے بعد صفحہ ۱۷۶ مین آپ ہی حضرت ابراہیم کو بت پرست ثابت کرتے ہین چنانچہ یہہ عبارت آپکی ہے ہم قدیم سے قدیم قومونکا اور وحشی سے وحشی لوگونکا جب حال تحقیق کرتے ہین تو اون مین بت پرستی کی یعنے ایک شئے محسوس کے پوجنے کے آثار پائے جاتے ہین معلوم ہوتا ہے کہ یہہ خیال حضرت ابراہیم کے زمانہ تک معدوم نہین ہوا تہا اور اسی سبب سے حضرت ابراہیم ہی خدا کی عبادت کے لئے ایک بن گڑہا پتہر کہڑا کر لیتے تہے اور یہہ رسم حضرت موسیٰ کی وقت تک قایم تہی انتہے اِسکے بعد آپ نے لکہا ہے کہ بت پرستون اور انبیاء علیہم السلام مین اتنا فرق ہے کہ وہ بت کے نام سے محسوس شئے قایم کرتے تہے اور یہہ خدا کے نام سے مگر نفس الامر مین وہ فعل بت پرستی کا تہا اِسکے بعد اوسی صفحہ مین آپ کی یہہ عبارت ہے کہ مگر مبارکی ہو اوسکو یعنے محمد رسول اللہ صلعم کو جسنے اون تمام نشانون کو مٹا دیا اور اوس بے نشان کی عبادت کو بغیر کسی نشان کے قایم کیا تہا بلفظہ پس اس سے یہی ثابت ہوا کہ اگر حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ وغیرہ بت پرست تہے تو حضرت رسول اللہ صلعم کو اون نشان کے مٹانے کی سبب مبارکی کیون دی گئی ان سب باتون سے حضرت ابراہیم کا دعویٰ ما انا من المشرکین کب صحیح نکلا خانصاحب بہادر نے یہہ مصلحت جانا کہ حضرت پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰة والسلام کی تعریف کرکے اِس تدبیر سے سب انبیاء سلف سے لوگونکو نفرت دلانا چاہیے تاکہ مسلمان اِس بیان سے خوش ہوکر ایسا ہی سمجہین پہر حضرت پیغمبر اسلام صلعم سے لوگونکو نفرت دلانا باقی رہجائیگا جسکی تدبیر

دوسری طرز پر ہو جاویگی چنانچہ صفحہ ۱۷۷ کے آخر مین حضرت ابراہیمؑ کے بن گرہے ہوئے پتہر کی یہہ صفت آپ نے بیان کی کہ جواب ہم مسلمانونمین حجر اسود و یمین الرحمن کے نام سے مشہور ہے انتہےٰ اور تہذیب الاخلاق من ابتداے ماہ جمادی الاول لغایت ماہ رمضان سنہ ۱۳۰۹ نبوی مطابق سنہ ۱۲۹۶ ہجری و سنہ ۱۸۷۹ع مین خانصاحب بہادر کا وہ مضمون صفحہ ۵۳ سے صفحہ ۵۹ تک جسکی سرخی یہہ ہے کہ مذہب انسان کا امر طبعی ہے اوسی مضمون مین آپ نے لکہا ہے کہ انحضرت صلعم نے اگرچہ کہول کہول کر بتا دیا کہ یہہ جو کچہہ ہے اوسی بے نشان کا نشان ہے مگر کوئی خاص سمت اور خاص گہر اوس بے نشان کیلئے نہین ہے تاہم اوس رسم کو موقوف نہین کیا جسکے سبب ہم مسلمانونمین بیت الحرام قایم ہے الخ یعنے اوس ابراہیمی بت پرستی کو کہ کعبہ جس سے مراد ہے موقوف نہین کیا یعنے کعبہ کو ڈہا نہین دیا اور بت پرستی کو قایم رکہا اور چونکہ آنحضرت صلعم خود بہی اوسی کعبہ کیطرف سجدہ کرتے تہے پس نعوذ باللہ بزعم خانصاحب بہادر خود بہی رسم بت پرستی مین شریک تہے پہر اوسی مضمون تہذیب الاخلاق مین خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ اگر زمانہ مہلت دیتا تو شاید یہہ بہی نہ رہتا یعنے نہ کالا پتہر نہ سیاہ لباس کا گہر کیونکہ جو اصول قرار دئے تہے وہ لا تعین کیطرف راجع تہے انتہےٰ ملفظہٖ مطلب یہہ کہ اگر آنحضرت صلعم کو زمانہ مہلت دیتا تو حجر اسود اور کعبہ سب نیست و نابود کر دیا جاتا مگر چونکہ آنحضرت صلعم کو زمانہ نے مہلت نہین دی سو جب سے وہ اوس بت پرستی کے دام سے نکل نہ سکے اور اوسین مبتلا رہے اور آیہ الکملت لکم دینکم یہان سے بیمعنے بلکہ صریح فضول و لایعنے ہو گئے اور چونکہ یہہ سب باتین بدیہی البطلان ہین اسلئے جواب کی حاجت نہین اور تریاق فی رد تہذیب الاخلاق مطبوعہ سنہ ۱۲۹۷ ہجری مین اسکی مفصل تردید ہو ہی چکی ہے

(صفحہ ۱۷۴) قولہ آیت ۱۱۹ و اذ جعلنا البیت بعد اوسکے کہ کعبہ بنگیا تمام لوگون مین اوسکی تعظیم اور اوسکی زیارت کو آنا شروع ہو گیا تہا اور ایک بہت بڑی تجارتگاہ بنگئی اور تمام قومون نے آپسمین عہد کر لیا تہا کہ حج کے ایام مین قتل اور غارت اور خونریزی بند رہیگی اور تمام لوگ جو مکہ مین آتے ہین امن مین رہینگے انہین وہ باتون کا خدا نے اس مقام پر ذکر کیا ہے الخ ج ہر حیلہ و تدبیر سے خانصاحب بہادر کا منشا یہہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید اور سب کتب الہامیہ کو اپنی تصنیفونکے موافق ثابت کرین خدا فرماتا ہے و اذ جعلنا البیت

مثابۃً للناس وامناً یعنے ہمنے کعبہ کو لوگونکے لئے مرجع اور جائے امن کیا ہے اور آپ فرماتے ہین کہ تمام قومون نے عہد کر لیا تہا کہ حج کے ایام مین غارت و خونریزی نکرین اور اِس سے ثابت ہوا کہ بعد ایام حج کے اوسمین غارت و خونریزی جایز ہے پس وہ جائے امن کیونکر ہوا پس اِس تفسیر کو اِس آیت سے کچہہ علاقہ نہین ہے کعبہ کا جائے امن ہونا اوسکے حرم مین بطرز دوام ہر جاندار کو امن رہنے سے ہے نہ یہہ کہ فقط ایام حج مین

(صفحہ ۱۷۶) **قولہ** یہہ سمجہنا کہ کعبہ کے سمت خدا کی عبادت کے لئے مخصوص ہے محض غلطی ہے اور ربانی اسلام کی ہدایت کے خلاف ـ جسکو ہم آگے بیان کرینگے الخ

ج پس وہین اِسکا جواب بہی لکہا جائیگا اِسکے بعد صفحہ ۱۷۷ مین آپ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب اور حضرت موسے علیہم السلام کے پتہر کہڑے کر کے عبادت کرنے کا ذکر کیا ہے یہہ ثبوت بت پرستی جیسے کہ کعبہ مین حجر اسود لیکن اسکا جواب یہی کافی ہے کہ اونمین سے کوئی پتہر معبود نہین قرار دیا گیا تہا اور تریاق مین اِس کا مفصل جواب ہے

(صفحہ ۱۷۸) **قولہ** ڈایوڈورس یونانی مورخ کی تاریخ مین کعبہ کا ذکر ہے اور اوسمین یہہ بہی لکہا ہے کہ اوسکے اعلے درجے کے تقدس کے تمام عرب تعظیم کرتے تہے الخ اِسکے بعد خانصاحب بہادر نے کعبہ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتہ سے تعمیر ہونا اور اوسکا مختصر جغرافیہ اور صفحہ ۱۸۰ مین کعبہ کا نقشہ درج کیا ہے

(صفحہ ۱۸۴) **قولہ** آیت ۱۳۲ صبغۃ اللہ یہودی اور عیسائی دونون مین اصطباغ کی رسم جاری تہی ابتدا مین یہودیون مین کسی بنا پر یہہ شروع ہوئی مگر کچہہ شبہہ نہین ہے کہ بعد تباہی بیت المقدس کے یہودیون مین یہہ رسم مستحکم ہو گئی تہی اور مذہب مین داخل ہو گئی عیسائی مذہب کے رو سے اصطباغ لازمی قرار پایا خود حضرت عیسےٰؑ نے بہی حضرت یحیےٰ سے اصطباغ لیا تہا اسمقام پر خدا نے فرمایا کہ خدا کا اصطباغ لو اس سے بہتر کوئی اصطباغ نہین یعنے خدا پر دل سے جان سے روح سے یقین کرو الخ **ج** اسکا جواب کہ بعد تباہی بیت المقدس یہودیون مین یہہ رسم مستحکم ہو گئی تہی علماء اہلکتاب کی ذمہ ہے لیکن اگر بعد تباہی بیت المقدس یہودیون مین یہہ رسم مستحکم ہو گئی تہی تو ضرور ہے کہ عیسائیون مین اِسکی بہی بعد یہہ رسم جاری ہوئی ہو اور تباہی بیت المقدس عروج حضرت عیسےٰؑ کے چالیس برس بعد ہوئی تہی حالانکہ

کتاب اعمال الرسل کے شروع مین حضرت عیسٰیؑ کے عروج سے پچاس دن بعد تین
ہزار آدمیونکے اصطباغ پانیکا ذکر ہے

(**صفحہ ۱۸۵**) **قولہ** خدا کا اصطباغ دینو الا فرماتا ہے مامن عبد قال لاالہ الا اللہ
ثم مات علے ذالک الا دخل الجنۃ اور اپنے خادم ابو ہریرۃ سے کہا کہ من لقیک یشہد ان
لا الہ الا اللہ مستیقنا بہا قلبہ فبشرہ بالجنۃ الخ — **اقول** ان حدیثون یہی جس غرض سے
آپ نے لکھی ہین وہ پوشیدہ نہین ہے آپ بار بار تہذیب الاخلاق مین اسکی ترغیب
دیتے ہین کہ پیغمبر پر ایمان لانا ضرور نہین ہے فقط خدا کو واحد جاننے سے نجات ہو جائیگی
لیکن مطلب ان دونون حدیثون کا نہین ہے خدائے واحد کو ماننا اوسکے سارے احکام
اور شرایع پر عمل کرنا ہے اور ان سب مین مقدم رسول کو ماننا ہے جسکے وسیلہ وہ سب
احکام بندون تک پہونچتے ہین کیونکہ اگر رسول سچا نہو تو اوسکی تبلائی ہوئی احکام و
شرایع پر عمل کرنا گمراہی ہے اسلئے شرایع پر عمل کرنیسے پیشتر رسول کے برحق ہونیکا یقین
ضرور ہے اطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون (ال عمران ع ۱۴) دیکھو یہان اللہ اور رسول
کے درمیان مین کوئی لفظ داخل نہین کیا گیا ہے جس سے ثابت ہے کہ جو شخص رسول کو مانے
اوسنے باوجود اقرار توحید خدا کو بھی نہین مانا ہے ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون
ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین
ذالک سبیلا اولئک ہم الکافرون حقا (نساء ع ۲۱)

(**صفحہ ۱۸۶**) **قولہ** آیت ۱۳۶ سیقول السفہاء اسمقام سے تحویل قبلہ کا ذکر شروع ہوا
ہے مگر پہلی ہمکو یہہ بات تبانی چاہیے کہ حضرت ابراہیم کے وقت مین قبلہ یا سمت قبلہ کا کیا
حال تہا اس امر کا بیان اس بات پر موقوف ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ مین نماز کے
کیا ارکان تہے غالباً اوس نماز مین بہی رکوع و سجود ہو مگر ہمارے پاس کوئی ثبوت
اس امر کا نہین ہے کہ حضرت ابراہیم کے زمانہ مین نماز کے بعینہ یہی ارکان تہے جو
اب مذہب اسلام مین ہین نہ یہہ ثابت ہے کہ اوس نماز مین جیسیکہ وہ ہو اسیطرح پر رکوع
و سجدہ تہا جیسیکہ ہماری نماز مین ہے بلکہ اگر اوس زمانہ کی حالت اور اوس زمانہ کی وحشی
قومون کی عبادت پر خیال کرین تو بجز اسکے اور کچہہ نہین پایا جاتا کہ وہ لوگ آپسمین حلقہ باندہ
کے کہڑے ہو جاتے تہے اور کودتے اور اوچہلتے تہے اور وہ سارا حلقہ کا حلقہ اسیطرح

جہکر کہا جاتا تہا اور اوسی جوش وخروش مین کہڑے ہوجاتے تہے اور سر ٹیکدیتے
تہے اور اوسکا نام پکارتے جاتے تہے یا اوسکے تعریف کے گیت گاتے تہے جسکی
وہ عبادت کرتے تہے اوسی نمازہ کا نشان اسلام مین ہی طریقہ ابراہیمی پر موجود ہے
جسکا نام مذہب اسلام مین طواف کعبہ قرار پایا ہے ابن عباس سے مشکوۃ مین روایت
ہے کہ ان النبی صلعم قال الطواف حول البیت مثل الصلواۃ الا انکم لا تتکلمون فیہ فمن
تکلم فیہ فلا یتکلمن الا بخیر یعنے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کعبہ کے گرد طواف کرنا مثل نماز کے
ہے ۔ حضرت ابراہیم کے زمانہ مین جو طریقہ نماز کا ہوا اس سے زیادہ اور کچہہ نہین تہا
ایسی حالت مین ظاہر ہے کہ کوئی سمت قبلہ کی معین نہین ہوئی یہہ تمام ذوق وشوق
اور اوچہل کود اوس شئی کے گرد ہوتا تہا جسکو وہ بطور خدا کے نشانی کی قایم کرتی تہی
اِس قسم کی پرستش اب ہی بعضے بعضی وحشی قومون مین پائی جاتی ہے حضرت ابراہیم
خدا کی نشانی کیلئے ایک بن گڑہا پتہر کہڑا کر لیتے تہے اور جو عبادت یا نماز ہوتی تہی وہ
اوسیکے گرد ہوتے تہے الخ ج یہہ سب خرافات ہے جسنے چاند اور سورج کو سجدہ
نکیا وہ بن گڑہے پتہر کو انپا معبود قرار دے یہہ کسکے خیال مین آسکتا ہے اور آپنے
بیشتر فرمایا کہ سارا حلقہ کا حلقہ جہکر کہا تا ہوا اوٹہے بیٹہ جاتے اور سر ٹیکدیتے تہے اور پہر آپنے
فرمایا کہ وہی طریقہ ابراہیمی مذہب کا اسلام مین طواف کعبہ قرار پایا ہے پس طواف مین
کہڑے ہو جانا یعنے رکوع اور سر ٹیکنا یعنے سجدہ کہان دستور ہے اور طواف کی ابتدا
مذہب اسلام مین نہین ہوئی بلکہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد مین بیت المقدس
کا طواف مجموعہ توریت سے ثابت ہوتا ہے (دیکہو ۶ ۲ زبور ۶) اور بن گڑہے پتہر
کے گرد کوئی نہین گہومتا تہا توریت مین حضرت اسحاق علیہ السلام کی عبادت کا ذکر
اسطرح لکہا ہے کہ اسحاق شام کیوقت خدا کی یاد کرنیکو میدان مین گیا (پیدایش ۲۴
باب ۶۳) اور اگر آپکا یہہ قول تسلیم کرین کہ وہ پتہر کے گرد گہومتے تہے تو سمت
قبلہ تو ثابت ہو گئی کہ وہی پتہر اونکے لئے سمت قبلہ تہی اِسکے سوا آپ جو بار بار
حضرت ابراہیم کو وحشی ثابت کرتے ہین کیا خدا کا مخصوص وحشی ہو سکتا ہے اور
کیا اِس زمانہ کے پنچ عیب شرعی اونسے زیادہ مہذب ہین حضرت ابراہیم
مین کیا وحشت تہی کیا وہ کہڑے ہو کر پیشاب کرتے تہے یا وہ ذبح کرنا نہین جانتے اور

گلا گہونٹی کہا جاتے تہے پہر کیا وہ آبدست نہین لیتے تہے اور کتا بغل مین لئے پہرتے تہے استغفر اللہ

(**صفحہ ۱۸۷**) **قولہ** حضرت ابراہیم کی اولاد کا حال جہانتک ہمکو ملاہے اوس سے پایا جاتا ہے کہ وہ بہی کعبہ کی جانب کو سمت قبلہ نہین سمجہتے تہے بلکہ ہر جگہہ پتہر کہڑا کر کے اوسکے گرد اوسے وحشیانہ طریقہ سے عبادت کرتے تہے چنانچہ ارزقی نے کتاب اخبار مکہ مین لکہا ہے کہ بنی اسمعیل اور جرہم جو مکہ مین رہتے تہے اونکو گنجایش نہوئی تو وہ ملک مین نکلے اور معاش کی تلاش مین پڑے پس لوگ خیال کرتے تہے کہ اولاً پتہر کا پوجنا بنی اسمعیل مین اسطرح شروع ہوا کہ جب اونمین سے کوئی مکہ سے جاتا تو حرم کے پتہر دنین سے ایک پتہر اوٹہا لیتا حرم کو بزرگ سمجہہ کر اور مکہ اور کعبہ کے شوق مین جہان اوترتے تو اوس پتہر کو رکہہ لیتے اور اوسکے گرد مثل کعبہ کے طواف کرتے پہر اوسکی یہانتک نوبت پہونچ گئی کہ جو پتہر اچہا دیکہتے اور جو حرم کا پتہر عجیب اور اچہا معلوم ہوتا اوسکی عبادت کرتے اسیطرح پشتون پر پشتین گزر گئین اور بہول گئے جو بات پہلی تہی اور ابراہیم اور اسمعیل کے دین کو بدل دیا اور بتون کو پوجنے لگے الخ **ج** یہہ بہی محض بے اصل بیان ہے آپ خود فرماتے ہین کہ لوگ خیال کرتے تہے کہ اولاً پتہر کا پوجنا بنی اسمعیل مین اسطرح شروع ہوا الخ پس اس خیال کرنیکا کیا اعتبار ہے شاید اون خیال کرنیوالون کو خلل دماغ ہو کیونکہ اگر ساری قوم اسیطرح ایک ایک پتہر حرم کا اوٹہا لیجاتی تو حرم کی بنیاد بہی باقی نرہتی اور اگر اسی تسلیم کرلین تو اس سے بہی دہی سمت قبلہ ثابت ہوتی ہے یعنے پتہر کیجانب

(**صفحہ ۱۸۸**) **قولہ** ہمکو عہد عتیق کی کوئی آیت ایسی نہین ملی جس سے یہہ ثابت ہو کہ خدا نے بنی اسرائیل کو یہہ حکم دیا تہا کہ جب تم بیت المقدس سے دور ہو تو اوس کی طرف منہہ کر کے نماز پڑہا کرو الخ **ج** صفحہ ۱۷۸ مین آپ لکہہ چکے ہین کہ توریت مین بہت سی ایسی واقعات ہین جو مذکور نہین حالانکہ اونکا تاریخی ثبوت موجود ہے اور توریت مین ذکر نہونیسے اوسکا عدم وقوع لازم نہین آتا ہے اسیطرح اگر اسکا ذکر بہی توریت مین نہین ہے تو اسکا عدم وقوع لازم نہین آتا اور یہودی قوم کا شروع سے ابتک ہر ملک سے بیت المقدس کیطرف رخ کر کے نماز پڑہنا اس سے زیادہ تاریخی ثبوت اور کیا ہوگا اور حضرت دانیال کا

کا زمانہ اسیری بابل مین بیت المقدس کیطرف رخ کرکے ہمیشہ نماز پڑہنا کتاب دانیال ۶ باب ۱۰ اسے ثابت ہے کیا یہہ عہد عتیق کی الہامی کتاب اور یہہ تعین سمت قبلہ پیغمبر کا فعل نہین ہے اور حضرت سلیمان کی دعا کی یہہ عبارت ہے اے خدا جب تیری گروہ لڑائی کیلئے اپنے دشمن کے برخلاف اوس راہ مین جو تو اونہین بہیجیگا نکلے اور تیری آگے دعا مانگے اس شہر کیطرف جسے تو نے پسند کیا اور اس گہر کیطرف جسے مین نے تیرے نام کیلئے بنایا تو آسمان پر سے اونکی دعا اور زاری اور فریاد کو سن لے (اول سلاطین ۸ باب ۴۴) اور پہر یہہ کہ اوس زمین کیطرف جو تو نے اونکے باپ دادون کو دی اور اوس شہر کیطرف جسے تو نے پسند کیا اور اس گہر کیطرف جو مین نے تیرے نام کیلئے بنایا تجہہ سے دعا مانگین (اول سلاطین ۸ باب ۴۸) اور حضرت داود علیہ السلام کی یہہ مناجات ہے کہ جب مین تیرے آگے چلاؤن اور تیری مقدس ہیکل کیطرف اپنی ہات اوٹہاؤن تو تو میری آواز اور عرض سن لے (۲۸ زبور ۲) اور ۱۳۸ زبور ۲ مین حضرت داؤد کی مناجات یہہ ہے کہ مین تیری مقدس ہیکل کیطرف سجدہ کرونگا انتہے اور حضرت یونس علیہ السلام کی دعا کا یہہ ایک جملہ ہے کہ مین نے کہا کہ مین تیری نظر سے دور پہنکا گیا تو بہی تیری مقدس ہیکل کیطرف پہر نظر کرونگا (یونہ ۲ باب ۴) اب فرمائی کہ یہہ سب عہد عتیق کی الہامی کتابین مین یا نہین

(**صفحہ ایضاً**) **قولہ** انحضرت صلعم نے بعد نبوت قریب تیرہ برس کے مکہ مین تشریف رکہی اس بحث کو چہوڑ دو کہ نماز پنجگانہ فرض ہو چکے تہی یا نہین اور جو ارکان نماز کہ بالفعل مسلمانون مین مقرر ہین وہ مقرر ہوچکے تہی یا نہین مگر اسمین کچہہ شبہہ نہین ہو سکتا کہ اوس زمانہ دراز مین بہی کوئی طریقہ عبادت کا انحضرت صلعم نے ضرور اختیار کیا تہا خواہ یہی ارکان نماز کے اختیار کئی ہون جو بالفعل موجود ہین خواہ بعد کو اونمین کچہہ اصلاح ہو گئی ہو لیکن یہہ بات ثابت نہین ہے کہ ایسی حالتون مین جبکہ انحضرت صلعم کعبہ سے بعید ہون تو اونہون نے نماز یا عبادت ادا کرنیمین کعبہ کیطرف منہہ کرکے ادا کرنا بطور ایک امر لازمی کے جس سے ثبوت سمت قبلہ کا ہو اختیار فرمایا ہو بلکہ ہر طرح قرینہ و قیاس اس بات کا مقتضی ہے کہ جبتک انحضرت صلعم نے مکہ مین تشریف رکہی کوئی سمت قبلہ اختیار نہین کی الخ **ج** اس بحث سے آپکا مطلب

یہہ ہے کہ زمانہ دراز تک ارکان نماز تو مقرر ہوئے نتہے پہر سمت قبلہ کیسی اور آپ
فرماتے ہین کہ اس بحث کو چہوڑ دو کہ نماز پنجگانہ فرض ہوچکی تہی یا نہین انتہے حالانکہ یہہ
آپ ہی سب کچہہ بیان کرگئے یہہ طرز کلام ایسی محل پر استعمال کیا جاتا ہے جسسے ثابت ہو
کہ یہان کچہہ عیب پوشی منظور ہے پس خانصاحب بہادر کی نظر مین اوس طویل مدت کے
حالات حضرت رسول اللہ صلعم کچہہ ایسی دنیوی مصلحتون اور فطرتون پر مبنی تہے جسکا
بیان ناگفتہ بہ ہے مطلب یہہ کہ تیرہ برسون تک مدت قیام مکہ مین نماز پنجگانہ فرض ہی
نہوی تہی پس یہہ سب نارواچالاکیان ہین کہ بظاہر اسلام کی تعریف ہی ہوتی ہے
اور دراصل اوسکی جڑ کاٹی جاتی ہے اور اصل حال یہہ ہے کہ ارکان نماز کچہہ اپنی
عقل سے تجویز نہین کئے گئے تہے جو اوسمین اصلاح و ترمیم کی ضرورت ہوتے متواتر روایتون
اور صحیح احادیث سے انحضرت صلعم کا اسیطرح پر نماز پڑہنا جیسا کہ مسلمانون مین رائج ہے
شروع سے ثابت ہے یعنے قیام اور رکوع و سجدہ وغیرہ کے ساتہہ صحیحین مین ایک بہت
طولانی حدیث بروایت مالک ابن صعصعہ مرقوم ہے اور اسمقام کے مناسب اوسکا
ماحصل یہہ ہے کہ انحضرت صلعم نے معراج مین حضرت موسٰی سے بالآخر یہہ کہا کہ مجہکو
ہر روز پانچ نمازونکا حکم ہوا ہے اور معراج مکہ مین ہجرت سے ایک سال پیشتر ہوئی تہی
پس جب تک نماز فرض نتہے تعین سمت قبلہ کی حاجت کیا تہی اور قرۃ العیون شرح سرور
المحزون کے حصہ اول جلد اول صفحہ ۲۷ و جملہ کتب سیر مین لکہا ہے کہ آنحضرت صلعم
کو حضرت جبرئیل نے وضو اور نماز کا طریقہ بتلایا تہا جیسا کہ سفر السعادت مین بہی ہے اور
جب یہہ حال ہے تو نہ وضو مین اور نہ ارکان نماز مین کسیطرح کی اصلاح یا تغیر و تبدل کی
گنجایش کہان تہی سوا بعض خفیف باتونکے جو آداب مقررہ نماز محفوظ یا ملحوظ نہ رہنے کے
سبب لوگون مین کوئی بات جاری ہوئی اور اوسکے بعد اصلی آداب نماز کو یاد کرکے
اوسکی ممانعت کردی گئی پس ایسی اصلاح ارکان نماز سے کیا علاقہ ہے اور چونکہ پیشتر
بوجہ تشدد کفار نماز باعلان نہوتی تہی اسوجہہ سے تحقیق تعین سمت قبلہ اوسوقت متعذر
تہی کیونکہ وہ حالت اضطرابی تہی تاہم گمان غالب ہے کہ بیت المقدس کیطرف رخ
کرکے نماز ادا کیجاتی تہی یہانتک کہ بعد ہجرت کے بہی سترہ مہینے تک آنحضرت صلعم نماز مین
طرف بیت المقدس کے رخ کرتے تہے (قرۃ العیون جلد ۲ صفحہ ۵۳) انتہا خانصاحب بہادر

اسی صفحہ مین فرماتے ہین کہ جبکہ حضرت صلعم مکہ سے مدینہ مین تشریف لیگئے جہان یہودی کثرت سے تہے اور اونکی نماز بہی قریباً قریباً اوسی قسم کی تہی جیسی کہ مسلمانون کی تہی تو بالطبع آنحضرت کو اوسیطرف متوجہ ہوکر نماز پڑہنے کی رغبت ہوئی جسطرف کہ یہودی متوجہ ہوکر نماز پڑہتے تہے الخ مطلب یہہ کہ مدینہ مین آکر آنحضرت صلعم نے یہودیون کو جسطرف نماز پڑہتے دیکہا اوسی طرف خود بہی نماز پڑہنے لگے یہی اعتراض نصرانی علمانے بہی کیا ہے دیکہو ہدایت المسلمین وغیرہ

(صفحہ ۱۸۹) **قولہ** بیت المقدس کیطرف متوجہ ہوکر نماز پڑہنے مین ایک بڑی حکمت یہہ تہی کہ مشرکون مین سے جو لوگ منافق تہے وہ اصلی ایمان والون سے بالکل ممتیز ہوجاتے تہے یہی بات خدا تعالے نے بہی فرمائی ہے کہ وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول من ینقلب علی عقبیہ یعنے ہمنے اوس قبلہ کو جسپر تو تہا بجز اس مطلب کے اور کسی لئے نہین مقرر کیا تہا کہ ہم جان لین اوس شخص کو جو پیروی کرتا ہے رسول کی اوس شخص سے جو پہر جاتا ہے اپنی ایڑیون پر الخ **ج** پیشتر خانصاحب بہادر نے فرمایا کہ یہود کو دیکہکر بالطبع آنحضرت صلعم کو اوسی طرف یعنے بیت المقدس کیطرف متوجہ ہوکر نماز پڑہنے کی رغبت ہوئی الخ اور یہان آپہی ترجمہ آیت کا یون کرتے ہین کہ ہمنے اوس قبلہ کو جسپر تو تہا بجز اسکے اور کسی لئے نہین مقرر کیا تہا الخ اب خانصاحب بہادر ہی سے پوچہنا چاہئے کہ آنحضرت صلعم نے بالطبع اودہر نماز پڑہی تہی یا خدا نے وہ قبلہ مقرر کردیا تہا ان دونون باتونسے کونسی بات صحیح ہے اور تقلید توجہ یہود یہ تعین قبلہ بیت المقدس جو خانصاحب بہادر فرماتے ہین یہہ تہمت علاوہ اوس اختلاف بیان کے ہے اور بہر حال جو مین نے پیشتر عرض کیا ہے وہی اِس آیت سے ہی صحیح نکلا کہ آنحضرت صلعم کا بیت المقدس کیطرف نماز پڑہنا اوسیوقت سے ہے جبکہ نماز فرض ہوئی تہی یہی بات اِس آیت سے ہی ثابت ہے کہ خدا نے وہ قبلہ مقرر کردیا تہا پس جب خدا نے نماز فرض کی تو اوسکے ساتہہ ہی سمت قبلہ بہی بتادی تہی کیونکہ نماز کو سمت قبلہ سے خاص مناسبت ہے اور یہہ گمان کہ آنحضرت صلعم نے یہودیونکو دیکہکر بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا تہا محض بے اصل نکلا جب آنحضرت صلعم نے یہودیونکی نماز یا اونکا طرز اوران تک شعار اسلام

نہ ٹہرایا تو سمت قبلہ مین اونکی تقلید کب گوارا ہوتی دوسری یہہ کہ اگر بغیر مرضی الہی اپنی رغبت طبع سے سمت قبلہ مین یہود کی تقلید آنحضرت صلعم نے کی ہوتی تو وہ نماز کب درست ہوتی اور اسکی اصل یہہ ہے کہ جسطرح حضرت ابراہیم علیہ السلام تک حضرت رسول اللہ صلعم کا سلسلہ نسب ایک تہا اور بعد اوسکے تمام انبیاء بنی اسرائیل ایک سلسلہ مین اور حضرت رسول اللہ صلعم دوسرے سلسلہ مین ہوئے اسیطرح تعین سمت قبلہ مین بہی ابتداءً خدا نے آنحضرت صلعم کو سب انبیاء سلف کیساتہہ متحد رکہا اور بعد اوسکے بہ ثبوت وراثت آبائی کعبہ ابراہیمی کو حضرت صلعم کا قبلہ نماز مقرر فرمایا

(صفحہ ۱۹۰) قولہ خدا نے یہہ حکم دیا کہ جہان کہین تم ہو اور جہان کہین جاؤ تو کعبہ ہی کیطرف منہہ کر کے نماز پڑہو مگر سمت قبلہ قرار دینے مین ایک بڑا نقص یہہ لازم آتا ہے کہ لوگونکے خیال مین یہہ بات جمتی ہے کہ اوس سمت کو یا اوس مکان کو جو سمت کیلیئے مخصوص کیا گیا ہے خدا کی ذات سے کوئی خاص خصوصیت ہے اور اوس سمت مین یا اوس مکان مین بالتخصیص خدا ہے اِس خیال کے باطل کرنیکو صاف صاف ہدایتین خدا نے تحویل قبلہ کیساتہہ ہی ساتہہ بتلا دین جہان فرمایا کہ وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہہ اللہ ـ اِس ہدایت نے صاف صاف لوگون کو شرک سے نجات دی اور جس طرح کہ مشرکین اپنے بتون یا معبودون کو سمت قبلہ بناتے ہین اور جسطرح کہ مسلمانون نے سمت قبلہ ٹہرایا ہے اون دونونکے فرق کو بخوبی سمجہا دیا ـ مسلمانون کے مذہب کے مطابق کوئی خصوصیت یا وقعت بیت المقدس یا بیت الحرام کو قبلہ ہونے کے لئے نہین ہے بجز اسکے کہ وہ صرف ابتداءً واسطے تفریق درمیان منافقین اور مومنین کے ٹہرایا گیا اور انتہاءً بطور مسلمانون کے ایک نشانی کی قرار پایا الخ **ج** اگر یہہ ایسی نشانی اسلام کیہے کہ ہمیشہ اسے قایم رکہنا چاہیے تو اس امر مین بحث اور اسکی بیقدری اسطرح پر بیت المقدس یا بیت الحرم کو قبلہ ہونے کیلئے وقعت نہین ہے کیا ضرور تہا اور اگر وہ ایسی نشانی اسلام کی نہین ہے اور اسیوجہہ سے آپکو اسقدر توہین کعبہ کی لازم ہوئی تا کہ اِس شرک و بت پرستی سے جو تعین سمت قبلہ مین ہے مسلمان نجات پائین لیکن اِس حالت مین کعبہ کے

سوا جسطرف نماز مین رخ کرو اوس طرف یہی وہی واہمہ لاحق ہوگا کہ بالتخصیص
اسیطرف خدا ہے اور اگر ہر سمت مین خدا ہے تو کیا ضرور ہے کہ محض کعبہ کیطرف
مین خدا نہین ہے جو اوسطرف رخ کرنا چاہئے اور فاینما تولوا فثم وجہ اللہ کو اِس
آیت تحویل قبلہ سے جسکی آپ تفسیر کر رہے ہین علاقہ کیا ہے وہ تو اس سے کئی رکوع
پیشتر اور یہی ضرورت کیوجہہ سے فرمائی گئی تہی کہ لشکر اسلام کی ایک جماعت نے
باثنار راہ کسی شب مین بسبب ابر و تاریکی سمت قبلہ مین اختلاف کیا اور ہر ایک نے
اٹکل سے اپنے قیاس کے مطابق سمت قبلہ قرار دیکر نماز پڑہ لے جب روشنی ہوئی
تو دیکہا کہ وہ سمت قبلہ کے نہتی جب مدینہ مین پہونچے تو حضرت رسول اللہ صلعم سے
یہہ حال عرض کرکے اعادہ نماز کی اجازت مانگی اوسوقت یہہ آیت نازل ہوئی
کہ بعد اِسکے کہ تعین سمت قبلہ مین خوب غور وفکر کرچکے تہے اب اعادہ نماز کی
حاجت نہین ہے پس کہان کا مطلب خانصاحب بہادر نے کہان آکر ملایا اِس آیت
سے تو اور زیادہ تر تعین سمت قبلہ کی ضرورت ثابت ہوتی ہے کہ تعین سمت قبلہ
مین خوب غور اور فکر کرنے کی وجہہ سے اعادہ نماز معاف فرمایا تہا

(**صفحہ ایضاً**) **قولہ** کعبہ کی طرف مُنہہ کرکے نماز پڑہنا اسلام کا کوئی اصلی
حکم نہین ہے جو احکام اسلام مین ہین لوگ اونکو بخوبی نہین سمجہتے الخ **ج**
قول وجہک شطر المسجد الحرام شاید اسلام کا اصلی حکم نہین ہے اور احکام اسلام کو
لوگ بخوبی نہین سمجہتے اگرچہ دسوین رکوع کی آیۃ فاینما تولوا کو سترہوین رکوع کے آیہ تحویل
قبلہ سے لاکر ملادیتے تب آپ کی طرح اونکا ہی احکام اسلام کو سمجہنا ثابت ہوجاتا
اِسکے بعد خانصاحب بہادر نے دو قسم کے احکام اِسلام کا ذکر کیا ہے ایک حقیقی
اور دوسرے قیاسی و اجتہادی دوسری قسم کو تو فضول ٹہرایا ہے قسم اول کو پہر
دو قسم پر تقسیم کیا ہے ایک اصلی اور دوسرے محافظ احکام اصلی احکام اصلی کو بنیاد
اِسلام اور مطابق نیچر اور احکام محافظ کو بجز حفاظت احکام اصلی کے آپ فرماتے
ہین کہ وہ مقصود بالذات نہین ہین (دیکہو آخر صفحہ ۱۹۱) اور اوسکی مثال خانصاحب
بہادر نے آخر صفحہ ۱۹۲ مین یہہ لکہی ہے قرآن مجید مین صرف نماز کا مقرر ہونا
آیا ہے اصلی حکم خدا کا اوس سے صرف اوسکے بندہ کا خدا کیطرف خلوص و خضوع

اور خشوع سے متوجہہ ہوتا ہے ــــ ارکان نماز جو قرار دئے گئے ہین وہ اوس تمام خضوع وخشوع ظاہری اور باطنی کے محافظ ہین الخ پس بقول خانصاحب بہادر مقصود بالذات نہین ہین لیکن اسحالت مین بہی اصل تو نماز رہی اور خلوص اور حضوع وخشوع بہی احکام محافظ ہو گئے بیش ازین نیست کہ ارکان نماز محافظ المحافظ قرار پائینگی

(صفحہ ۱۹۳) قولہ ان احکام اصلی اور احکام محافظ کا تفرقہ ایسے مقام پر بخوبی واضح ہوجاتا ہے جبکہ کوئی حکم احکام محافظ مین سے ساقط ہوجاتا ہے اور اوسکا سقوط ثابت کرتا ہے کہ وہ اصلی حکم نہین تہا جیسے نماز مین قیام وقعود اور رکوع وسجود اور قرات یہہ سب احکام محافظ ہین جب انسان ان پر قادر نہین ہوتا تو کسی کا ادا کرنا بہی اوسپر لازم نہین ہوتا برخلاف اوس اصلی حکم نماز کے کہ وہ کسی حالت مین انسان سے جبتک کہ اوسپر مکلف ہونیکا اطلاق کیا جاتا ہے ساقط نہین ہوتا الخ ج اسکا جواب خود خانصاحب بہادر نے اسی صفحہ مین فرما دیا ہے کہ مگر یہہ بہی سمجہنا چاہئے کہ اگرچہ احکام اصلی اور احکام محافظ اپنی اصلیت مین مختلف درجہ اور حقیقت رکہتے ہین لیکن عملاً دونون کا درجہ برابر ہے اور اسلئے جسطرح احکام اصلی کی تعمیل لازم ہے اوسی طرح احکام محافظ کی بہی تعمیل لازم ہے انتہےٰ اسی طرح تعین سمت قبلہ کو بہی سمجہنا چاہئے

(صفحہ ۱۹۴) قولہ نماز مین قبلہ کوئی حکم اصلی مذہب اسلام کا نہین ہے اور اسلئے ایک ادنے سے عذر پر ساقط ہوجاتا ہے مثلاً سمت مشتبہہ ہونے پر سہواً کسی دوسرے سمت نماز پڑہ لینے پر بعض صورتون مین گہوڑے کی سواری پر دریا کے سفر مین اور اس چودہوین صدی نبوی مین ریل کے سفر مین اور علےٰ ہذا القیاس مگر چونکہ یہہ حکم بطور ایک نشان اور تمیز اون لوگون کے قرار دیا گیا ہے جنہون نے اسلام قبول کیا ہے اسلئے اسکا بہی بجالانا مثل احکام اصلی کے ضرور ہوگا او قصداً ترک نکیا جائیگا لیکن اون لوگونپر تعجب ہوگا جو غلبہ اوہام سے سمت قبلہ کے لئے دیر مین باہر نکل کر سورج کو دیکہتے پہرتے ہین کہ کسطرف سے نکلا تہا اور کسطرف کو ڈوبیگا اور اپنی جیبون اور تسبیحون مین قطب نما یا قبلہ نما رکہے یا لٹکائی پہرتے ہین اور چاہتے

ہین کہ ہیکل ہماری ناک کعبہ کے سامھنے ہوجاے الخ ج خیر یہانتک ہی آپکا اقرار غنیمت ہے لیکن خانصاحب بہادر ہی تو گہڑے اپنی جیب مین رکھے پہرتے ہین پس جب دین کے لئے قطب نما جیب مین رکہنا جایز نہین تو دنیا کیلئے گہڑی جیب مین رکہنا کب جایز ہے غلبہ اوہام مین دونون کا حال بہت متفاوت نہین ہے

(صفحہ ۱۹۸) قولہ آیت ۴۹ ولا تقولوا لمن یقتل اس آیت کی نسبت مفسرین کے تین قول ہین ایک یہہ کہ وہ شہید ہوتے ہی اوسیوقت زندہ ہوجاتے ہین لیکن ہمکو اونکا زندہ ہونا نہین معلوم ہوتا دوسرے یہہ کہ احیاء سے مراد سیحیون ہے یعنے زندہ ہونگے یعنے قیامت کے دن اسکی مثال ایسی ہے جیسے کہ خدا نے کہا ہے کہ ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم ــ ان المنافقون فی الدرک الاسفل من النار ــ ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت فی جنات النعیم ان سب کے معنے یہہ ہین کہ سیصیرون کذلک عنقریب ایسے ہوجاوینگے تیسرے یہہ کہ اونکو مردہ مت کہو وہ زندہ ہین یہہ کہنا ایسا ہے جیسے کہ کوئی کہے کہ ما مات رجل خلف مثلک یعنے وہ شخص نہین مرا جسنے تیری مانند خلف چہوڑا ہے جو لوگ دین کی استقامت کے سبب مارے گئے درحقیقت اونہون نے دین حقکی پہیلایا اور اپنے بعد اوس نیکی کو قایم رہنے اور جاری رہنے کیلئے جان دی ہے پس اونہون نے اپنے بعد ایسی نیکی چہوڑی ہے جو اوس سے بہتر نہین ہوسکتی اور اسی اعتبار سے اونکی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ مرے نہین بلکہ زندہ ہین جنسے ایسی نیکی قایم وجاری ہے پس حیات سے اونکی حیات فی الدین مراد ہے جیسے کہ ایک جگہہ خدا نے ایمان والون کی نسبت فرمایا ہے او من کان میتا فاحیینٰہ اور سورہ ال عمران مین جو خدا نے اونکی حیات کے ساتھہ یہہ قید بہی لگائی ہے کہ بل احیاء عند ربہم اس سے اور زیادہ اس مطلب کو تقویت ہوتی ہے کہ اونکی حیات سے حیات فی الدین مراد ہے نہ اور کسی قسم کی حیات میرے نزدیک تیسرے معنے صحیح ہین الخ لغایت صفحہ ۲۰۱ ج اس آیت سورہ ال عمران کو یرزقون تک تو لکھا ہوتا اوس وقت تیسرے معنے کیجگہہ اول معنے آپ کے نزدیک صحیح ہوجاتے

(صفحہ ۲۰۴) قولہ آیت ۱۶۷ کلوا من طیبات اس آیت سے پہلے

خدا تعالے نے ان پاکیزہ چیزون کی کہانیکی اجازت دی ہتی جو زمین مین یعنے
جو زمین سے پیدا ہوتی ہین اور اس آیت مین عموماً پاکیزہ چیزون کے کہانیکی اجازت
ہے جس لفظ کا ترجمہ ہمنے پاکیزہ کیا ہے وہ لفظ طیبات ہے اوسکے معنے مزہ دار اور
خوشگوار غیر مضر کے ہین تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ ان الطیب فی اصل اللغۃ عبارۃ
عن المستلذ المستطاب پس ان آیتون سے معلوم ہوا کہ تمام چیزین جو انسان کیلئے
مضر نہین ہین وہ حلال ہین اور وجہہ حلت اور حرمت اشیاے ماکول جو خدا نے
بتائی ہے وہ اونکے مضر اور غیر مضر یا مضر و مفید ہونے پر مبنی ہے الخ ج یہہ ایک
قاعدہ کلیہ خانصاحب بہادر نے ایسا فرمایا جو قران مجید کو اور ساری شریعت الہی
کو باطل کرتا ہے کیونکہ احکام شریعت مین امتیاز حلت و حرمت مقدم شے ہے اور
اس آیت سے فورا پیشتر حلالاً طیباً بہی توموجود ہے اسکے سوا جو مضر ہے اوسے تو انسان
خود ہی نکہائیگا شریعت مین اوسکی ممانعت کی حاجت کیا ہے بلکہ بعض وقت بخوف
ضرر بیماری و پرہیز وغیرہ مین لوگ اون بعض ماکولات کا بہی استعمال نہین کرتے
ہین جو شریعت مین خدا نے حلال کر دی ہین اور قرآن مجید مین حقتعالے نے اپنے
بندونکو بامتحان اطاعت و فرمان برداری بعضی ایسی چیزونکی استعمال سے منع
فرمایا ہے جو بوجہہ مفید و مقوی ہونیکی زیادہ تر لوگون کو مرغوب ہین چنانچہ سورہ بقر
رکوع ۲۷ مین حقتعالے نے شراب اور قمار کی بابت فرماتا ہے کہ فیہما اثم کبیر و منافع للناس
و اثمہما اکبر من نفعہما یعنے بیچ اون دونون کے گناہ ہے بڑا اور فایدہ ہے واسطے
لوگون کے اور گناہ اون دونونکا اونکے نفع سے زیادہ ہے انتہے اور شراب
مین مفسرین نے منافع بدنی بہت سے لکہے ہین جیسے کہ اشتعال حرارت غریزی و ہضم
طعام وغیرہ اور کتب طبیہ مثل تحفۃ المومنین و مخزن الادویہ وغیرہ مین چند در چندون تک
سیکڑون منافع شراب کے لکہے ہین اور خلقی منافع شراب کی مفسرین نے یہہ لکہی
ہین کہ تواضع متکبران و سخاوت ممسکان و جرات بیدلان اور منافع مالی یہہ لکہے ہین
کہ اسکے خرید و فروخت مین نفع بہت ہے آپ تفسیر قرآن تو لکہنے بیٹھے لیکن اس
آیت یسئلونک عن الخمر کی تفسیر لکہنی آپ مناسب نہین سمجہے اسلئے اس سے
چشم پوشی کر گئے تفسیر القران کی صفحہ ۲۵۸ وغیرہ کو دیکہہ لیجیے اسکے سوا خدا نے

بعض ماکولات کو ایک زمانہ مین اپنی مشیت قدیم سے اپنے بندون پر حرام کیا اور چند
عرصے کے بعد پہر حلال کر دیا ہے جیسے کہ سورہ آل عمران کے رکوع ۵ مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کا یہہ قول منقول ہے کہ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم یعنے تاکہ حلال کرون واسطے
تمہارے بعضی وہ چیز کہ حرام کی گئی ہے اوپر تمہارے اسنتے اب فرمائیے کہ جب وہ حرام
کی گئین تہین تب اونمین کیا مضرت تہی اور جب وہ حلال ہوئین تب اونمین مفید خاصیت
کیا پیدا ہوگئی تہی علاوہ اسکے ہم دیکہتے ہین کہ کتنی ہی قومین وہ ماکولات جو ہمپر حرام ہین کہاتے
ہین اور ہم سے زیادہ قوی اور تندرست ہین اور امور اخلاقی مین بہی ہمسے بہتر سمجہے
جاتے ہین مثلاً اہل یورپ کو تمام دنیا سے زیادہ مہذب بتاتے ہین اور اونکے مقابلہ
مین آپ تمام جہان کو وحشی یا نیم وحشی جانتے ہین اور سب سے زیادہ استعمال لحم خنزیر
کا اونہین لوگون مین ہے اب یا تو آپ اپنی قصور فہم کا اقرار کیجیے اور انگریزونکو وحشی اور
ہمین مہذب لکہکر اپنی تصنیفات مین شایع کیجیے یا اپنی فلسفیت سے تائب ہو جیے کہ محرمات
شرعی محض مضرات بدنی اور مجربات عقلیہ کیوجہہ سے ہین

(صفحہ ایضاً) قولہ آیت ۱۶۸ انما حرم اس آیت مین اون تین مضر چیزونکا
بالتخصیص ذکر کیا ہے جنکے کہانیکا رواج عرب کے قومونمین تہا عرب کے لوگ مرے
ہوئے جانور کو اور سؤر کو کہاتے تہے اور جانورون کے گلا کاٹنے مین جو خون نکلتا ہے
اوسکو ایک برتن مین جمع کرتے تہے اور جب وہ جمکر لوتہڑا ہو جاتا تہا تو بہون کر کہاتے تہے
اور یہہ تینون چیزین انسانکے لئے مضر ہین گو کہ مثل زہر کے فی الفور اونکی مضرت نہ ظاہر
ہو مری ہوئے جانور کی مضر ہونیمین جو اپنی موت سے مرجاتا ہے کسیکو کلام نہین ہے
اور دم مسفوح کا مضر ہونا ہی تسلیم کیا گیا ہے الخ **ج** دم مسفوح کا مضر ہونا کہین بہی
تسلیم نہین کیا گیا ہے مخزن الادویہ وتحفۃ المومنین دونون مین اوسکی خاصیت یہہ
لکہی ہے جالی ومحلل اورام وبرشتہ آن قاطع اسہال ورافع سموم

(صفحہ ۲۰۵) قولہ سور کے گوشت کی مضر ہونے علے الخصوص گرم ملکونمین
بہت سے مباحثہ ہوئے ہین اور انجام کار اوسکا مضر ہونا تسلیم ہوا ہے پس ان تینون چیزونکے
حرام ہونیکی وجہہ اونکے مضر ہونے پر مبنی ہے علاوہ اسکے اسبات سے بہی انکار نہین
کیا جا سکتا کہ غذا کے تاثیر انسان کے اخلاق پر ضرور ہوتی ہے سؤر مین بعض خصایل ذمیمہ

ایسی پائی جاتی ہین جو عام اخلاق انسانی کے برخلاف ہین الخ **ج** یہل ہین کیا خصایل عام اخلاق انسانی کے موافق ہین اور آپ بڑی مروت اور اخلاق سے فرماتے ہین کہ سُوٗر مین بعض خصایل ذمیمہ الخ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سُوٗر مین اکثر خصائل عمدہ بھی ہین اِسکے سوا آپ فرماتے ہین کہ سور کے گوشت کے مضر ہونے پر علے الخصوص گرم ملکون مین مباحثے ہوئے ہین الخ پس سرد ملکو نمین تو اسقدر مضر ہونا اِس مباحثے سی بہی ثابت نہین ہے وہان اوسکی حرمت بہی کچہہ ضرور نہین ہے اور آیت انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر محض گرم ملک والون کے واسطے ہے نہ یہہ کہ سرد ملک والون کیواسطے بہی اِسکے سوا یہان بہی خانصاحب بہادر سے کچہہ بات بنائی نگئی ہے طب کی ساری کتابون مین سُوٗر کے گوشت کو ہر جانور کے گوشت سے مفید تر لکہا ہے چنانچہ مخزن الادویہ مین لکہا ہی گوشت آن اعدل وبہترین لحوم حیوانات وحشی انتہے اور تحفۃ المومنین مین ہے کہ او موافق ترین لحوم است بمزاج انسان وبعد از انہضام جزو بدن میشود ومفتح سدد ومسمن الخ اور جو کچہہ اسمین مضر ہی خواہ گرم ملکو نمین خواہ سرد ملکو نمین اُسکی مصلح شراب ہے اب آپکو معلوم ہوا کہ شریعت اگر میرے اور آپکی عقل کیمطابق ہوتی تو قرآن کی کیا حاجت تہی ہر روز اپنی عقل سی ایک نیا قرآن بنا لیا کرتے پس ان فواید عظیم کے باوجود جو خدا نی ان چیزونکو حرام کیا یہہ محض امتحان فرمان برداری کیواسطے ہی نہ یہہ کہ ان چیزونکے نفع اور ضرر کیوجہہ سی اور نہ فقط قرآنمین بلکہ انجیل مین بہی یہی آیت موجود ہی دیکہو کتاب اعمال الرسل ۱۵ باب ۲۹ علاوہ اِسکی توریت کی کتاب احبار ۱۱ باب ۷ و ۸ مین سُوٗر کا گوشت چہونا تک منع لکہا ہی اور یسعیاہ ۶۶ باب ۱۷ مین ہی کہ جو سُوٗر کا گوشت اور مکروہ چیزین اور چوہا کہاتے ہین سب کے سب فنا ہو جائینگے خداوند فرماتا ہے

(**صفحہ ایضا**) **قولہ** البتہ چوتہی چیز یعنے وما اہل بہ لغیر اللہ کی حرمت قابل بحث ہی پس اوسکی حرمت نفس مذبوح کی مضر ہونی یا نجس ہو جانیکے سبب سے نہین ہے بلکہ اوسکی حرمت واسطے مٹانے رسم شرک کے ہے الخ **ج** یہہ بہی درست نہین ہی اِس سی یہہ مطلب نکلا کہ اگر کسی دیبی دیوتا کی نام پر ذبح نکیا جائے اگرچہ خدا کا نام بہی ذبح حیوان کیوقت نلیا ہو تب بہی وہ ذبیحہ جایز ہو جائیگا ایسا ہرگز نہین ہے

(**صفحہ ۲۰۶**) **قولہ** پس حرمت مذبوح لغیر اللہ کے احکام محافظ حکم اصلی مین سے ہے جسکی تفصیل ہم اوپر لکہہ آئے ہین الخ **ج** یعنے وہ مقصود بالذات نہین ہین یہی آپ آخر صفحہ ۱۹۱ مین لکہہ آئے ہین اور وہ صریح غلط ہے

(**صفحہ ایضا**) **قولہ** تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ علماء کا یہہ قول ہے کہ اگر کوئی مسلمان

کسی جانور کو بقصد تقرب اسلئے غیر اللہ کے ذبح کرے تو وہ مرتد ہو جاتا ہے اور ذبیحہ
اوسکا مرتد کا ذبیحہ ہے اور یہہ حکم اہل کتاب کے ذبائح کے سوا اوروں کے ذبیحہ
سے متعلق ہے اور اہلکتاب کے ذبائح ہمارے لیے حلال ہین جیسا کہ خدا نے
فرمایا کہ طعام اون لوگونکا جنکو کتاب دی گئی ہے تمہارے لئے حلال ہے ــ مگر یہہ بات
باقی رہی کہ اگر غیر مسلم اسطرح پر کرے تو اوسکا کہانا بہی ممنوع اور حرام ہے یا نہین امام
فخر الدین رازی نے جو قول علماء اسلام نقل کیا ہے اوسمین ذبیحہ اہل کتاب کو
مستثنے کیا ہے جسکا یہہ مقصد ہے کہ گو اہل کتاب نے تقربًا الی غیر اللہ سے ذبح
کیا ہو مگر وہ حلال ہے اور یہی قول بعض فقہا کا بہی ہے اور اونہون نے تصریح کر دی
ہے کہ ولو ذبح باسم المسیح الخ نہین امام فخر الدین رازی کی عقل پر صفحہ ۲۷ مین آپ نے
قہقہہ مارا تہا اور یہان اونکا قول جو آپ کے مطلب کے موافق ہے قابل سند ہوگیا
اسکے سوا یہہ آیت وطعام الذین اوتوا الکتاب بہی محافظ احکام اصلی ہے یا محض حکم
اصلی مین سے ہے مگر اسے آپ کبہی نکہنگے کہ مقصود بالذات نہین ہے اب طعام
الذین اوتوا الکتاب کی تفسیر مجہہ سے سُن لیجئے کہ اِس آیت مین وصف اوتوا الکتاب
اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو کہانا بحیثیت نزول کتاب اونکے استعمال مین ہے وہ
کہانا تمکو بہی حلال ہے اور اسیلئے اِس آیت مین یہود یا نصارے کا نام نہین آیا بلکہ اوتوا
الکتاب فرمایا ورنہ کیا قرآن مین بار بار یہود و نصارے کا لفظ موجود نہین ہے پہر یہان ہے
وہی الفاظ ہوتے مین کیا قباحت تہی اور یہود کو تو آپ ہی صفحہ ۲۰ مین فرماتے ہین کہ
خدا کا نام لیکر ذبح کرتے تہے انتہے اور نصارے کو آپ اوسی صفحہ مین فرماتے مین
کہ کسیکا نام لئے بغیر ذبح کرتے ہین انتہے پس جبکہ یہہ خلاف طریقہ مستمرہ اہلکتاب خدا
کا نام لیکر جانور ذبح نہین کرتے تو کیونکر اونکا ذبیحہ اِس آیت کے بموجب درست
ہو سکتا ہے اور یہہ ممکن نہین کہ باوجود اسقدر تخالف کے یہود و نصاری دونون
کیطرف اس آیت مین اشارہ ہو مگر اوسے حالتمین جبکہ یہہ دونون فرقے شریعت یعنے
توریت کے تعمیل احکام مین متفق ہو جائین اور یہہ جو آپ نے بعض فقہاء اسلام کا
قول نقل کیا ہے کہ ولو ذبح باسم المسیح چونکہ یہہ لفظ آیت مین موجود نہین ہے پس لا محالہ
اجتہاد کہا جائیگا اسکی بابت آپ خود صفحہ ۱۹۱ مین فرما چکے ہین کہ جہانتک خرابیان

مذہب اسلام مین مخالفین بیان کرتے ہین وہ اوسی غلطی پر مبنی ہین کہ اونہون نے اون احکام اور مسائل کو جنکو علما راور ائمہ نے استنباط اور استخراج کیا ہے جزو اسلام سمجہا ہے حالانکہ اسلام کو اوسنے کچہہ علاقہ نہین انتہے

(**صفحہ ۲۰۷**) **قولہ** ایک سوال اور باقی رہتاہے کہ اگر کسی غیر اہل کتاب نے کسی جانور کو لالغیر اللہ ذبح کیا ہو تو وہ بہی حرام اور ممنوع الاکل ہے یا نہین یہہ ایک اجتہادی مسئلہ ہوگا کیونکہ آیت کلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ کا حکم عام نہین ہے پس صریح قرآن مجید سے اوسکی حرمت ثابت نہوگی الا اجتہاد سے جسکی تسلیم خود مجتہد یا اوسکے متبعون پر لازم ہوگی نہ ہر شخص پر الخ **ج** جو شخص کہ خدا پرست نہو اوسکی خدا کے نام پر ذبح کرنیکا اعتبار کیاہے کیونکہ ذبح کرنیوالا ضرور ہے کہ جب وہ ذبح حیوان کیوقت خدا کا نام لے تو خدا کی ذات وصفات کا جیسا کہ خدا نے اپنی پاک کتابون مین بتلا دیاہے باثبات توحید ونفی شرک دل سے یقین رکہتا ہو اور یہہ کسی بت پرست کو میسر نہین ہے اسوجہہ سے اوسکا ذبیحہ درست کیونکر ہوسکتاہے اگر اوسنے ذبح کیوقت خدا کا نام لیا بہی تو بطور نقل حکایت یا مضحکہ کے طور پر لیگا پس وہ ذبیحہ باداب ذبح شرعی واقع نہوا اور اسوجہہ سے اس آیت کا حکم عام ہونیمین کیا کلام ہے

(**صفحہ ۲۰۸**) **قولہ** آیت ۱۶۹ ان الذین یکتمون ہمارے مفسرین کی عادت ہے کہ جہان قرآن مین اہل کتاب کی نسبت ایسا مضمون آیا کہ وہ توریت کی باتین چہپاتے ہین اونہون نے تفسیر مین لکہا کہ اس سے بشارات انحضرت صلعم کا چہپانا مراد ہے چنانچہ اسمقام پر بہی ایسا ہی کچہہ لکہاہے مگر یہہ صحیح نہین ہے وہ مضامین جنپر بشارات کا اطلاق ہوتا ہے وہ خود توریت وانجیل مین بطور کنایہ اور اشارہ کے قرار پاسکتے ہین اونپر اطلاق اخفا کچہہ ٹہیک نہین ہے اور نہ خدا کو اور نہ آنحضرت صلعم کو اسبات کی ضرورت تہی کہ جابجا اپنی نبوت کے لئے توریت وانجیل کے بشارات پر حوالہ کرین نبی کے لئے بشارت کی ضرورت نہین نبی خود نبوت کی دلیل ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب * بلکہ اس اخفا سے صرف احکام توریت کا اخفا مقصود ہے الخ

ج اس آیت ان الذین یکتمون ما انزل من الکتب مین ما کا لفظ سب باتون پر شامل ہے خواہ احکام توریت خواہ پیشین گوئی اور بشارات اور چونکہ نبی کی شناخت

کیواسطے سب محققین اسلام وغیر اسلام نے دو علامتین مخصوص قرار دیے ہین
ایک اوسکے حقمین پیشین گوئی کسی نبی سابق کی اور دوسرے خود اوسکی معجزات اور
آپ صفحہ ۱۲۸ مین لکھہ چکے ہین کہ معجزہ امر مطلوب پر یعنے اثبات نبوت یا خدا کیطرف سے
ہونے پر دلالت نہین کرتا اور نہ وہ بصفت بیّنات موصوف ہو سکتا ہی اسلئے کہ انہین اگر وہ ہو
ہی تو بہی کوئی ایسی وضاحت جس سے اوسکا حق اور واقعی ہونا اور خدا کیطرف سے ہونا پایا
جائے کبہی نہین ہوتے اہنتے اور تہذیب الاخلاق من ابتدا ماہ جمادی الاول لغایت
ماہ رمضان ۹ سنہ ۱۳ نبوی مطابق سنہ ۱۲۹۶ ہجری و سنہ ۱۸۷۹ ع کی پچاسوین صفحے کی سطر ۲۶ مین لکھا ہے
کہ معجزات حقیقت مین ایک بہان متی کا سانگ تہا انتہے اب رہی پیشین گوئی سو اوسکو
بہی آپ معجزات کیطرح بے اصل قرار دیتی ہین پس جب ان دونون باتون سے رسالت
و پیغمبری کو علاقہ نہین ہے تو اب ہر شخص کو اور خصوصاً آپ کو پیغمبر بنجانیمین دقت کیا ہے
حالانکہ پیشین گوئی نبی سابق کی ایسی علامت رسالت برحق ہے کہ جسکا خود حقتعالے نے
اپنے کلام مین ذکر کرنا لازم جانا اور حضرت عیسےٰ کی پیشین گوئی اپنے بندون کو یاد دلائی
کہ یاتی من بعدی اسمہ احمد اسکے سوا ہر پیشین گوئی بطور کنایہ اور اشارہ کے نہین ہوتی ہے بلکہ
بعضے اونمین صاف اور واضح بیان کیا ہے ہین جیسے یسعیاہ ۹ باب مین مصر مین تسلط اسلام
ہونیکی پیشین گوئی اور علی ہذا القیاس تورید جاوید مین ان پیشین گوئیونکو دیکہنا چاہئے
اور اسیطرح حضرت عیسےٰ نے اپنی بابت پیشین گوئیون مرقومہ عہد عتیق کو انجیل مین یاد دلایا ہے
اور اسیطرح حضرت یحیٰ علیہ السلام نے بہی پس اگر پیشین گوئی اور بشارات کی
ضرورت نہین ہے تو خود انبیاء علیہم السلام نے کیون اپنی بابت بشارات کو حجت کی
طور پر منکرین کے روبرو پیش کیا ہے چونکہ آپ کی نظر مین کوئی صاف خبر آنحضرت صلعم
کی توریت و انجیل مین نہین ہے اسلئے آپ نے اسکی کچہہ حقیقت ہی باقی نہین رکہی

(صفحہ ۲۰۹) قولہ آیت ۱۷۲ لیس البر اختیار کرنا سمت قبلہ کا گو وہ کیسی
ہی خدا پرستی پر مبنی ہو خوف و اندیشہ سے خالی نہین ہوتا آنحضرت صلعم کو بہی تردد تہا
کہ کہین کعبہ بت پرستون کی مانند نہ سمجہنے لگے اسوجہہ سے خدا تعالے نے متعدد طرح
سے اوسکو رفع کیا ہے ایک جگہہ فرمایا للہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ
اور اس آیت مین فرمایا کہ لیس البر ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب اور پہر بتایا کہ

خدا کو قیامت کو فرشتون کو نبیون کی کتابونکو نبیون کو ماننا خدا کی محبت سے غریب قرابت مندون
یتیمون مسکینون مسافرون سایلون اور قیدیون کو کچھہ دینا غلامونکو آزاد کرنا نماز پڑھنی
زکوۃ دینی اقرار پورا کرنا سختی اور مصیبت مین اور لڑائی مین صبر کرنا درصل نیکی ہے الخ

ج مگر باوجود ان سب باتون کے کعبہ کیطرف رخ کرنا چاہئے کیونکہ یہہ سب باتین تو غیر قوم بہی کرتے ہین مگر اسلام کی علامت کعبہ کیطرف رخ کرنا ہے پس یہی کرنا چاہئے تاکہ دین اسلام کی کچھہ خصوصیت رہے کیونکہ خالصاحب بہادر فرماتے ہین کہ اختیار کرنا سمت قبلہ کا خوف اور اندیشہ سے خالی نہین ہوتا کیونکہ ایمان جاتے رہنے کا خطرہ ایمین ہے یعنے کعبہ کیطرف رخ کرنے مین بے ایمان ہوجانیکا خطرہ ہے اور عجیب یہہ ہے کہ جسطرح آیہ فاینما تولوا کو اس بحث سے کچھہ علاقہ نہین ہے جیساکہ پیشتر لکھہ چکا ہون اسیطرح اس آیہ لیس البر کو بہی قبلہ کے بیان سے بے تعلقی ہے کیونکہ یہان سمت قبلہ کا مطلق ذکر نہین ہے بلکہ ان نمازیونکا ذکر ہے جو فقط نماز کو فرض جانتے اور خدا کی راہ مین خرچ کرنے وغیرہ سے بے پروا رہتے ہین اور خوبی یہہ کہ کعبہ کی مخالفت مین آپکو تفسیر لکہنے مین لیس البر کے لفظ پر بہی غور کرنیکا موقع نہ ملا کہ اسے تعین سمت قبلہ سے کیا مناسبت ہے وہان تو اصلی نیکیان بتائی گئین ہین تاکہ ان باتون کیطرف لوگ متوجہہ ہون نہ یہہ کہ سمت قبلہ سے قطع نظر کرین واضح ہو کہ شریعت مسیلمہ کذاب مین بہی نماز مین قبلہ کیطرف رخ کرنا شرک ہے چنانچہ پیروان مسیلمہ کے اقوال سے دبستان المذاہب صفحہ ۹۸ تعلیم ہفتم در عقیدۂ صادقیہ مین لکھا ہے کہ در وقت محمد جہت قبلہ معین نبود گاہ رو بہ بیت المقدس دگاہے بکعبہ وگاہے بجہت دیگر توجہہ میفرمودند وبعد از محمد علیہ السلام این بدعت جہت معین را کہ کعبہ باشد اصحاب قایم کردند وبعد از محمد بر مسیلمہ حکم شد کہ رو بمحراب کردن دجہت معین متوجہہ شدن کفر است وعلامت شرک چہ ہرگاہ بیکر انسان وماندآن از خاکدان رانت یہ قبلہ ساخت کے سزد کہ خانہ را قبلہ کنند پس در وقت نماز بہر جہت کہ خواہد رو آوردہ ونیت کند کہ بجہت بیجہت نماز میکنم انتہے

(صفحہ ۲۱۰) قولہ آیت ۳ کتب علیکم القصاص اس آیت مین تین حکم بین پہلا حکم اسلام مین قصاص کا قایم کرنا ہے دوسرا حکم جو معاوضہ خونکا زمانہ جاہلیت مین یعنے قبل اسلام کے تہا بعد اسلام اسکا بحال کرنا ہے تیسرا حکم ان معاہدون کا قایم

رکہنا ہے جو باہم قبل اسلام خونون کی بابت ہوئی تہی الخ

(**صفحہ ۲۱۱) قولہ** پہلا حکم جو اسلام مین قصاص قایم کرنیکا ہے وہ اس آیت کے پہلے جملہ مین موجود ہے جہان خدا فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلے یہہ جملہ ایک مستقل جملہ ہے اور تفسیر کبیر مین بہی بعض مفسرین کا یہہ قول لکہا ہے کہ کتب علیکم القصاص فی القتلے جملہ تامہ مستقلہ بنفسہا اور اس جملہ سے مطلقاً یعنے بغیر کسی قید کے قصاص کا حکم پایا جاتا ہے یعنے قاتل بعوض مقتول کے مارا جائیگا کوئی شخص قاتل ہوا اور کوئی شخص مقتول ہو مرد ہو عورت ہو آزاد ہو کافر ہو مسلمان ہو۔ اگرچہ مسلمانون مین دیت اور معافی کا رواج جیسا کہ زمانہ جاہلیت مین تہا موقوف نہین ہوا اور اوسکے بنا حدیثون پر قایم کی ہے مگر مجہکو اس مقام پر اون بحثے نہین ہے صرف یہہ بیان کرنا ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت سے کیا حکم نکلتا ہے سو وہ حکم یہی ہے کہ بلا کسی قید اور تفرقہ کے مقتول کی بدلے قاتل مارا جاوے الخ

ج نہ اس آیت سے یہہ حکم نکلتا ہے اور نہ یہہ آیت اس حکم کے لیے مستقل جملہ ہے اور آپ خود فرماتے ہین کہ تفسیر کبیر مین بہی بعض مفسرین کا یہہ قول لکہا ہے الخ جس سے ثابت ہے کہ اکثر مفسرین اسکے خلاف ہین اور اعتبار اکثر کے قول پر ہوتا ہے نہ بعض کے اور محض بضرورت رعائت کافر آپ کو مرد عورت آزاد وغیرہ الفاظ لکہنے پڑے ورنہ اصل مطلب اوتنا ہی ہے اور آپ نے آیۃ فاینما تولوا کو جسطرح بیان تعین سمت قبلہ مین شامل کیا تہا جسکا اصل حال کہلگیا کہ اوس آیت کو حکم تحویل قبلہ سے کچہہ علاقہ نہین ہے اسیطرح اس آیت کو بہی مستقل قرار دیکر حکم قصاص بلا قید تفرقہ کافر و مسلم آپ ثابت کیا چاہتے ہین حالانکہ یہہ آیت نہ فقط یہی کہ مستقل نہین ہے بلکہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک منسوخ بہی ہے اور یا ایہا الذین امنوا آیت مین موجود ہے جس سے ثابت ہے کہ مسلمان اس سے مراد ہین اور اس آیہ مین فمن عفی لہ من اخیہ زیادہ تر آپ کی تردید استدلال کے مؤید ہے غرض اسیطرح دوسرے اور تیسرے حکم مین بہی جو صفحہ ۲۱۴ تک آپ نے لکہے ہین معمولی بحث کی ہے

(**صفحہ ۲۱۴) قولہ** آیت ۱۷۶ الکتب علیکم اذا حضر کتب کے لفظ سے علماء اسلام فرض کے معنے لیتے ہین جس سے یہہ لازم آتا ہے کہ والدین اور اقربا کیلیے

وصیت فرض تھی مگر کہتے ہیں کہ یہہ حکم اوسوقت تہا جبکہ آیت توریث نازل نہین ہوئی تہی اتنی بات بلاشبہہ تسلیم کے لایق ہے کہ آیت توریث کے نازل ہونیکی بعد جو شدید ضرورت وصیت کی تہی وہ باقی نہین رہی کیونکہ ایک عام قاعدہ مقرر ہوگیا اور ہر شخص نے جان لیا کہ میری بعد میرے اقربا مین اسطرح مال تقسیم ہوجائیگا الخ

(صفحہ ۲۱۵) قولہ علماء اسلام نے دو اور مسئلے وصیت کے متعلق قرار دئے ہین ایک یہہ کہ آیت توریث مین جو لوگ وارث قرار پائے ہین اونکے حقمین وصیت جایز نہین لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اللہ قد اعطے کل ذی حق حقہ فلا وصیت لوارث دوسرے یہہ کہ ثلث مال سے زیادہ مین وصیت جایز نہین جو کچہہ کہ فقہائی اپنے اجتہاد سے یا کسی حدیث کے بنا پر مسئلہ ٹہرایا ہے اوسمین بحث ضرور نہین کیونکہ وہ بحث حدیث کی صحت وغیر صحت پر جا پڑیگی بحث اسمین ہے کہ قرآن مجید سے وصیت کا کسی قید سے مقید ہونا پایا جاتا ہے یا نہین سو نہین پایا جاتا الخ

ج یہہ بیان خانصاحب بہادر کا دو وجہہ سے باطل ہے ایک اسوجہہ سے کہ منسوخ آیت پر ایک مسئلہ مستقل کو آپ قایم کرتے ہین یہہ صریح ناجایز ہے دوسرے یہہ کہ حدیث سے قطع نظر کرکے آپ مخص آیت پر اکتفا کرتے ہین اسحالت مین بہت سے احکام مفروضہ ہی باطل ہوسکتے ہین مثلاً قرآن مین اقیموا الصلوٰۃ بار بار آیا ہے اور کہین نہین بتایا گیا کہ ظہر کے اتنے رکعتین ہین اور فجر کی اتنی وغیرہ پس اگر حدیث سے قطع نظر کرین تو سارے ارکان نماز کی ادا کرنیسے قاصر رہین اسیطرح حلت وحرمت ماکولات مین بہی بہت سے ہدایتون کے ہم احادیث سے حاجت رکہتے ہین پہر احادیث سے قطع نظر کرکے ہم سارے فرایض کے ادا کرتے نہین اور کہان سے ہدایت پاسکتے ہین اسیطرح اس بحث وصیت مین بہی جبکہ احادیث صحیحہ مین اسکے احکام موجود ہین تو اونسے درگزر کرنیکی کیا وجہہ

(صفحہ ایضاً) قولہ قرآن مجید سے وصیت کرنا ایک فعل جایز ثابت ہوتا ہے جسکا مطلب یہہ ہے کہ وصیت کرنیوالے کے مرنیکے بعد اوسیطرح پر کیا جاوے جسطرح کے خود اوسنے اپنی زندگی مین مقرر کر دیا ہے الخ **ج** یہہ صریح باطل ہے اگر اوسطرح پر کیا جاوے جسطرح کہ خود اوسنے اپنی زندگی مین مقرر کر دیا تہا تو آیہ توریث کی پہر حاجت کیا رہی اور

اگر وصیت کرنیوالا اپنی زندگی مین بہت سے مستحقون کا مال بیگانون کو بانٹتا تہا تو خانصاحب بہادر
کی قاعدہ مقررہ کے بموجب اسکے مرنیکی بعد بہی مستحقون کو محروم رکہنا اور آیۂ توریث پر عمل نکرنا
لازم ہوگا یہہ آپنے عجیب اجتہاد کو کام فرمایا

(صفحہ ایضاً) قولہ پس قرآن مجید کے دونون آیتون کے ملانیسے نتیجہ یہہ نکلتا ہے
کہ مرنے والے نے اگر کوئی وصیت کی ہے تو اوسکا مال اوسکے وصیت کے مطابق
تقسیم کیا جائیگا الخ **ج** اگر اوسکے وصیت کیمطابق تقسیم کیا گیا تو آیۂ توریث کی کچہہ حاجت
نرہی اور یہہ ممکن نہین ہے اور اگر وہ وصیت آیۂ توریث کے خلاف نتہی تو باوجود
نزول آیۂ توریث و تقرر عام قاعدہ وراثت وصیت فضول قرار پای پہر وصیت سے
فایدہ کیا ہوا پس نسخ آیت وصیت بہرحال ثابت ہے اور آپ ہی تو اقرار کرتے ہین
کہ اتنی بات بلاشبہہ تسلیم کے لایق ہے کہ آیۂ توریث کے نازل ہونیکی بعد جو شدید
ضرور وصیت کی تہی وہ باقی نہین رہی کیونکہ ایک عام قاعدہ مقرر ہوگیا اور ہر شخص نے
جان لیا کہ میرے بعد میرے اقربا مین اسطرح مال تقسیم ہوجائیگا الخ مشکل یہہ ہے کہ خانصاحب
بہادر کو اپنی پچہلی بات یاد نہین رہتی ہے اب یہہ قول آپ کا کہ پس دونون آیتونکا
حکم بحال اور قایم ہے (دیکہو آخر اسی صفحہ کا) بے اصل ہوگیا یا نہین

(صفحہ ۲۱۶) قولہ منقول ہے کہ ایکدفعہ رسول خدا صلعم سعد ابن مالک کی بیماری
مین خبرگیری کو تشریف لیگئے سعد بن مالک نے عرض کیا کہ مین اپنے کل مال کی وصیت کردون
یعنے سوائے اپنے قرابتمندون کے اورون کیلئے جیسا کہ حدیث کے مضمون سے پایا جاتا ہے
آپنے فرمایا کہ نہین اونہون نے کہا کہ نصف مال کی وصیت کرون آپنے فرمایا کہ تہائی کے
اور تہائی ہی بہت ہے اگر تو اپنے وارثون کو دولتمند چہوڑے تو اوس سے بہتر ہے کہ انکو
مفلس چہوڑے اور وہ لوگونکے سامہنے ہات پہیلا کر خیرات لیتے پہرین ایک اور روایت
مین ہے کہ حضرت عایشہؓ سے ایک شخص نے پوچہا کہ مین اپنے مال کی وصیت کردینا
چاہتا ہون یعنے سوائے اولاد کے حضرت عایشہ نے پوچہا کہ تیرے پاس کتنا مال ہے
اور کتنی اولاد ہی اوسنے کہا کہ تین ہزار درہم مین اور چار اولاد ہین حضرت عایشہ نے فرمایا
کہ یہہ تو بہت مال نہین ہے بہتر ہے کہ اپنی اولاد کیلئے رہنے دے اور روایتون مین ہے کہ حضرت
علیؓ فرماتے تہے کہ مین پانچوین حصہ مال کے وصیت کرنیوالے کو جو تہائی مال کی وصیت

کرنیوالے سے اور جو تہائی مال کی وصیت کرنیوالے کو تہائی مال کی وصیت کرنیوالے سے زیادہ پسند کرتا ہون اور جسنے کہ تہائی مال کی وصیت کردی اوسنی تو کچھہ چھوڑا ہی نہین حسن بصری نے چھٹے حصہ یا پانچوین یا چوتھے تک کی وصیت کو پسند کیا اور اوس زمانہ کے لوگ کثر پانچوان حصہ یا چوتھا حصہ وصیت کرتے تھے یہہ سب روایتین اگر صحیح تسلیم ہون تو بھی انسے ناجوازی وصیت کی ثلث سے زائد کے نسبت ثابت نہین ہوتے بلکہ ان روایتون سے صرف صلاح اور فہمایش پائی جاتی ہے جسکی نسبت خود خدا نے قرآن مجید مین فرمایا ہے کہ اگر کوئی دیکھے کہ وصیت کرنیوالا کسیکے حقمین ظلم اور زیادتی کرتا ہے تو اوسکو سمجھا دے وصیت کو کسی قید سے مقید کرنیسے بداخلاقی اور ظلم کی بندش نہین ہوسکتی جبکہ ہبہ کرنیمین کچھہ قید اور بندش نہین ہے وصیت اور ہبہ درحقیقت ایک شے ہے صرف اتنا فرق ہے کہ ہبہ عطا بالفعل ہے اور وصیت عطا بعد الموت حدیث فلا وصیۃ لوارث کو تسلیم کرنیکے بعد بھی وارث کے حقمین وصیت کا بطلان تسلیم نہین ہوسکتا کیونکہ نفی ضرورت کی طرف ہوگی نہ نفس وصیت کے بطلان کیطرف علاوہ اسکے حدیث سے نسخ حکم قرآن کسیطرح تسلیم نہین ہوسکتا الخ

ج

ابہی صفحہ ۱۷۵ مین آپ فرما چکے ہین کہ دوسرے یہہ ثلث مال سے زیادہ مین وصیت جائز نہین جو کچھہ فقہا نے اپنے اجتہاد سے یا کسی حدیث کے بنا پر مسئلہ ٹہرایا ہے اوسمین بحث ضرور نہین کیونکہ وہ بحث حدیث کی صحت و غیر صحت پر جا پڑتی ہے لہٰذا اور یہان پر آپ ہی اتنی حدیثین نقل کرکے اپنے ثبوت مطلب پر استدلال کیا جاتا ہے یہہ عجیب بات ہے کہ خانصاحب بہادر کو تو حدیثین سند پیش کرنا جایز ہے اور دوسرونکو ناجائز یا یہہ کہ خانصاحب بہادر کے ثبوت دعوے کیواسطے تو حدیثین قابل سند ہین اور دوسرون کیواسطے قابل سند نہین ہین پر اگر اسیکو تسلیم کرلیا جاوے تو یہہ حدیثین آپہی خانصاحب بہادر کے دعوے کا ابطال کرتے ہین اور انسے ثابت ہے کہ ثلث مال سے زیادہ مین وصیت جایز نہین اور یہی اوسکے حد قایم ہوچکے ہے اور یہی فقہاے اسلام کا قول نقل کرکے اوسکے تردید مین آپ نے یہہ حدیثین پیش کے تہین حالانکہ اونسے بہی وہی مطلب ثابت ہوا جو فقہاے اسلام نے قرار دیا ہے یعنے جب ثلث مال تک کی حد قرار پاگئے تو اب وصیت لاحاصل ہے اور آپ جو فرماتے ہین کہ ان روایتون

سے صرف صلاح اور فہمایش پائی جاتی ہے الخ لیکن جب قطعی فیصلہ اوسکے حد کا ثلث مقدار تک ہو گیا تو اب صلاح و فہمایش کے لئے گنجایش کہان باقی رہی پہر آپ فرماتے ہین کہ جبکہ ہبہ کرنے مین کچہہ قید نہین ہے وصیت اور ہبہ درحقیقت ایک شئے ہے الخ یہہ آپکا قیاس دو وجہہ سے غلط ہے اول یہہ کہ ہبہ کے لئے کوئی مقدار معین نہین ہے دوسرے یہہ کہ ہبہ جو کہ زندگی مین ہوتا ہے اوسکے لئے یہہ گنجایش ہے کہ اگرچہ اوسمین کچہہ زیادتی کی جائے پہر اوسقدر بہم پہونچانا اور فراہم کرلینا ممکن ہے برخلاف وصیت کے کہ پہر اسکا امکان باقی نہین رہتا ہے اسوجہہ سے وصیت اور ہبہ ایک شئے نہین ہے جو جائے انکہ درحقیقت پہر آپ فرماتے ہین کہ حدیث فلا وصیت لوارث کو تسلیم کرنیکے بعد بہی وارث کے حقمین وصیت کا بطلان تسلیم نہین ہو سکتا کیونکہ نفی ضرورت کیطرف منسوب ہو گی نہ نفس وصیت کے بطلان کیطرف الخ یہہ عجیب بات ہے باوجود وراثت اور باوجود نزول آیۂ توریث وارث کے حق مین وصیت کی حاجت کیا رہے پہر اوسکا بطلان تسلیم نہونیکے کیا وجہہ اور نفی ضرورت ہی بطلان وصیت کی دلیل ہے ورنہ اسکی حاجت نہتی کہ یہ لفظ وصیت بہی صفحۂ عالم سے معدوم کر دیا جائے

(**صفحہ ۲۱۸**) **قولہ** ایت ۱۷۹ یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام اس آیت مین جو یہہ حکم ہے کہ تمپر روزہ لکہا گیا جسطرح کہ تمسے پہلون پر لکہا گیا تہا اسکا مطلب قرار دینے کو چار باتون کی تنقیح چاہئے اول یہہ کہ اون روزون مین سے کونسے روزے مراد ہین دوسرے یہہ کہ تمسے پہلون سے کون لوگ مراد ہین تیسرے یہہ کہ اون پہلون پر کون سے روزے لکہے گئے تہے چوتہے یہہ کہ جسطرح کے لفظ سے کس بات مین تشبیہہ مراد ہے پہلی بات کی نسبت مفسرین مین اختلاف ہے معاذ و قتادہ و عطا اور موجب ایک روایت کی ابن عباس کے نزدیک یہہ روزے ایام بیض کے اور روزہ عاشورہ کا تہا — اور ایک روزہ وہ تہا جو دسوین محرم کو رکہا جاتا تہا اور اکثر محققین کے نزدیک جنمین ابن عباس اور حسن اور ابی مسلم بہی شامل ہین ان روزون سے رمضان ہی کے روزے مراد ہین الخ

(**صفحہ ۲۲۱**) **قولہ** ان دونون رایون مین سے کوئی رای بہی تسلیم کیجائی اوسکا نتیجہ

کسی نہ کسی آیت کا منسوخ ماننا ہوگا کیونکہ جو لوگ یہہ کہتے ہین کہ لفظ رمضان سے رمضان کے سوا اور روزے مراد تہے تو اونکو تسلیم کرنا پڑیگا کہ جس آیت مین خاص رمضان کے روزونکا ذکر ہے اوس سے پہلی آیت منسوخ ہوگئی اور جو لوگ کہتے ہین کہ لفظ صیام سے رمضان کے روزے مراد ہین تو وہ یہہ تسلیم کرتے ہین کہ جس آیت مین روزہ رکہنے یا فدیہ دینے کا حکم تہا وہ رمضان کے روزونکی آیت سے جسمین یہہ اختیار نہین رہا منسوخ ہوگئی ہے اسطرح پر ناسخ و منسوخ ماننے مین یہہ مشکل پیش آتی ہے کہ ایسی آیتونکو جو بالکل متصل اور سلسلہ وار ہین کسطرح ایک کو دوسریکا ناسخ تسلیم کرین اسکا جواب یہہ دیا گیا ہے کہ تلاوت مین آیتونکا متصل ہونا اسبات کا مستلزم نہین ہے کہ وہ اسیطرح متصل نازل بہی ہوئی ہون بلکہ ایسا ہی ہے کہ منسوخ آیت نزول مین اول ہے اور ناسخ بعد مگر تلاوت مین ناسخ مقدم ہوگئی ہے اور منسوخ بعد والانکو فیہ نظر الخ **ج** ایسا ہی کیون ہوگا مگر یہہ آیت تو اسکے بعد کے آیت سے منسوخ ہوئی ہے اور متصل ہونیسے یہہ لازم نہین آتا کہ ان دونون آیتون کی نزول مین ایک مدت کا تفاوت نہوا ہو واضح ہو کہ یہی اعتراض اس آیت پر نصرانے علمانے بہی کیا ہے ہدایت المسلمین کے باب اختلافات مین دیکہو

(**صفحہ ایضاً**) **قولہ** دوسری بات کی نسبت مفسرین نے ایک مبہم بات لکہہ دی ہے تفسیر معالم التنزیل مین لکہا ہے کہ من قبلکم سے مراد من الانبیاء والامم ہے اور تفسیر بیضاوی مین لکہا ہے کہ من قبلکم یعنے الانبیاء والامم من لدن آدم مگر یہہ بیان محض ناکافی ہے کیونکہ صاف بتانا چاہئے کہ من قبلکم سے کونسی نبی یا کونسی امت مراد ہے اسواسطے کہ اسبات کا کچہہ ثبوت نہین ہے کہ حضرت آدم سے آنحضرت صلعم تک کوئی نبی اور کوئی امت ایسی نہین گزری جسپر روزہ فرض نہوا ہو اسلئے اوس امت کا تعین کرنا ضرور ہے الخ **ج** سب انبیاء سلف اور اونکی امتون کی تفصیل بہت طول ہوجاتی اور یہان تو تاریخ لکہنا مرکوز نہ تہا اسلئے طرز اختصار اسیکا مقتضی ہوا کہ علے الذین من قبلکم پر اکتفا کیا جائے

(**صفحہ ۲۲۲**) **قولہ** تیسرے بات کی نسبت مفسرین نے یہہ دو انصار سے لے کے روزونکا ذکر کیا ہے اور لکہا ہے کہ یہود و نصارے پر بہی خداتعالے نے رمضان کے

روزے فرض کئے تھے نصارے نے اوس مہینے کو بدل کر معین موسم مین روزونکا
رکھنا مقرر کیا اور اس تبدیل کے معاوضہ مین دس روزے بڑہا دئے اوسکے بعد اونکا
کوئی بادشاہ بیمار ہوا اور اوسکے اچھے ہونیکے لئے سات روزونکی نذر مانی جب وہ
اچھا ہوا تو سات روزے اور بڑہا دئے سینتالیس ہو گئے پھر اونمین ایک بادشاہ
ہوا اوسنے کہا کہ تین روزونکے چھوڑنیسے کیا فائدہ ہے اسلئے اونہون نے پورے
پچاس کر لئے بعضون نے لکھا ہے کہ نصارے احتیاطاً رمضان کے اول اور
رمضان کے بعد بھی ایک ایک روزہ رکھتے تھے تاکہ رمضان کے مہینے مین کچھہ نقصان
نہ پڑے اونکے بعد کے لوگ اسیطرح بڑہاتے گئے یہانتک کہ پچاس تک نوبت پہونچ
گئی اور بعضونکا یہہ قول ہے کہ دو بادشاہ نصارے کے مر گئے تھے اسلئے اونہون نے
رمضان سے پہلے دس روزے اور رمضان کے بعد دس روزے اور بڑہا لئے
ایک اور روایت بیان کی گئی ہے کہ خدا تعالے نے رمضان کے روزے یہود
و نصارے پر فرض کئے تھے یہودیون نے اوسکو چھوڑ دیا اور بجائے اوسکے
برس بہر مین صرف ایک روزہ اوسدن رکھنا اختیار کیا جسدن مین فرعون کا غرق
ہونا وہ خیال کرتے تھے اور اوس دن کے اختیار کر نیمین بھی اونہون نے
غلطی کی کیونکہ فرعون دسوین محرم کو غرق ہوا تہا یہہ تمام اقوال مفسرین کی ایسی لغو
اور بیہودہ بیان جیسے کہ اونکی اور باتین متعلق قصص و حکایات کے لغو و بے بنیاد ہوتے
ہین جنکی نہ کوئی سند ہوتی ہے اور نہ کوئی ثبوت ہوتا ہے یہود و نصارے کے
روزونکے حالات جو اونکی کتابون سے معلوم ہوتی ہین وہ حسب تفصیل ذیل
ہین کتاب خروج باب ۳۴ درس ۲۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت موسی
کوہ سینا پر تھے تو چالیس دن اور چالیس رات وہان رہے اور نہ روٹی کہائی
نہ پانی پیا توریت کی کتاب استثنا باب ۹ درس ۹ و ۱۸ و ۲۵ کی تفسیر ہنری اسکاٹ
مین نہ روٹی کہانے اور نہ پانی پینے کی نسبت لکھا ہے کہ لوگون کی معصیت کیوجہہ سے
موسے نے دوسری دفعہ چالیس دن کا روزہ رکہا تہا اور بعضون نے یہہ نتیجہ نکالا
ہے کہ حضرت موسے نے تین مرتبہ چالیس چالیس دن کا روزہ رکہا ۔ کتاب لویان
کی جو توریت کی تیسری کتاب ہے باب ۱۶ ورس ۲۹ و باب ۲۳ ورس ۲۷

و۹ ۲ سے پایا جاتا ہے کہ یہودیون پر ساتوین مہینے کی دسوین تاریخ کفارہ کے روزے
رکہنے کا حکم تہا اور اسمین لکہا ہے کہ جو کوئی اوسدن روزہ نہ رکہیگا اپنی قوم سے منقطع
ہوجائیگا اور اعمال حواریان باب ۲۷ ورس ۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی بہی یہہ
روزہ رکہا کرتے تہے انجیل لوقا باب ۱۸ اورس ۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ فروسی ہفتہ
مین دو دن روزہ رکہا کرتے تہے الخ ج جے ال اسکاٹ مفسر انجیل نے لکہا ہے
کہ فریسی ہفتہ مین دو دن یعنے دوشنبہ اور پنجشنبہ کو روزہ رکہتے تہے (دیکہو لوقا ۱۸ باب
۱۲ کی تفسیر) مگر یہہ روزے فرض روزون مین سے نہتے اور قرآن کی اس آیت
مین کما کتب علی الذین من قبلکم سے فرض روزونکا ذکر ثابت ہے اور یہہ فرض روزے
یہود و نصارے مین اون سب روزونمین سے جو خانصاحب بہادر نے صفحہ ۲۲۵ تک
لکہے ہین ایک بہی نہین ہے چنانچہ خود خانصاحب بہادر نے بہی صفحہ ۲۲۵ مین قرار
فرمایا ہے کہ جسقدر روزونکا بیان ہے وہ سب روزے کیا یہودی مذہب مین اور
کیا عیسائی مذہب مین فرض روزے نہین معلوم ہوتے بلکہ بطور نفل روح کے تزکیہ
اور عبادت کا ثواب حاصل کرنیکے لئے معلوم ہوتے ہین انتہے پس تفسیر لکہنے کا
حق یہہ تہا کہ بہ ثبوت مطلب آیہ موصوفہ قرآن اہلکتاب مین روزونکا فرض ہونا ثابت
کرتے اب مجہہ سے سنئے کہ اہل یہود مین فرض چالیس روزے ہین اگرچہ اہل یہود
اونمین کا فقط آخری روزہ بطور فرض ادا کرتے ہین مگر ان روزونکا فرض ہونا
اس دلیل سے ثابت ہے کہ وہ اونمین بطریق استمرار قدیم سے برابر جاری ہین
دوسرے یہہ کہ اون روزونکا تاریخہائے مقررہ سے ہر سال تجاوز نکرنا اسکی علامت
ہے کہ خدا نے اونہین مقرر کردیا ہے ایک اور شناخت فرض ہونے روزونکی یہہ بہی
ہے کہ خدا پرستون مین کوئی عبادت نفل نہین ہے جسکے اصل فرض ہونیسے نہ قایم
ہوئی ہو اور اگر یہہ نہین تو وہ ضرور بدعت ہوگی مثلاً طریقہ نماز نفل اوسوقت
معلوم ہوا جب اوسے بطور فرض ادا کیا تہا اسیطرح اہلکتاب مین نفل روزونکا
دستور بہی ثابت کرتا ہے کہ بطور فرض ادا کرنیکی حالت مین وہ کیفیت صوم سے
آگاہ ہوئی تہی اور اگر اونہین روزے کبہی فرض نہین کئے تہے تو اونہین روزہ رکہنے
کا طریق کسنے سکہلایا علاوہ اسکے جب تک کوئی عبادت فرض نہوئی ہو تو اوسمین طریقہ

نفل جاری ہونیکی کیا وجہہ کیونکہ نفل اوسیکو کہتے ہین جو فرض سے زیادہ کیا جاے اور صفحہ ۱۳۲ مین خانصاحب بہادر نے یہی لکہا ہے کہ توریت مین جہان روزہ رکہنے کا حکم ہے وہان ہی حضرت موسےؑ نے بنی اسرائیل سے کہا ہے کہ اپنی روحونکو بتلا کرو عبری زبان کے قدیمی محاورہ کے موافق روح کے بتلا کرنے سے روزہ رکہنا مراد ہوتا ہے انتہے تیسرے یہہ کہ پہلا روزہ جسے وہ کپور کہتے ہین فرض ترین جاننا اون چالیسون روزونکے فرض ہونیکی علامت ہے کیونکہ یہہ فرض ترین روزہ بہی تو اونہین چالیس روزون مین سے ایک ہے نہ یہہ کہ اونکے علاوہ پس ماہ صیام اہل یہود جو چالیس روزون پر مشتمل ہے تاریخ یکم ماہ ایلول سے جو باندک تفاوت مطابق ماہ سمبر انگریزی ہے شروع ہوتا ہے اور دہم ماہ تشرین یا تسری کو ختم ہوجاتا ہے اور اسکا پچہلا روزہ کپور ہے یہودیون نے شرعی حیلے نکالکر چالیس دنکی تکلیف سے بچنے کیلئے فقط پچہلے روزے پر اکتفا کیا کیونکہ یہودیونکا روزہ شام سے شام تک ہوتا تہا یہہ ایسی بات ہے جیسے مسلمانون مین بعض دولتمند ستر کا پہلا روزہ رمضان کا رکہہ لیتے اور سمجہتے ہین کہ تمام ماہ رمضان کے روزہ دار ونمین ہمارا شمول ہوگیا اور انہین یہودی روزون کے دستور پر نصاریٰ بہی چالیس روزے رکہتے ہین مگر جسطرح نصاریٰ نے یہودی سبت کے بدلے یکشنبہ کو اپنا سبت قرار دیا اسیطرح ماہ صیام بہی اپنا نصاریٰ نے بغرض خوبے واعتدال موسم ماہ فروری آخر سے شروع کیا یعنے اس مہینے مین جو اخیر چار شنبہ آتا ہے اوسیدن سے اپنا رمضان شروع کرتے ہین اس مدت کو لینت کہتے ہین اسکا پہلا دن آش وینڈنیز کہلاتا کیونکہ اوسدن اپنے سرونپر آش یعنے راکہہ ڈالتے تہے یہہ اسلئے کہ چونکہ وہ ایام مدت صیام خدا سے دل لگانے اور حصول قرب بارگاہ الٰہی کا وسیلہ ہوتے ہین گویا ہر وقت خدا کے حضور روزہ دار حاضر رہتا ہے اسوجہہ سے قدیم یہودی دستور کے بموجب باقرار معصیت وباظہار پشیمانی غمزدہ صورت بناتے اور اپنے سر پر خاک ڈالتے تہے اور اظہار پشیمانی اور اقرار نافرمانی کیوقت روزہ مین ٹاٹ اوڑہنے اور خاک پر بیٹہنے اور سر پر خاک ڈالنے کا دستور مجموعہ توریت مین اکثر مذکور ہے (یسعیاہ ۵۸ باب ۵) اسکے سوا آپ نے مفسرین اسلام کے اون قیاسات پر جو مشعر تعین ماہ صیام

نصاریٰ کے لئے کچہہ ملامت کی ہے یہہ ملامت آپ کی بوجہہ نادانستگی و عدم واقفیت حال
ہر آینہ قابل درگزر اور ناقابل تعرض ہے اور اصل حال یہہ ہے کہ نصاریٰ مین
انضباط قواعد عبادات اور تقرر احکام شرایع وغیرہ مین سلاطین اور ارکان سلطنت
کی دست اندازی قدیم سے ہوتی چلی آئی ہے چنانچہ ہندوستان مین ہر مشن کے جداگانہ
طریق عبادت پر نظر کرنیسے میرے اس قول کی صداقت دریافت ہو سکتی ہے اور
مرات الصدق مولفہ پادری ہیڈیلی و ترجمہ طامس انگلس باتفاق پادری مریا انجلو مطبوعہ
گوالیار ۱۸۵۱ء صفحہ ۲۵ — ۲۹ تک لکہا ہے کہ بادشاہ ہنری ہشتم نے بار بار
نصرانی طرز عبادت کو بدلا آخر کو قریب وفات پہر اوس بادشاہ نے ایک مستقل
نقشہ عبادت کا بنایا اور جو اوسپر عمل نکرے تو اوسے زندہ جلایا جانا سزا تہی اوسکے بعد
وہ نقشہ عبادت کا پارلیمنٹ کے احکام سے ۱۵۴۷ء مین بدلا گیا اوسکے ایک سال بعد
۱۵۴۸ء مین بادشاہ اڈورڈ ششم نے ایک اور نقشہ عبادت کا بنایا اور ۱۵۵۳ء مین پہر
طرز عبادت بدلا گیا اور ۱۵۵۹ء مین ملکہ الزبتہہ نے عبادت کا طرز بدلا اور ۱۶۰۳ء
مین بادشاہ جمس اول نے پہر عبادت کا طرز بدلا اور ۱۶۶۲ء مین بادشاہ چارلس
دوم نے پہر اوسے تبدیل کیا اور ۱۶۸۹ء مین پہر طرز عبادت بدلنے کی تجویز ہوئی
مگر ناتمام رہی انتہے پس ان باتون پر نظر کر کے جتنے مختلف اقوال علماء اسلام درباب
تعین ایام صیام نصاریٰ آپ نے لکہی ہین اونمین سے کوئی بہی خلاف واقعہ
نخیال کرنا چاہئے اور چونکہ اہل یہود شام سے شام تک روزہ مین بے آب وطعام
رہتے تہے اسوجہہ سے چالیس روزونکا پورا کرنا اونہین دشوار تہا حقتعالے نے مسلمانون
کیلئے اوسمین آسانی کر دی کہ رات کو احکام روزہ سے اونہین معاف رکہا اسیلئے
فرمایا کہ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ہدیکم ولعلکم تشکرون

(صفحہ ۲۲۵) قولہ چوتہی بات کی نسبت بہی مفسرین مین اختلاف ہے جن لوگونکی
یہہ رائے ہے کہ لفظ کما کی تشبیہہ سے روزون کے عدد مین مشابہت مراد تہی اونکی رائے
کی غلطی تو صریح ظاہر ہے کیونکہ یہود اور نصاریٰ پر نہ ایام بیض کے روزونکا فرض
ہونا پایا جاتا ہے نہ رمضان کے تیس یا انتیس روزونکا اور جن لوگونکی یہہ رائے ہے
کہ اس تشبیہہ سے روزے کی مدت مین مشابہت مراد ہے یعنے جس وقت سے جس وقت

تک یہودی روزہ رکہتے تہے اوسیوقت سے اوسیوقت تک مسلمانونپر بہی روزہ فرض ہوا ہے یہہ رائی بہی صحیح نہین معلوم ہوتی اسمین کچہہ شک نہین کہ یہودی افطار کے ختم ہونیکے بعد روزہ کہولکر کچہہ کہا پی لیتے تہے اور پہر اوسی وقت سے اونکا روزہ شروع ہوجاتا تہا اور اسیوجہہ سے توریت و انجیل مین دن رات کا روزہ کہنا بیان ہوا ہے کیونکہ رات بہی روزہ مین داخل تہی مسلمان بہی اون باتون مین جنکی نسبت کوئی خاص حکم نہین ہوتا تہا اکثر یہودیون کی پیروی کرتے تہے اور اسلئے وہ بہی یہودیون کیطرح روزہ رکہتے تہے لیکن کوئی حکم خاص اسطرح پر روزہ رکہنے کا مسلمانون کیلئے نہا کما کے لفظ کیا تہہ جو اس آیت مین ہے کوئی ایسا اشارہ نہین ہے جس سے معلوم ہو کہ یہہ مشابہت روزہ کی مدت مین تہی اس آیت مین صرف اسقدر بیان ہوا ہے کہ جسطرح تمسے اگلونپر روزے مقرر کئے گئے تہے اوسی طرح تمپر مقرر کئے گئے ہین اور اس تشبیہ مدت مین مشابہت قرار دینے کے کوئی دلیل نہین ہے اکثر مفسرین کی یہہ رائے ہے کہ صرف نفس فرضیت مین تشبیہ مراد ہے چنانچہ تفسیر کبیر مین زجاج کا قول لکہا ہے کہ موضع کما نصب علی المصدر لان المعنی فرض علیکم فرضا کالذی فرض علے الذین من قبلکم اور ابو علی کا قول لکہا ہے کہ ہو صفۃ لمصدر محذوف تقدیرہ کتابۃ کما کتب علیہم محذوف المصدر واقیم نعتہ مقامہ مگر جبکہ یہہ بات ابتک ثابت نہین ہوئی کہ درحقیقت خدا کیطرف سے یہودیون اور عیسائیون پر روزے فرض تہے تو کما کے لفظ سے نفس فرضیت مین بہی تشبیہ کیونکر ہوسکتی ہے

الحج اسی لفظ کما کی بحث مین آپ نے فرمایا ہے کہ اس آیت مین صرف اسقدر بیان ہوا ہے کہ جسطرح تمسے اگلون پر روزے مقرر کئے گئے تہے اسیطرح تمپر بہی مقرر کئے گئے ہین اسنے بس فرض ہونا اور کسی کہتے ہین اگر مسلمانونپر روزے رمضان کے فرض کئے گئے ہین تو آپ خود فرماتے ہین کہ اسیطرح اگلونپر روزے مقرر کئے گئے تہے جس سے مطلب یہہ کہ فرض کئے گئے تہے کیونکہ بقول آپکے آیت مین اسقدر بیان ہوا ہے

(صفحہ ۲۲۶) قولہ کما کے لفظ سے نہ عدد مین تشبیہ مراد ہے نہ مدت مین اور نہ نفس فرضیت مین بلکہ صرف سبب صیام مین تشبیہ مراد ہے زمانہ نزول وحی مین حضرت

موسیٰ نے چالیس دن پہاڑ مین اور حضرت عیسیٰ نے چالیس دن بیابان مین بسر کئے توریت وانجیل دونون سے پایا جاتا ہے کہ اون دنون مین وہ روزہ دار تہے بعد کو اونکی امت نے اونکی متابعت کے خیال سے اون دنون مین ہر سال روزے رکہنے اختیار کئے تہے آنحضرت صلعم نے ماہ رمضان کو جو نزول وحی کا مہینہ تہا کوہ حرا مین بسر کیا اور آپ ہی اوس زمانہ مین روزہ دار تہے پس خدا نے فرمایا کہ جسطرح یہودیون اور عیسائیون نے متابعت اپنے نبی کے اوس زمانہ مین روزے اختیار کئے تہے اوسیطرح تم ہی اختیار کرو الخ ج یہان بہی خالقصاحب بہادر سے کئی غلطیان واقع ہوئی ہین اول یہہ کہ ماہ رمضان مین قرآن آنحضرت صلعم پر نازل نہین ہوا تہا بلکہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اوتارا گیا تہا وہان سے آیت آیت حسب حال نازل ہوتی رہی پس قرآن تیئس ۲۳ برس تک نازل ہوتا رہا ہے نہ یہہ کہ فقط ماہ رمضان مین اور ابتدائے نزول وحی آنحضرت صلعم پر آٹہوین تاریخ ماہ ربیع الاول کی تہی نہ یہہ کہ ماہ رمضان کی چنانچہ کہا ابن عبد اللہ نے کہ دوشنبہ کے دن آٹہوین تاریخ ربیع الاول کو اکتالیسوین برس عام الفیل سے اوٹہایا اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم کو ساتہہ رسالت کے تمام خلق کیطرف الخ (قرۃ العیون شرح سرور المحزون جلد اول حصہ اول صفحہ ۶۸) دوسرے یہہ کہ اگر اسوجہہ سے کہ ماہ رمضان مین آنحضرت غار حرا مین روزہ دار تہے مسلمانونکو روزہ رکہنے ماہ رمضان کا حکم ہوا ہے تو ضرور تہا کہ نبوت کے سال اول مین روزے رکہنے کا حکم ہوتا کیونکہ اوسکے بعد پندرہ برسون تک اس حکم مین توقف ہونیکی کوئی وجہہ نتہی اور روزے تو سال دوم ہجری مین فرض ہوئے ہین (ایضاً جلد ۱ حصہ ۲ مطبوعہ ۱۲۹۵ ہجری صفحہ ۳۵) تیسرے یہہ کہ آپ فرماتے ہین کہ خدا نے فرمایا کہ جسطرح یہودیون اور عیسائیون نے بمتابعت اپنے نبی کے اوس زمانہ مین روزے اختیار کئے تہے اوسیطرح تم ہی اختیار کرو انتہے اور مین یہہ بہی آپ نے لکہا ہے کہ اونکی امت نے یعنے یہود و نصاریٰ نے اونکی متابعت کے خیال سے ہر سال روزے رکہنے اختیار کئے تہے انتہے جس سے ثابت ہے کہ یہود و نصاریٰ نے یہہ روزہ داری اختیار کی تہی خدا نے اونہین حکم نہین دیا تہا اور صفحہ ۲۲۵ مین آپ لکہہ چکے ہین کہ

جسطرح تمے اگلون پر روزے مقرر کئے گئے تہے الخ اور یہان سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے وہ روزے مقرر کئے تہے اور فی الحقیقت اگر خدا نے اونہین روزہ رکہنا نہ بتایا ہوتا تو وہ کیا جانتے کہ روزہ کسے کہتے ہین اور جب خدا نے اونکے واسطے روزے مقرر کئے تہے تو یہہ اونپر صریح بہتان ہے کہ امت نے اونکی متابعت کے خیال سے اون دنونمین ہر سال روزے رکہنے اختیار کئے تہے اوسکے بعد خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ مین اس بات کو تسلیم نہین کرتا کہ ان آیتون مین سے کوئی آیت منسوخ ہے اور اسکے واسطے چند معمولی دلائل لکہے ہین اسکا جواب اسیقدر کافی ہے کہ مفسرین اسلام ہی جنہون نے پہلے آیت کا منسوخ ہونا لکہا ہے یہہ فضول دلائل جو آپ نے لکہے ہین جانتے تہے مگر انے اوس آیت کا غیر منسوخ ہونا اونکے نظر مین ثابت نہوا اور اس بحث سے کوئی بڑا مطلب ہی متعلق نہین ہے بجز مباحثہ ناسخ و منسوخ کی جسکا فیصلہ پیشتر ہو چکا ہے

(**صفحہ ۲۲۹**) **قولہ** بعض ملکونمین کبہی دن اتنا بڑا ہو جاتا ہے کہ انسان کے طاقت سے روزہ رکہنا خارج ہوتا ہے جیسے کہ عرض تسعین مین جہان چہہ مہینے کا دن ہوتا ہے اور عرض ستین مین جہان بعض موسمون مین غروب اور طلوع مین اسقدر فاصلہ ہوتا ہے جسکی نسبت یہہ کہا جا سکتا ہے کہ رات ہوتی ہی نہین پس خدا تعالے نے ان تمام حالات کے لحاظ سے جو اوسکے علم مین تہے نہایت عمدہ ترتیب سے جو فطرت انسانی کی بالکل مطابق ہے یہہ حکم دیا ہے کہ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین پہر اوسکو شخص دون شخص سے مقید کرنا ایک غلطی اور زیادتی علی الکتاب ہے الخ **ج** اتنا بڑا دن خود مانع صوم ہے صایم نے کیا خطا کی ہے جو طعام مسکین دہی کیونکہ فدیہ کے لئے خطا کا سرزد ہونا مقدم ہے اور جبکہ اتنی بڑی دنمین کوئی روزہ رکہہ نہین سکتا اور نہ خدا نے اپنے بڑی روزے کا حکم دیا ہے تو فدیہ دینا لازم کب آتا ہے علاوہ اسکے وہ حدیث ہی آپ نے ملاحظہ کی ہے جسمین ایسی مقام مین گہنٹونکا حساب رکہنے کا حکم ہے

(**صفحہ ۲۳۰**) **قولہ** جسقدر کثرت سے یہود اور متقدمین عیسائی روزے رکہتے تہے اوس سے ظاہر ہے کہ اونکا خیال روزہ رکہنے سے تزکیہ نفس اور خدا کے

رضامندی اور خدا کی عبادت کا تہا ابتدائی زمانہ مین جبکہ انسان نے شائستگی
کیطرف میلان شروع کیا تہا تمام لوگونکو یہہ خیال تہا کہ خدا اپنی مخلوق سے نہایت
راضی ہوتا ہے اگر مخلوق قصداً اپنے بدن کو اپنی روح کو خدا کی خوشنودی کے
نیت سے تکلیف اور مصیبت مین ڈالے اسیوجہہ سے ہم دیکہتے ہین کہ بعض قومون نے
تکالیف شاقہ اپنے اوپر گوارا کی ہین کسینے ایک غار مین اپنی تمام زندگی بسر کردی
جب ہم ہند و جوگیون اور قدیم عیسائی فقیرونکی رہنے کی غار اور پہاڑون کے تنگ
و تاریک کہوئین دیکہتے ہین تو تعجب ہوتا ہے اور مذہبی خیالات کا جو غلبہ انسان پر
ہوتا ہے اوسکا اندازہ کیا جاتا ہے اور دیکہا جاتا ہے کہ اونہین خیالات کے سبب سے
انسان نے کسقدر تکلیفین اپنے اوپر گوارا کی ہین کوئی اپنا ہات اونچا کرکے سکہا
دیتا ہے کوئی بیٹہنا اور لیٹنا چہوڑ دیتا ہے اور تمام عمر کہڑے رہکر گزار دیتا ہے کوئی لذیذ
غذا کو چہوڑ دیتا ہے اور تمام عمر صرف نہایت حقیر اور کثیف غذا پر زندگی بسر کرتا ہے
کوئی پلنگ پر سونا اور شادی کرنا چہوڑ دیتا ہے جسکے بہت سی مثالین اب بہی ہمکو
ہزارون عیسائی ننونکے اور ننونمین دکہائی دیتی ہین - جب انسان کے دلمین
یہہ خیال پیدا ہوا کہ دیوتا یا خدا انکے جسمانی تکلیف سے راضی ہوتا ہے تو اوسوقت
روزہ نے مذہبی امر ہونے کا درجہ پایا ہوگا توریت مین جہان روزہ رکہنے کا حکم ہے
وہان بہی حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے کہا ہے کہ اپنی روحونکو مبتلا کرو عبری
زبان کی قدیمی محاورہ کی موافق روح کے مبتلا کرنیسے روزہ رکہنا مراد ہوتا ہے پس
کچہہ شبہہ نہین ہے کہ روزہ رکہنا اوسے خیال سے کہ خدا ریاضت بدنی سے راضی
ہوتا ہے مذہبی امر قرار پایا ہے محمد رسول اللہ نے اس خیال کو کہ خدا انکی ریاضت
بدنی یعنے جسم اور روح کو تکلیف مین ڈالنے سے راضی ہوتا ہے متعدد طرح سے باطل
کیا ہے اور فرمایا ہے کہ رہبانیت اسلام مین نہین ہے اسلئے یہہ خیال نہین ہوسکتا کہ
آنحضرت صلعم نے اس خیال پر رمضان کے روزونکا حکم دیا ہو - عرب کے لوگ
یہودیون اور عیسائیونکو دیکہتے تہے کہ خدا کی خوشی کرنیکے خیال سے اور اپنے پیغمبر
کی پیروی کے نظر سے روزہ رکہتے ہین آنحضرت صلعم نے بہی اوس رسم کو جاری
رکہنے کی ایک عمدہ اور آسان اور غیر مخالف فطرت انسانی کے طریقہ مین اجازت

دی الخ **ج** بت پرستون کے ریاضات شاقہ کی نظیر پیش کرنیسے آپکی غرض
یہہ ہے کہ روزہ کو بہی لوگ اسی قسم کی ناروا ریاضتونمین سے تصور کرین اور
صفحہ ۱۳۲ مین آپنے صاف صاف ہی لکھہ دیا ہے کہ نیم وحشی انسانون کو غذا سے
زیادہ کوئی خیر حظ دینے والی نہوگی جب انسان کے دلمین یہہ خیال پیدا ہوا کہ
دیوتا یا خدا انسان کی جسمانی تکلیف سے راضی ہوتا ہے تو اوسوقت روزہ نے
مذہبی امر ہونیکا درجہ پایا ہوگا انتہی اس ترتیب بیان یعنے دیوتا یا خدا سے و نیز بجہت
قدامت طریقہ بت پرستی جو اوسی تینون مذاہب خدا پرست پر حاصل ہے
خانصاحب بہادر نے روزہ در اصل شغل نا خدا پرستان ثابت کیا اور نہ فقط یہی
بلکہ نیم وحشی انسانونکا روزہ کو خاص شعار قرار دیا بایوجہہ کہ چونکہ نیم وحشی انسانون
کو غذا سب سے زیادہ مرغوب ہوتی ہے پس دیوتا یا خدا کو راضی کرنیکے لئے اس سے
زیادہ اظہار خلوص کی کوئی تدبیر نہتی کہ اپنی مرغوب ترشئے کو ترک کر دیا یعنے روزہ
رکہہ لیا کیونکہ نیم وحشی انسانون کے پاس کچہہ اسباب تو زک تو موجود نتہا جنمیں سے
کوئی شئے حالت ریاضت مین ترک کر دین بجز اپنی معمولی غذا کے جسے وہ جانورون
کی طرح بدقت تمام و مشقت مالا کلام بہم پہونچاتے تہے لیکن اب زمانہ تہذیب و شایستگی
مین اگر بے انتہا اسباب راحت مین سے ایک شئے مثلاً ہوا خوری کے لئے بگہی
پر چڑہنا جتنے روزون ترک کیا جائے وہی روزہ داری سمجہنا چاہئے اور اگر اون
نیم وحشیون کے پاس کہ انبیاء علیہم السلام بہی آپ کی نظر مین انہین مین سے
تہے یہہ میز کرسی اور جاکٹ پتلون اور شراب انواع و اقسام موجود ہوتین تو
انہین مین سے ایک شئے کا ترک کر دینا ثبوت روزہ داری کیواسطے کافی ہوتا
اور تمام دن بہوکا رہنے نہ پڑتا اسیوجہہ سے نصرانی لوگ بہی جنہین آپ اعلے درجہ کا
مہذب جانتے ہین روزہ مین دن کو دو تین بار ضرور تہوڑا کہا لیتے ہین اور نفیس
غذا مین تقلیل کر دینا اسیکو روزہ داری جانتے ہین لیکن میری نظر مین مشکل یہہ ہے
کہ جب قدیم لوگ جو غذا سے زیادہ کوئی خیر حظ دینے والی نہین جانتے تہے روزہ مین سارے
غذا ترک کر دینے کے باوجود نیم وحشی قرار پائی تو یہہ مہذب لوگ روزہ مین آدہے
غذا ترک کر دینے کے باوجود کیون نہ پورے وحشی سمجہے گئے کیونکہ انکی رغبت غذا

لو او ن نیم وحشیون سے بہی زیادہ ثابت ہوئی پس جب پوری غذا کا ترک کرنا نیم وحشیون کا نشان ہوا تو نیم غذا کا ترک کرنا پوری وحشی ہونیکا کیون نشان نہو گا اور اس ساری تقریر سے یہہ ثابت ہوا کہ روزہ رکہنا نہ فقط بت پرستون کا فعل ہے بلکہ نیم وحشی بت پرستونکا فعل ہے اور انبیا علیہم السلام بہی نعوذ باللہ انہین مین شمار کئی جاتی ہین دوسرے بات خانصاحب بہادر کی تقریر سے یہہ پیدا ہوئے کہ توریت وغیرہ اور قرآن یہہ کوئی آسمانی کتابین نہین ہین بلکہ ان لوگون کی جو پیشوا ہوئے بنائی ہوئی ہین اور یہہ مطلب عموماً سارے بیان اور خصوصاً ان فقرون سے بخوبی ثابت ہے بت پرستون نیم وحشیون سے روزہ کی بنیاد ثابت کر کے آپ لکہتے ہین کہ توریت مین جہان روزہ رکہنے کا حکم ہے وہان ہی حضرت موسےؑ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اپنی روحونکو مبتلا کرو ــ محمد رسول اللہ نے اِس خیال کو کہ خدا انسان کی ریاضت بدنی یعنے جسم اور روح کو تکلیف مین ڈالنے سے راضی ہوتا ہے متعدد طرح سے باطل کیا ہے اور فرمایا کہ رہبانیت اسلام مین نہین الخ یعنے موسوی اور نصرانی روزہ داری کو باطل کیا کیونکہ وہ بت پرستون نیم وحشیونکا طرز ریاضت تہا لیکن یہہ عجیب بات ہے کہ روزہ داری کو خانصاحب بہادر نے رہبانیت قرار دیا حالانکہ حضرت رسول اللہ صلعم نے روزہ داری نصارے کو رہبانیت نہین فرمایا تہا پہر آپ لکہتے ہین کہ عرب کے لوگ یہودیون اور عیسائیون کو دیکہتے تہے کہ خدا کو خوش کرنیکے خیال سے اور اپنے پیغمبر کی پیروی کی نظر سے روزہ رکہتے ہین آنحضرت صلعم نے بہی اسرسم کے جاری رکہنے کی اجازت دی الخ مطلب یہہ کہ مسلمانونکو یہود و نصاریٰ کے روزہ داری کیطرف راغب دیکہہ کر بمصلحت وقت اور تالیف قلوب کے واسطے آنحضرت صلعم نے بہی اجازت دی لیکن خانصاحب بہادر کی یہہ ساری بناوٹین فضول ہین جبکہ حقتعالے فرماتا ہے کہ کما کتب علے الذین من قبلکم جس سے ثابت ہے کہ اگلون پر بہی خدا ہی نے روزے فرض کئے تہے اور مسلمانون پر بہی خدا ہی نے روزے فرض کئے ہین چنانچہ خود خانصاحب بہادر کے اِس فقرے سے کہ توریت مین جہان روزہ رکہنے کا حکم ہے الخ کما کتب علے الذین من قبلکم کا مطلب صاف ظاہر ہو جاتا ہے اب جبتک کہ خانصاحب بہادر توریت کو انسانی تصنیف نہ ثابت کردین فرضیت روزہ کا ابطال

نہین ہوسکتا ہے اور چونکہ روزہ ہی کی اصل حقیقت مین آپ کی کوئی دلیل صحیح نہ نکلی پہر نہ روزہ رکہنے والون نا توانون کی فدیہ وکفارہ مین کہ نسخ کا ابطال آپ اوس سے کیا چاہتے ہین آپ کی بحث بیفائدہ ہے

(صفحہ ۲۳۲) **قولہ** جو عبادت خدا کی غیر روزہ کیحالت مین کیجاتی ہے روزہ کیحالت مین زیادہ تر دلی توجہ سے ہوتی ہے اسکا یہہ سبب نہین ہے کہ انسان کو اپنے تئین تکلیف مین ڈالنا خدا کو پسند آتا ہے بلکہ یہہ سبب ہے کہ انسان مین یہہ ایک فطرتی امر ہے کہ جب کسی خاص امر کیطرف زیادہ تر متوجہ ہوتا ہے تو اوسکو غذا کیطرف کم رغبت یا کم توجہہ ہوتے ہے اسی طرح قلیل غذا انسان کو اوسطرف جسپر وہ توجہہ کرنی چاہتا ہے زیادہ تر متوجہہ کردیتی ہے الخ **ج** پیشتر آپ نے فرمایا کہ انسان کو کسی خاص امر کیطرف متوجہہ ہونیسے غذا کیطرف کم توجہہ ہوتی ہے پہر فرماتی ہین کہ قلت غذا انسان کو جدہر توجہہ کرنی چاہی زیادہ متوجہہ کردیتی ہے یعنے پیشتر کام کیطرف توجہہ قلت غذا کا باعث تہی اور پہر قلت غذا کام کیطرف توجہہ کا باعث ہوئی مطلب یہہ کہ جب قلت غذا توجہہ شغل کا باعث ہوئی تو پہر توجہہ شغل نے قلت غذا کونسی کی کیونکہ اوسکی قلت تو پیشتر ہی ہوچکی تہی جسنے کام کیطرف متوجہہ کیا تہا اور جب توجہہ شغل قلت غذا کا باعث ہوئی تو پہر یہہ دوسری قلت غذا کونسی تہی جسنے شغل کیطرف متوجہہ کیا دوسرے یہہ کہ آپ فرماتے ہین کہ اسکا سبب یہہ نہین ہے کہ انسان کو اپنے تئین تکلیف مین ڈالنا خدا کو پسند ہے الخ پس جب خدا کو پسند نہین ہے تو انسان کا شغل طاعت مین مصروف ہونا بجز قلت غذا کے اور کیا نتیجہ ظاہر کریگا

(صفحہ ۲۳۴) **قولہ** آیت ۱۸۶ وقاتلوا فی سبیل اللہ اس آیت مین اور جو آتین کہ اسکے بعد ہین اونمین کافرون یا دشمنون سے لڑنیکا حکم ہے مگر صاف بیان کیا گیا ہے کہ جو تمسے لڑین اونسے لڑو اور زیادتی مت کرو — اسمین کچہہ شک نہین کہ قرآن مجید مین جو احکام لڑائی کے نیک نیتی اور انصاف پر مبنی تہے اونکو مسلمانون نے جو خلیفون یا بادشاہون کے نام سے مشہور ہوئی دینداری کی بہانہ سے اپنی خواہش نفسانی کے پورا کرنے اور ملک گیری کے لئے نہایت بداخلاقی اور ناانصافی

سے برتا اور وحشی درندون سے بدتر کام کئے اور علماء اسلام نے اونکی تائید
کے لئے ایسے مسئلے بیان کئے جو اسلام کی روحانی نیکی کے برخلاف تہے
مگر اونکے ایسا کرنیسے جو برائی یا عیب قرار دیا جاوے وہ اونہین پر محدود ہے
جنہون نے ایسا کیا نہ اسلام پر ہر ایک منصف مزاج کا اور ہر ایک معترض اور
نکتہ چین کا یہہ فرض ہے کہ ان ظالمون کے کردار کو اونہین پر محدود رکہتے نہ یہہ
کہ اونکے کردار سے مذہب اسلام پر نکتہ چینی کرے الخ **ج** کیونکہ سچا مذہب
اسلام یہہ ہے جو خانصاحب بہادر نے اختیار کیا ہے پس اسی نمونہ کو دیکہہ رکہے
اور اوس سے تجاوز نکرے ورنہ اوسکا اسلام سچا نہوگا اور آپ فرماتے ہین
یہہ فرض ہے کہ اِن ظالمون کے کردار کو اونہین پر محدود رکہتے الخ درہ تو نہ
یہودیون پر فرض تہا نہ عیسائیون پر نہ مسلمانون پر اور نماز مین کعبہ کیطرف رخ
کرنا بہی فرض نہین بلکہ اِسمین بڑا خطرہ بہی ہے مگر یہہ فرض ہے کہ اون ظالمون کے
کردار پر جو خلیفون یا بادشاہون کے نام سے مشہور ہوئے دل کہولکر جو منہہ مین
آئے سو کہے یہی سچا اسلام ہے اور مسلمانون کے خلیفون یا بادشاہون نے
جو دینداری کے بہانے سے اپنی خواہش نفسانی کو پورا کرنے اور ملک گیری
کیلئے نہایت بداخلاقی اور ناانصافی سے برتا اور وحشی درندون سے بہی بدتر
کام کئے اِسکے خانصاحب بہادر نے کچہہ شرح نہ کی کہ وہ کونسی کام تہے جو اپنے
خواہش نفسانی کو پورا کرنے اور ملک گیری کے لئے دینداری کے بہانہ سے
وحشی درندون سے بہی بدتر کئے اگر کچہہ مفصل آپ تحریر فرماتے تو اون ظالمانہ کردار
کو ہم بہی معلوم کر لیتے اور دیکہتے کہ خانصاحب بہادر نے کچہہ سمجہہ کر لکہا ہے یا محض
اپنی ذاتی خصومت کو ظاہر فرمایا ہے اور اگر خلفا و سلاطین اسلام کے ہر کار روائی
اگرچہ وہ سراسر دینداری اور نیک خلاقی سے ہی تب بہی آپ کی نظر مین محض ظالمانہ
کردار اور وحشی درندون سے بہی بدتر تہی یعنے اونکے سارے کام خواہ وہ عین دینداری
تہی مگر آپ اونہین ظالمانہ ہی جانتے ہین اور وحشی درندون سے بہی بدتر سمجہتے ہین
تو اسکا کچہہ جواب نہین ہے کیونکہ آپ فرماتے ہین کہ مسلمانون کو عفو و صبر و تحمل
لازمہ اسلام ہے پس آپ کے اِس سخت لعن وطعن پر صبر کرنا مسلمانون کے تحمل کا

کافی ثبوت ہے اور اسی سے ثابت ہوا کہ مسلمانون پر وحشی درندہ کا قیاس کرنا آپ کا صریح جہونہہ ہے کیونکہ اگر مسلمان وحشی درندے ہوتے تو آپ کے اس لعن وطعن پر صبر کیونکر کرتے

(صفحہ ۲۳۵) قولہ مذہب اسلام مین اگرچہ جا بجا عفو وصبر وتحمل کی خوبیان بیان کئے گئے ہین اور لوگونکو اوسپر رغبت دلائی گئے ہے مگر اوسیکے ساتہہ بدلا لینے کی بہی بغیر زیادتی کی اجازت دی ہے کیا یہہ قانون دنیا کی پیدا کرنیوالے کی قانون قدرت کی مناسب نہین ہے الخ

(صفحہ ۲۳۶) قولہ کوئی کتاب دنیا مین انجیل سے زیادہ انسان کو نرم مزاج اور بردبار اور تحمل کرنیوالے اور اخلاق کو ایسی چمک سے دکہلانیوالے جس سے آنکہون مین چکاچوند آجاوے نہین ہے — انجیل مین لکہا ہے کہ اگر کوئی تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال بہی اوسکے سامہنے کر دے بلاشبہہ یہہ مسئلہ اخلاق کے خیال سے تو بڑا عمدہ معلوم ہوتا ہے مگر آیا کسی زمانہ کے لوگون نے اسپر عمل کیا ہے اگر دنیا اسپر عمل کرے تو دنیا کا کیا حال ہو آیا اسیطرح آباد رہے الخ

ج مطلب یہہ کہ ایسی تعلیمات صبر وحلم جو انجیل مین ہین عمل کرنیکے لایق نہین ہین اور اونپر عمل درآمد ہونا بہی نچاہیے ورنہ دنیا آباد نرہیگی لیکن قرآن مین جو عفو وصبر وتحمل کے تعلیمات ہین مسلمانون کو اونہین پر ہمیشہ عمل کرنا چاہیے کیونکہ خانصاحب بہادر مسلمان ظالمون کے کردار کو نہین دیکہہ سکتے ہین اور اہل انجیل اگر ظالم ہون تو اسکا کچہہ مضایقہ نہین ہے کیونکہ بغیر اسکے دنیا آباد نہین رہ سکتی ہے لیکن تعجب یہہ ہے کہ انجیل کے احکام صبر وتحمل اگر عمل کرنیکے لایق نہین ہین تو پہر اونہین انجیل مین درج کرنیسے کیا فائدہ اسکے سوا تمہید جو واسطے بیان حالات انجیل کی آپ نے کی وہ یہی ہے کہ انسان جب اخلاق کی باتون پر گفتگو کرتا ہے تو بہت سی ایسی باتین اور ایسے اصول بیان کرتا ہے جو کان کو اور دل کو نہایت بہلی معلوم ہوتی ہین اور سننے اور پڑہنے والے خیال کرتے ہین کہ یہی اصول اخلاق کی اور یہی اصول اعلے درجے کی نیکی کے ہین مگر درحقیقت وہ ہوا کی آواز سے زیادہ کچہہ رتبہ نہین رکہتے اور جو کہ وہ فطرت انسانی کے بلکہ قانون قدرت کے برخلاف ہوتے

ہین کبہی اونپر عمل ورآمد نہین ہو سکتا ایسا قانون بناتیسے جسپر کبہی عمل درآمد ہوسکے کوئی نتیجہ اور فایدہ مترتب نہین ہوتا الخ اگرچہ انجیل کی ایسی تعلیمات گولڈن رول یعنے سنہرا قانون کہلاتے ہین مگر خانصاحب بہادر اوسی قانون قدرت کے برخلاف فرماتے ہین پس جبکہ انجیل قانون قدرت کے برخلاف ہوئی تو وہ الہامی کب رہی اور ایک بات سے میٹھی اور کہانی سے جہوٹہی ہو گئی اچھی تعریف کی آپ نے انجیل کے

(**صفحہ ۲۳۷**) **قولہ** جو خوبے کیا روحانی اور کیا اخلاقی اور کیا تمدنی اب ہم بعض عیسائی ملکو نمین دیکھتے ہین کیا یہہ پہل اوسی درخت کا ہے جسکی جڑ ایسی نیکی مین لگائی گئی تہی جو خلاف قانون قدرت نہی حاشا وکلا بلکہ یہہ اوسکا پہل ہے کہ اوس درخت کو وہان سے اوکہاڑکر دوسری زمین پر لگایا ہے جو قانون قدرت کی زمین ہے اور جسقدر کہ پہلی زمین کی مٹی اوسکی جڑمین لگی ہوئی ہے اوسیقدر اوسمین نقصان ہے الخ **ج** اب اس جذب چیستان کی شرح ہم کیا کرین اس سے یہی مطلب ظاہر ہوتا ہے کہ جب انجیلی تعلیم تحمل کے برخلاف کارروائی ہوئی تب نصرانی ملکون کے کامیابی ظہور مین آئی اور جسقدر اب بہی کچہہ انجیلی تعلیم تحمل کی رعایت کبہی ہو جاتی ہے اوسیقدر کامیابی مین نقصان ہے اگر اتنی رعایت بہی باقی نہ رکہتے جاتے تو کامل کامیابی ہو جاتے

(**صفحہ ۲۳۸**) **قولہ** اسلام فساد اور دغا اور غدر اور بغاوت کی اجازت نہین دیتا جسنے اونکو امن دیا ہو مسلمان ہویا کافر اوسکی اطاعت اور احسانمندی کی ہدایت کرتا ہے کافرون کیا تہہ جو عہد واقرار ہوے ہوان اون کو نہایت ایمانداری سے پورا کرنے کی تاکید کرتا ہے خودکسی پر ملک گیری اور فتوحات حاصل کرنیکو فوجکشی اور خونریزی کی اجازت نہین دیتا کسی قوم یا ملک کو اس غرض سے کہ اسمین بالجبر اسلام پہیلایا جاوے حملہ کرکے مغلوب ومجبور کرنا پسند نہین کرتا بیانتک کہ کسی ایک شخص کوبہی اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا نہین چاہتا صرف دو صورتون مین اوسنے تلوار پکڑنیکی اجازت دی ہے ایک اس حالتمین جبکہ کافر اسلام کی عداوت اور اسلام کے معدوم کرنیکی غرض سے نہ کسی ملکی اغراض سے مسلمانون پر حملہ آور ہون کیونکہ ملکی اغراض سے جو لڑائیان واقع ہون خواہ مسلمان مسلمانون مین خواہ مسلمان و

کافرون مین وہ دنیاوی بات ہے مذہب سے کچھہ تعلق نہین ہے دوسرے جبکہ اوس ملک
یا قوم مین مسلمانون کو اسوجہہ سے کہ وہ مسلمان ہین اونکی جان ومال کو امن نہ ملے
اور فرایض مذہبی کے اداکرنیکی اجازت نہو مگر اِسحالت مین بہی اسلام نے کیا عمدہ
طریقہ ایمانداری کا بتایا ہے کہ جو لوگ اوس ملک مین جہان بطور رعیت کے رہتے
ہون یا امن کا علانیہ یا ضمناً اقرار کیا ہو اور گو صرف بوجہہ اسلام کے اون
پر ظلم ہوتا ہو توبہی اون کو تلوار پکڑنے کی اجازت نہین ہے یا اوس ظلم کو
سہیں یا ہجرت کرین یعنے اوس ملک کو چہوڑ کر چلے جائین ہان جو لوگ خود محتار
ہین اور اس ملک مین امن لئے ہوئے یا بطور رعیت کے نہین ہین بلکہ دوسرے
ملک کے باشندے ہین اونکو اون مظلوم مسلمانون کے بچانے کو جنپر صرف
اسلام کیوجہہ سے ظلم ہوتا ہے یا اونکے لئے امن اور اونکے لئے ادائے فرایض
مذہبی کی آزادی حاصل کرنیکو تلوار پکڑنیکی اجازت دی ہے لیکن جو قت کوئی ملکی
یا دنیوی غرض اِس لڑائی کا باعث ہو اسکو مذہب اسلام کیطرف نسبت کرنیکی کسی
طرح اِسلام اجازت نہین دیتا الخ ج ملکی لڑائیون کو آپ نے فرمایا کہ وہ دنیوی
بات ہے مذہب سے کچھہ تعلق نہین ہے الخ پس تعجب کہ اسلام کی اتنے احکام آپنے
بیان کئے جنکی اسلام مسلمانون کو تعلیم دیتا ہے مگر ملکی لڑائی کی بابت اسلام کچھہ حکم
نہین کرسکتا تہا یہہ کیا اسلام سے لیکن آپ کو اپنی پچہلی بات یاد نہین رہتی ہے ابہی
تو آپہی فرما چکے ہین کہ اسلام کسی پر ملک گیری اور فتوحات حاصل کرنیکو فوج کشی اور
خونریزی کے اجازت نہین دیتا الخ پس اس دنیوی بات کو مذہب سے کیونکر تعلق نہین
ہے خواہ اسطور پر جیسا آپنے فرمایا ہے خواہ اِسکے بالعکس دوسرے یہہ کہ آپ
فرماتے ہین کہ دوجگہہ مسلمانونکو لڑنا جایز ہے ایک اوسوقت کہ جبکافر اسلام کو
معدوم کرنا چاہین یعنے کعبہ تک ڈہا دین نہ یہہ کہ کسی ملکی اغراض سے کیونکہ اگر
ملکی اغراض سے کافر مسلمانونپر حملہ آور ہون تو اوسوقت مسلمانونکو نہین لڑنا
چاہئے بلکہ فوراً اپنا سب گہر بار حملہ کرنیوالون کے حوالہ کردین اور مطلق کان نہ ہلائین
دوسرے اوسوقت مسلمانونکو لڑنیکی اجازت ہے جب فرایض مذہبی نہ ادا کرسکین
پہر آپ فرماتے ہین کہ اسحالت مین بہی اسلام نے کیا عمدہ طریقہ ایمانداری کا بتایا ہے

کہ گو صرف بوجہہ اسلام ونپر ظلم ہوتا ہو تب بہی اونہین تلوار پکڑنے کی اجازت
نہین ہے یا ظلم سہین یا ہجرت کرین الخ پس ان دونون صورتون جواز متفاوت
مین سے فقط ایکہی یعنے پہلے صورت باقی رہے اور وہ بہی اس دوسری صورت مین
کہ ظلم سہین یا ہجرت کرین ندارد ہوگئی علاوہ اِسکے اگر دنیوی جنگ ہو تو سب ملک و مال
حوالہ غنیم کرکے طبلہ بجانے پر اکتفا کرین بیشتر آپ سنے انجیلی تعلیمات کی بابت فرمایا کہ
انپر عمل کرنا ناممکن ہے مگر یہہ مسلمانون کیواسطے جو قانون آپ نے تجویز کیا اسپر عمل کرنا
شاید ناممکن نہین ہے اسے عقل پر آپ عدالت ججی مین انفصال مقدمات فرماتے تہے
تیسرے یہہ کہ آپ فرماتے ہین کہ اسلام خود کسی پر ملک گیری اور فتوحات حاصل کرنیکو
فوج کشی اور خونریزی کی اجازت نہین دیتا الخ اور پہر آپ فرماتے ہین کہ دوسرے
ملک کی خودمختار مسلمانون کو مظلوم مسلمانون کے بچانیکے واسطے جنگ کرنا جایز ہے الخ
لیکن جبکہ اسلام ملک گیری کی اجازت نہین دیتا تو دوسرے ملک مین خودمختار
مسلمان کہان باقی رہ سکتے ہین اور اگر وہ خودمختار مسلمان دوسرے ملک مین
ہون تو بوجہہ عدم جواز ملک گیری اونکے خودمختاری ازروے اسلام نہوئی پس
جبکہ وہ آپہی طریقہ اسلام پر نہین ہین تو اونکے امداد مظلوم مسلمانونکے واسطے کب
درست ہوسکتی ہے پس ثابت ہوا کہ دونون صورتونمین مسلمانونکو صبر ہی کرنا
اور ظلم سہنا چاہیے اور سچے مسلمان وہی ہین جو غیر عملداری کی رعیت ہین پہر آپ
فرماتے ہین کہ کافرون کے ساتہہ جو عہد و اقرار ہوئے ہون اونکو نہایت ایمانداری سے
پورا کرنیکی اسلام تاکید کرتا ہے الخ لیکن یہہ بہی تو آپنے لکہا ہوتا کہ مسلمانونکو آپسمین بہی ایفاے
عہد اسلام تاکید کرتا ہے اور بغیر اسکے تو آپ کے تقریر سے یہہ ثابت ہوا کہ مسلمان ملکونکو
خواہ وفاداری کرین یا نکرین مگر کافرون سے وفادار رہنا اونکے اسلام کا نشان ہے
ان سب باتون کے قطع نظر مسلمانون کو تو یہہ سب کچہہ مظلومی اور صبر و تحمل ازروے
اسلام لازم و واجب ہے اور اونپر حملہ کرنیوالون کی زور و ظلم و حرکات دلیرانہ مین سے
ہی کوئی بات ناجائز ہے یا نہین

(صفحہ ۲۰۴) قولہ لڑائی مین بہی جو رحم قانون قدرت کیموافق ضرور رہے
اسلام نے اوسمین بہی فروگذاشت نہین کیا عورتون کو بچونکو بوڑہون کو جو لڑائی مین

شریک ہوئے ہون اونکو قتل کرنیکی ممانعت کے عین لڑائی مین اور صف جنگ مین جو مغلوب ہو جائے اوسکے قتل کی اجازت نہین دی صلح کو معاہدہ امن کو قبول کرنیکی رغبت دلائی باغ کو کہیتون کو جلانیکی ممانعت کی قیدیون کو احسان رکھکر یا فدیہ لیکر چہوڑ دینے کا حکم دیا تہا نہایت ظالمانہ طریقہ جو لڑائی کی قیدیون کو عورت ہون یا مرد غلام اور لونڈی بنا لینے کا تہا اوسکو معدوم کیا اس سے زیادہ لڑائی کی حالت مین انصاف اور رحم کیا ہو سکتا ہے ہان یہہ سچ ہے کہ مسلمانون نے اسمین سے کسی کی بہی پوری تعمیل نہین کے بلکہ برخلاف اسکے بے انتہا ظلم وستم کئے مگر جبکہ وہ اسلام کے حکم کے برخلاف تہے تو اسلام کو اوس سے داغ نہین لگ سکتا وہ بہی مسلمانون ہی مین سے تہے جنہون نے عمر کو عثمان کو علی کو حسین کو ذبح کر ڈالا تہا کعبہ کو جلا دیا تہا پس اونکی کردار سے اسلام کو کیا تعلق ہے الخ

ج یہہ نام کیا ہی ادب اور تہذیب سے آپ نے لکھے ہین علاوہ اسکے اس شخصی حرکت قتل حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کو اس بیان سے کیا علاقہ ہے یہہ ایسی بات ہے جیسے قرآن مین شراب پینے کی ممانعت ہے مگر فلان مسلمان نے شراب پی تہی اس سے سب مسلمانون پر کیا الزام ہے اور ایسی نظیر پیش کرنے سے یہان مطلب کیا نکلا کیونکہ نہ اونمین سے کوئی خلیفہ تہا نہ بادشاہ نہ وہان دینداری کا بہانہ تہا اور نہ ملک گیری مگر آپ تو فرماتے ہین کہ مسلمان خلیفون یا بادشاہون نے دینداری کے بہانہ سے اپنی خواہش نفسانی کے پورا کرنے اور ملک گیری کے لئے نہایت بد اخلاقی اور ناانصافی سے برتا اور وحشی درندون سے بہی بدتر کام کئے اور علماء اسلام نے اونکی تائید کے لئے ایسے مسئلے بیان کئے جو اسلام کی روحانی نیکی کے برخلاف تہے الخ پس حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ وغیرہم کے قاتلون کی نظیر جو مسلمان خلیفون یا بادشاہون کے ظالمانہ کردار کے ثبوت مین آپ تحریر فرماتے ہین یہہ صریح مہمل اور غیر کافی ہے جبکہ آپ خود مسلمان خلیفون اور بادشاہون کو ظالم اور وحشی درندون سے بہی بدتر قرار دیتے ہین کیونکہ جب مقتول ظالم ثابت ہون تو اونکی قاتل کو ظالم قرار دینا آپ کے انصاف سے بعید ہے پس اسکے نظیر پیش کرنے چاہئی تہی جس سے سب مسلمانون کی ابتدا سے ابتک بے ایمانی اور وحشی درندون سے بدتر کام اور ظالمانہ کردار ثابت ہوتی لیکن اگر یہہ ممکن ہوتا

تو آپ ورگز رکب کرتے

(**صفحہ ۲۴۱**) **قولہ** آیت ۱۹۲ واتموا الحج والعمرۃ للہ اس آیت سے حج کے احکام شروع ہوئی ہین مگر قبل اِسکے کہ ہم اوسکے ماہیت اور اوسکی اسرار پر بحث کرین پہلے سیدہی سادہی طرح سے بتا دینا چاہیے کہ مسلمان عمرہ و حج کیونکر کرتی ہین اور یہہ بتانا چاہیئے کہ جو کچہہ حج مین کیا جاتا ہے اوسمین سے قرآن مجید مین کس کس چیز کا ذکر ہے حج مین اتنی چیزین ہین احرام نیت طواف قدوم سعی بین الصفا والمروہ خروج منے وقوف مزدلفہ منے اور رمی **جمار** طواف الزیارت طواف الصدر الخ اسکے بعد خانصاحب بہادر نے پہر اسکا شرح بیان **صفحہ** ۲۴۸ تک کیاہے اور صفحہ ۲۴۲ مین لکہاہے کہ احرام مین صرف ایک چادر بطور تہبند کے باندہتے ہین اور ایک چادر اوڑہنے کیلئے ہوتے ہے مگر سر پر چادر نہین اوڑہی جاتی سر کہلا رہتا ہے چادر ایک پاٹ کے ہو خواہ دو پاٹ کے سی ہوے کچہہ مضایقہ نہین اور صفحہ ۲۴۶ مین لکہا ہے کہ میقات کا ذکر قرآن مجید مین نہین ہے غالباً جو لوگ باہر سے کعبہ کی زیارت کو یا حج کرنیکو آتے تہے اور جب قریب پہونچتے تہے تو حج کی نیت سے ایسی باتون کے کرنیسے جنکو تقدس وہ ادب کے خلاف سمجہتے تہے اجتناب کرتے تہے رفتہ رفتہ وہ مقامات بطور میقات قرار پاگئے اور زمانہ کے گزرنے پر انہین مقامات سے مسلمانون کا احرام مین داخل ہونا ایک امر لازمی اور ضروری قرار پاگیا اگر کوئی شخص بلا ارادہ حج اور بغیر باندہے احرام کے میقات پر مکہ مین چلا جاوے اور مکہ مین پہونچنے کے بعد حج کا ارادہ کرے اور احرام باندہے تو اوسکے حج مین بہی کوئی نقص نہین ہونیکا احرام کیوقت تہبند باندہنے اور بغیر قطع کیا ہوا کپڑا پہننے کا بہی قرآن مجید مین ذکر نہین ہے مگر اسمین کچہہ شک نہین کہ اوسکا رواج زمانہ جاہلیت سے برابر چلا آتا تہا اور اسلام مین بہی قایم رہا یہہ پوشاک جو حج کے دنون مین پہنی جاتی ہے ابراہیمی زمانہ کی پوشاک ہے حضرت ابراہیم کے زمانہ مین دنیا نے سویلزیشن مین جو تمدنی امور سے علاقہ رکہتی ہے کچہہ ترقی نہین کی تہی وہ قطع کیا ہوا کپڑا اپنانا نہین جانتے تہے اوس زمانہ کی پوشاک یہی تہی کہ ایک تہبند باندہ لیا کسیکو اگر کچہہ زیادہ میسر ہوا تو ایک ٹکڑا کپڑے کا بطور چادر کے اوڑہ لیا سر کو ڈہانکنا اور قطع کیا ہوا کپڑا پہننا کسیکو نہین معلوم تہا حج جو اوس بڈہے

خدا پرست کی عبادت کی یادگاری مین قایم ہوا تہا تو اس عبادت کو اوسیطرح اور اوسی
لباس مین ادا کرنا قرار پایا تہا جسطرح اور جس لباس مین اوسنے کی تہی محمد
رسول اللہ نے شروع سویلزیشن کے زمانہ مین بہی اوسی وحشیانہ صورت اور
وحشیانہ لباس کو ہمارے بڑہے دادا کی عبادت کی یادگاری مین قایم رکہا۔
طواف مین سات دفعہ پہرنیکا ذکر قرآن مین نہین ہے غالباً ایام جاہلیت سے برابر
چلا آتا ہے الخ حضرت ابراہیم کی شان مین یہہ الفاظ کہ اوس بڈّہے خدا پرست کی عبادت
کی یادگاری الخ پہر یہہ کہ اوسنے اور پہر یہہ کہ وحشیانہ صورت اور وحشیانہ لباس
الخ نگر یہہ تو فرمائی کہ باوجود دعوے سویلزیشن وسیر لندن آپکے ہی یہہ وحشیانہ گفتگو
ہے یا نہین اور اگر بالفرض حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کے بڈہے دادا ہین تو
دادا کی جناب مین ایسا سوء ادب ناخلفی کا نشان ہے یا نہین

(صفحہ ۲۴۸) قولہ حجر اسود اور رمے جمار کا ذکر قرآن مین نہین ہے
تمام ارکان حج اسلام مین وہی بحال رہی ہین جو زمانہ جاہلیت مین تہی الخ **ج**
اسکا جواب صفحہ ۹ مین دیکہنا چاہیے

(صفحہ ۲۴۹) قولہ جبکہ حضرت اسمٰعیلؑ مکہ مین آباد ہوے اور ابراہیم
اور اسمٰعیل نے کعبہ کو بنایا تو اون قومین جو گرد نواح مین خانہ بدوش پہرتے تہین
وہان آکر آباد ہوئین وہان کوئی زیارت کی چیز بجز بے چہت کے مسجد کی دیوارون
کے اور کچہہ نتہی جو کچہہ زیارت تہی وہ یہی تہی کہ لوگ جمع ہوکر اوس زمانۂ قدیم کے
وحشیانہ طریقہ پر خدا کی عبادت کرتے تہے ننگے سر تہیند باندہا ہوا ننگ دہڑنگ
اون دیوارون کے گرد۔ اوچہلتے اور کودتے اور حلقہ باندہ کر چوگرد پہرتے تہے جسکا
اب ہمنے طواف نام رکہا ہے الخ **ج** اسکا جواب صفحہ ۸۶ کے جواب
مین دیکہہ لو

(صفحہ ایضاً) قولہ حضرت ابراہیم نے بغرض آبادی مکہ اور ترقی
تجارت یہہ بات چاہی کہ لوگون کے آنے اور زیارت کرنے اور اسمقام پر
عبادت معبود کے بجالاتے کے لئے ایام خاص مقرر کئے جائین تاکہ لوگون
کے متفرق آنے کے بدلے موسم خاص مین مجمع کثیر ہوا کرے اور سب ملکر خدا کی

عبادت بجا لاوین اور مکہ کے آبادی اور تجارت کو ترقی ہو الخ **حج** مکہ کی زیارت
اور اوسمین عبادت کو تب جانتے ہین اسکے بیان کے حاجت کیا تہی لیکن آپ
جو اسکے جز بُنیاد ظاہر کر رہے ہین اسکے وجہہ سوا اسکے اور کچہہ نہین ہے کہ کعبہ
کی تعمیر اور وہان لوگونکے اجماع کی اصلی وجہہ محض بغرض تجارت و مصلحت دنیوی
حضرت ابراہیمؑ ثابت کرین جس سے حج و طواف کی عظمت کا یقین سراسر قوقی ظاہر ہو
چنانچہ صفحہ ۵۰۲ مین ہی آپ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے ہی اس رسم کو انہین
اغراض کے لئے جاری رکہا جس غرض سے کہ حضرت ابراہیمؑ نے مقرر کی تہی جسکا
اشارہ اس آیت مین ہے لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم یعنے حج کے دنون
مین اگر تم تجارت سے روزی کمائی کی تلاش کرو تو تم پر کچہہ گناہ نہین ہے پس یہ سمجہا
کہ بانی اسلام نے کعبہ شریف کو مثل پارس پتہر کے قرار دیا تہا کہ جسنے اوسکو چہوا وہ
سونا ہو گیا یہہ ایک خیال غلط ہے الخ اب یہہ مطلب کہ حج کا دستور محض لوگون
کو تجارت اور نفع کیواسطے جمع کرنیکا ایک حیلہ تہا اور بجز فائدہ تجارت کے اوس
مین اجر و ثواب کچہہ نہین ہے زیادہ صاف ہو گیا پارس پتہر کی مثال اسیلئے فرمائی
گئی ہے حالانکہ اس آیت کا ترجمہ یہہ ہے کہ تمپر کچہہ گناہ نہین ہے کہ تلاش کرو فضل
اپنے پروردگار سے جس سے کسی چیز کے خرید و فروخت کا ہی جواز ثابت ہوتا ہے مگر خان
صاحب بہادر حج کو محض تجارت کا حیلہ قرار دیتے ہین اسکے سوا فلا رفث ولا
فسوق جو آداب حج مین سے ہے اسکا ترجمہ آپہی نے یہہ کیا ہے کہ جس شخص نے
کہ ان مہینون مین حج اپنے اوپر فرض کیا تو حج مین نہ عورتون سے مخالطت کرنی
چاہئے اور نہ بدکاری الخ پس جس شخص مین کچہہ ہی عقل و فہم ہو تو معلوم کرسکتا ہے
کہ اگر یہہ تجارتی میلہ قرار پایا تہا تو تمام دنیا مین کس میلہ کے یہہ آداب مقرر ہوتے
ہین کہ عورتون سے مخالطت نکرین اور متواتر حدیثین اسبات کی خبر دیتی ہین کہ
کہ حج سے سب گناہ انسان کی معاف ہو جاتے ہین چنانچہ اونمین سے ایک حدیث
یہہ ہے کہ من حج فلم یرفث ولم یفسق خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ یعنے جسنے حج کیا
پہر نہ فحش کیا اور نہ نافرمانی تو ایسا پاک ہو کر اپنی گناہون سے نکلا جیسا اوس دن تہا کہ
کہ جنا تہا اوسکو اوسکے مان نے اسیطرح اور ایک اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلعم

نے عمرو بن العاص کے اسلام قبول کرنیکی وقت فرمایا کہ ان الحج یهدم ما کان قبلہ
یعنے بیشک حج مٹاتا ہے اگلے گناہون کو انتہے اور اسیطرح ابو داود اور ابن ماجہ مین وہ
حدیث ہے کہ آنحضرت صلعم نے مزدلفہ مین حج کرنیوالون کے مغفرت کیواسطے دعا کی
اور خدا نے قبول فرمائی اور اسیطرح بہت سے حدیثون مین ہے پس جب یہہ حال
ہے تو کعبہ کے پاس پتہر ہونیمین کیا کلام ہے اسکے بعد اسی صفحہ ۲۵۰ مین اور
زیادہ تر صفائی سے خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ موسم حج کا صرف تجارت کے
نظر سے مقرر کیا گیا تہا تاکہ قوم اوس سے فایدہ اوٹہاوے اور اون ایام مین عرب کی قومین
قافلون کو لوٹنے اور آپسمین لڑائی جہگڑون سے باز رہین انتہے

(**صفحہ ۲۵۱) قولہ** چند روز کیلئے اوس وحشیانہ حالت مین زندگی بسر کرنے
جو اوس بڈہے دادا کے زمانہ مین تہی بہت قوی اثر خدا کی محبت کا دل مین پیدا کرتی
ہے سویلزیشن کے زمانہ مین جبکہ نیک دلی اور سچائی اور خداپرستی اور خدا کے
احسانات کے یادگاری مین وہی وحشیانہ سوانگ بہرا جاوے تو اسکا نہایت
قوی اثر دلپر ہوتا ہے الخ **ج** یہان خانصاحب بہادر از راہ طعن فرماتے ہین
کہ اس وحشیانہ سوانگ سے بیوقوفون کے دلپر خداپرستی کا جوش ہوتا ہے
اور دراصل وہ کچہہ نہین ہے چنانچہ اسکے بعد اسی صفحہ ۱۵۲ کے آخر مین آپنے
صاف لکہدیا ہے کہ حقیقت حج کے ہمارے سمجہہ مین یہہ ہے جو ہمنے بیان کی جو لوگ
یہہ سمجہتے ہین کہ اوس پتہر کے بنے ہوئے چوکہونٹے گہر مین ایک ایسی متعدی
برکت ہے کہ جہان سات دفعہ اوسکے گرد پہرے اور بہشت مین چلے گئے
یہہ اونکی خام خیالی ہے الخ

(**صفحہ ۲۵۲) قولہ** اوس چوکہونٹے گہر کے گرد پہرنے سے کیا ہوتا ہے
اوسکے گرد تو اونٹ اور گدہے ہی پہرتے ہین وہ تو کبہی حاجی نہوئے الخ

(**صفحہ ۲۵۵) قولہ** حج مین قربانی کی کوئی مذہبی اصل قرآن مجید سے
نہین پائی جاتی مکہ ایک بیابان غیر ذی زرع تہا اسقدر لوگون کی جمع ہونیسے خوراک
کا میسر آنا مشکل تہا اسلئے اکثر لوگ خوراک کیلئے جانور اپنے ساتہہ لیجاتے تہے
جو بدن اور قلاید کے نام سے مشہور تہے اور جو نہ لیجاتے تہے وہ مکہ مین خریدتے

تھے اونکو ذبح کرکے خود ہی کہاتے تھے اور لوگون کو بھی کہلاتے تھے حج مین صرف
یہی اصل قربانی کی قرآن مجید سے پائی جاتی ہے جہان خدا نے فرمایا ہے فکلوا منہا
واطعموا البائس الفقیر الخ ج یہان چند آیتین متفرق مقامات سورۂ حج کے ایک
نئے ترتیب کیا تہہ اپنی مرضی کیموافق جمع کرکے بے ترجمہ آپ نے لکھہ دی ہین
اب ہم اونہین آیتونکا قرآنی ترتیب کیموافق ترجمہ لکھے دیتے ہین (دیکھو سورہ حج رکوع
۵) اور دیکھو اونٹ بنائے قربانی کیا ہے ہمنے اونکو واسطے تمہارے نشانیون
اللہ کی سے واسطے تمہارے بیچ اوسکی خوبی ہے پس یاد کرو نام اللہ کا اوپر اونکے
پالون بندہے ہوئے پس جبوقت گر پڑین کروٹین اونکی پس کہاؤ اوسین سے اور
کہلاؤ بے سوال فقیر کو اور سوال کرنیوالیکو الخ اب خانصاحب بہادر کی اس قول پر
نظر کرنا چاہیے کہ حج مین قربانی کی کوئی مذہبی اصل قرآن مجید سے نہین پائی جاتی الخ
پس باوجود قرآن مین اسکا حکم موجود ہونیکی اب اسکے مذہبی اصل ہونیکا ثبوت کیا ہے

اور اس سورۂ بقرہ کے رکوع ۲۴ مین ہے فما استیسر من الھدی فمن لم یجد فصیام ثلاثۃ ایام
فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم عشرۃ کاملۃ الخ یعنے پس جوکچہہ میسر ہو قربانی سے پس جوکوئی نپاوے
پس روزے ہے تین دن کے بیچ حج کے اور سات روزے جب پہر و تم یہہ دس ہوئے
پورے الخ

(صفحہ ایضاً) قولہ وہان نہ کوئی دیوتا ہے نہ دیبی ہے نہ پہاڑ پر کوئی چیز ہے
جسپر بکرا یا مینڈھا یا اونٹ چڑہایا جاوے نہ خدا کو اوسکی بو خوش آتی ہے نہ اونکا
خون پیتا ہے نہ اونکی جان لینے سے خوش ہوتا ہے بلکہ وہ تو صرف نیکی اور بہلائی
چاہتا ہے جیسا کہ خود اوسنے کہا لن ینال اللہ لحومہا ولا دماءہا ولکن ینالہ التقوی منکم
پس اس زمانہ مین جو حج کے دنون مین حاجت سے زیادہ قربانی کی رسم ہے اور
لاکھون جانور ذبح کرکے جنگل مین ڈالتے ہین جنکو گیدڑ اور کوے بہی نہین کہاتے
اسکا کچہہ نشان مذہب اسلام مین نہین ہے الخ ج ابہی مطلق قربانی کی کوئی
اصل مذہب اسلام مین آپ کی نزدیک ثابت نہی اور اب حاجت سے زیادہ قربانی
کی رسم مذہب اسلام مین آپ ثابت نہین بتاتے ہین یہہ عجیب طرز بیان ہے اور
آیت جو آپ نے مشعر عدم جواز قسم ثانی سند آمیٹی کی ہے اوسکا ترجمہ بہی معلوم

کر دیجے کہ ہرگز نہ پہونچیگا اللہ کو گوشت اونکا اور نہ لہو اونکا ولیکن پہونچیگی اوس کو پرہیز گاری تمہاری انتہے یعنے قربانی کا گوشت اور لہو وغیرہ خدا تک نہین پہونچیا لیکن تمہاری پرہیز گاری جو اوس قربانی کرنیسے ظاہر ہوئی پہونچتے ہے اِس لئے قربانی کی فضیلت زیادہ تر ظاہر ہوئی کہ وہ ثبوت پرہیز گاری کا سبب ہے کیونکہ دنیا مین سب سے پہلے نذر جو خدا کی حضور مین مقبول ہوئے وہ قربانی تہی جو ابن آدم نے گزرانی تہی الحاصل کیا اب بہی کوئی شبہہ کر سکتا ہے کہ اِس تفسیر قرآن سے خانصاحب بہادر کی خاص غرض لوگونکو اسلام سے نفرت دلانا ہے اور رسالت اور حج اور قرآن اور نماز وغیرہ سب کو باطل کرنا ہے

(**صفحہ ۲۶۲**) **قولہ** آیت ۲۲۷ قولہ وان عزموا الطلاق — موسےٰ نے تو یہہ حکم دیا ہے کہ جب کوئی طلاق دینے چاہے تو طلاقنامہ لکہہ دے بعض بت پرست قومین جنکی ہان طلاق نہین ہے اور کسیقدر عیسائی جنکے ہان بجز زنا کے اور کسی حالتمین طلاق جایز نہین اِس مسئلہ پر الزام دے سکتے ہین الزام کی بنا یہہ ہے کہ یہہ مسئلہ رحم و محبت و ہمدردی کے برخلاف ہے جان ملٹن نے اِس سے اختلاف کیا ہی اور نہایت عمدہ دلیلون سے ثابت کیا ہے کہ جب شوہر زوجہ مین ایسے ناموافقت ہو جاسے جو تمدن اور حسن معاشرت کے منافی ہو تو انجیل کے احکام کی روسے طلاق ناجایز نہین بہرحال اسوقت تین شریعتین طلاق کے معاملہ مین ہمارے سامنے موجود ہین اول یہودیون کی جسمین بغیر کسی سبب قوی کے مرد کو طلاق دے دینا جایز قرار دیا گیا ہے اور ایا کہ جسمین کوئی گناہ یا الزام مرد پر عاید نہین کیا گیا بلاشبہہ یہہ شریعت ایک ناپسندیدہ شریعت ہے اور رحم اور محبت اور حسن معاشرت و تمدن کے برخلاف ہے ایسی شریعت سے نکاح کی وقعت گہٹ جاتی ہے اور مرد کی محبت کا عورت کے ساتہہ اور عورت کی وفاداری کا مرد کے ساتہہ اعتبار نہین رہتا الخ **ج** یہہ سب نصیحتین حضرت موسےٰ کو فرمائی گئین اسدر ہی عالی دماغی پہر کوئی توریت ہی دوسری کیون تصنیف نہ کرلی کہ یہودی سب آپکے کلمہ گو ہو جاتے لیکن یہین تک آپکی بلند پروازی کا حصر نہین ہو گیا بلکہ توریت نازل کرنیوالے یعنے قادر مطلق کی بہی قصور فہم کی اصلاح فرمائی گئی ہے کہ بلاشبہہ یہہ شریعت ایک ناپسندیدہ

شریعت ہے الخ قاتلہم اللہ انی یوفکون (توبہ ع ۴) دراصل توریت کے معنے شریعت ہین سعیر
شدید از راہ دین یکسو دریغا وخضتم کالذی خاضوا دریغا
ایسی تحریرون سے آپکی مصلحت یہہ ہے کہ بعض بیعقل مسلمان توریت کی ایسی ہجو دیکھکر
خوش ہوجاینگے اور آپ کو منصف مزاج سمجھکر آپ کی تعلیمات دہریہ ین کو پسند
کرینگے اور توریت وغیرہ کو دنیوی تصنیفات کی مانند سمجھینگے اور جب کتب الہامی
سابقہ کو وہ انسانی تصنیفات سمجھے تو اس جنس کی ساری کتابون یعنے قرآن کو بھی
وہ ایسا ہی ضرور سمجھینگے اور آپ کا مطلب حاصل ہوجائیگا

(صفحہ ۲۶۳) قولہ دوسری بت پرستون اور حال کے زمانہ کے عیسائیون
کی جسمین طلاق جائز نہین یا بجز زنا کے اور کسی حالت مین جائز نہین اس شریعت مین
اس مقدس رسم کا بلاشبہہ نہایت ادب کیا گیا ہے مگر جسطرح کہ یہودی شریعت مین
افراط تہی اسیطرح اس شریعت مین تفریط ہے اور دونون فطرت انسانی کے برخلاف
ہین الخ **ج** بیان توریت وانجیل دونون نکمی ٹہرائی گئین مگر آپ فرماتے ہین کہ
حال کے زمانہ کے عیسائیون کی جسمین بجز زنا کے طلاق جائز نہین الخ انجیل کے بابت ذرا
کہلکر نہین بولے مگر مطلب وہی نکلا اتنی غلطی البتہ آپ سے ہوئی کہ حال کے زمانہ کے عیسائیونکا
لفظ فرمایا کیونکہ طلاق مین زنا کی قید انجیل مین لگائی گئی ہے اور جب انجیل حال کی
زمانہ کے نہین ہے تو حال کے زمانہ کے عیسائیونکا یہہ مسئلہ کیونکر ثابت ہوا

(صفحہ ایضاً) قولہ تیسرے شریعت محمدیہ جسکا ذکر اس آیت اور اوسکے بعد کی
آیتون مین اور آنحضرت صلعم کے نصیحتون اور ہدایتون مین ہے اس شریعت حقہ نے
اس خوبی اور اس اعتدال سے اس مسئلہ کو قرار دیا ہے جس سے زیادہ عمدہ نہین
ہوسکتا الخ **ج** حج اور قربانی اور توجہ سمت قبلہ وصوم وغیرہ مسائل مین بہی یہہ
شریعت حقہ تہی یا فقط اسی مسئلہ مین یہہ شریعت حقہ ہے اسکے سوا جسطرح توریت
مین طلاق کا حکم ہے اسیطرح قرآن مین ہی ہے اوسمین کچھہ بڑا تفاوت کیا ہے اور
جن احکام کی تشریح توریت مین نہین اونکے طالمود وغیرہ مین ہے علاوہ اسکے
آپ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلعم کی نصیحتون اور ہدایتونمین ہے جونکہ آنحضرت
صلعم کی نصیحتین اور ہدایتین جو کچھہ کہ ہین وہ احادیث مین ہین پس حدیثون کو

تو آپ مانتے نہیں ہیں پھر آنحضرت صلعم کی نصیحتیں اور ہدایتیں کہاں سے
آپ کو مل گئیں

۵۱

(صفحہ ۲۰۷ وغیرہ) قولہ آیت ۲۴۴ - الم تر الی الذین خرجوا اس
آیت سے نہیں معلوم ہوتا کہ اسمیں کن لوگوں کا ذکر ہے مفسرین نے لفظ موتوا
اور لفظ احیاء سے یہہ قیاس کیا کہ یہہ لوگ حزقیل نبی کے وقت میں تھے حزقیل نبی
کا ایک قصہ مردوں کی ہڈیوں کے دیکھنے اور پھر اونکے زندہ ہونیکا حزقیل نبی
کی کتاب میں مندرج ہے ہمارے ہاں کے مفسرین نے صرف ان دو لفظوں سے
ایک قصہ مثل قصہ حزقیل بنا لیا ہے جو محض غلط ہے اور حذر الموت کے لفظ سے
اونہوں نے وبا سے اون لوگوں کا اپنا ملک چھوڑ کر چلا جانا قرار دیا ہے مگر اس تفسیر
کی کوئی سند نہیں ہے صرف اوسی غلط خیال پر یہہ تفسیر بیان کی ہے حذر الموت
کے لفظ سے بسبب وبا کے اون لوگوں کا ملک سے چلا جانا ایک نہایت غلط قیاس ہے
کیونکہ اوسی مقام پر خدا نے مسلمانوں کو اپنے دشمنوں سے لڑنیکی ترغیب دی ہے اور
اسلئے لڑائی میں مارے جانیکی خوف سے اون لوگوں کا ملک کو چھوڑ کر چلا جانا
مراد ہو سکتا ہے نہ کہ وبا کے ڈر سے موت اور احیاء کے حقیقی معنے بھی یہاں مراد
نہیں ہو سکتے کیونکہ آیت میں کوئی اشارہ اسبات کا کہ یہہ امر معجزہ سے ہوا تھا اور
کیا محل معجزہ دکھانیکا تھا اور کس پیغمبر نے دکھایا تھا اور کسکو دکھایا تھا مذکور نہیں
ہے اور جو کہ یہہ الفاظ موقع جنگ میں واقع ہیں اسلئے موت سے اون لوگوں کی
نامردی اور بزدلی مراد ہے جو لڑائی میں موت سے ڈر کر ملک چھوڑ گئے تھے
اور احیاء کے لفظ سے اونکے دلمیں قوت آنا اور لڑنے پر آمادہ ہونا الخ **(ج)**
یہہ تو آپ کا قدیم مقولہ ہے کہ کسی لفظ کی حقیقی معنے قرآن میں لئے نہیں جاتے
ہیں نہ موت نہ حیات نہ معجزات نہ ملائکہ نہ شیطان نہ آدم نہ حوا وغیرہ کسلئے بھی
حقیقی معنے نہیں ہیں لیکن عجب یہہ ہے کہ جب حقیقی معنے الفاظ کے قایم نہ رہے تو مراد
معنے کیونکر قایم رہ سکتے ہیں آپ ہر جگہہ معجزانہ واقعات کی تکذیب اپنے ذمہ لازم جانتے
ہیں حضرت حزقیل ع کی معرفت بنی اسرائیل کو یقین دلانیکے لئے خدا نے یہہ احیاء
اموات فرمائی جسکو آپ فرماتے ہیں کہ محض غلط ہے کیا خدا سے یہہ ناممکن تھا

الیس ذٰلک بقادر علیٰ ان یحی الموتے (قیمہ رع ۲) یہہ قصہ کتاب حزقیل ۷۳ باب ۱۰
تک ہے اور عجیب یہہ کہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء مین احیاء سے
ہی آپ اموات مراد سمجھتے ہین (دیکھو صفحہ ۹۸ تفسیر القران) اور یہان موت سے
مراد آپ بزدلا بن فرماتے ہین ایسی اولٹی عقل کا مفسر آجتک نہ سنا ہوگا اسکے سوا
مفسرین قرآن نے کتاب حزقیل کو کب دیکھا تھا جو اوسمین سے نقل کردیا اس سے ظاہر ہے
کہ اونہون نے منشاء کلام الٰہی کو اوسکے تحقیق شان نزول اور تواتر خبار حضرت
مخبر صادق سے جو نفس الامر تہا بیان کردیا اور اوسیکے مطابق حزقیل ۷۳ باب
مین بہی موجود ہے کہ خدا نے اپنے پیغمبر کے ہات سے یہہ معجزہ ظاہر کر و اکراوسے
تقویت بخشی تاکہ اسیطرح بنی اسرائیل کو عود حالت سرسبزی اور خوشحالی کا یقین دلاکر
نبوت کرین اور قرآن مین اِس قصہ کی نقل کرنے سے مراد یہہ ہے کہ مسلمان اِسکا
یقین کرین کہ جو مردونکو زندہ کرتا ہے وہ قادر ہے کہ زندونکو موت سے بچالے

(صفحہ ۲۷۳) **قولہ** مدیانیون کے ہات سے بنی اسرائیل نے سخت شکست
پائی تہی اور وہ اپنا گہر چہوڑ چہوڑ کر پہاڑون اور جنگلون مین بہاگ گئے تہے اور سات
برس تک اونپر یہہ مصیبت رہی پہر جدعون نبی اونمین مبعوث ہوئے اور اونہون
نے اونکو لڑائی پر ترغیب دی اور اونکا دل مضبوط کیا اور مدیانیون پر اونہون
نے فتح پائی پس خدا تعالےٰ نے مسلمانونکو بتایا کہ جو لوگ لڑائی مین موت کے
ڈر سے بہاگے وہ ایسے بدتر حالت کو جو مرنے کے برابر ہے پہونچ گئی تہی پہر
اللہ نے اونکو ہمت و جرات سے زندہ کیا اور فتحمند اور خوشحال ہوئے اسیطرح
مسلمانونکو بہی موت کے ڈر سے بزدلی اور نامردی جو موت کے برابر ہے اختیار
کرنی نہین چاہئے الخ **ج** پیشتر آپ نے فرمایا کہ یہہ قصہ حزقیل نبی کے مردونکی
ہڈیونکو دیکہنے اور پہر اونکے زندہ ہونیکا حزقیل نبی کی کتاب مین مندرج ہے
الخ اور یہان آپ اوسے جدعون نبی کے بعثت کا زمانہ تبلاتے ہین حالانکہ حضرت
حزقیل علیہ السلام کا یہہ واقعہ ۵۸۷ برس قبل سنہ مسیحی کا تہا اور حضرت حزقیل
بابل کی اسیرونمین سے تہے جنہین بخت نصر پہلے دفعہ لیگیا تہا اور حضرت جدعون بارہ سو
اور پچاس برس قبل سنہ مسیحی کے مبعوث ہوئے تہے (قاضیون کی کتاب باب ۱۱)

اور آپ نے ہی صفحہ ۲۷۶ مین ۱۲۴۹ قبل مسیح مین لشکر کشی جدعون کا واقعہ لکھا ہے پس کہان سنہ پانسو ستاسی ۵۸۷ کا واقعہ اور کہان سنہ بارہ سو پچاس کا واقعہ آپ نے مسلمانون کو بالکل بیوقوف ہی سمجھ لیا ہے کہ تفسیر القرآن کے بہانہ سے جیسا اونسے کہدینگے سب یقین کر لینگے ایسی فاش غلطیان جیسے کہ آپ کرتے ہین بچون سے بھی تو نہین ہوتی ہین کیا آپ کی نظر مین حضرت حزقیئل حضرت جدعون کے عہد مین تھے استغفر اللہ

(صفحہ ۲۷۴) قولہ آیت ۲۴۷ — الم تر الی الملاء — اس آیت سے لغایت آیت ۲۵۲ طالوت وجالوت کی لڑائیونکا ذکر ہے — کتاب شموئیل مین تابوت سکینہ کا طالوت کے عہد سے پہلے آجانا لکھا ہے اور قرآن مجید مین طالوت کے عہد مین الخ اسکے بعد خانصاحب بہادر نے ایک خفیف اور خیالی دلیل سے اسکا تطابق کر دیا ہے ایسے سیکڑون اختلافات خود اسلامی روایتون مین ہوتے ہین اور اونکی تطبیق کر لی جاتی ہے پس تابوت کا عہد طالوت مین یا اوسکے بعد آجانا ایک ذراسی بات پر اتنی بڑی بحث کی حاجت کیا تھی قرآن کا تطابق توریت سے جن باتون مین فریقین کے نزدیک ہے جیسے معجزانہ طور پر حضرت موسٰی کا بحر قلزم سے نکلجانا اور معجزانہ طور پر پتھر کی چٹان سے پانی نکالنا اور کوہ طور پر تجلی ہونا وغیرہ ان سب باتونمین تو آپ نے قرآن کو توریت سے مخالف ثابت کیا یعنی اس تفسیر قرآن مین ان معجزانہ واقعات کو جو توریت مین بھی اسیطرح لکھے ہین آپ نے از روی قرآن باطل قرار دیا اور اس چھوٹی سی بات کو کہ وہ تابوت چند روز پیشتر آیا تھا یا چند روز بعد اتنی بڑی بحث لکھکر ایک تنکے کا پہاڑ کر دیا گیا یہ کافی تھا کہ حضرت صموئیل ہی کی حیات مین وہ صندوق چھینا گیا تھا اور اونہین کی حیات مین آگیا اسکے سوا اس خفیف واقعہ مین بھی جو ایک معجزہ مذکور تھا یعنی تحملہ الملائکہ جسکا مطلب یہہ ہے کہ اوس تابوت کو فرشتے اوٹھا لائینگے اوسکے واسطے قرآن کے ابطال مین آپ یہان بھی نہ چوکے اور نہ فقط یہی بلکہ مجموعہ توریت یعنی اس واقعہ تابوت مین جو معجزہ کا ذکر ہے اوسکا بھی آپ نے ابطال کیا ہے دیکھو تفسیر القرآن صفحہ ۲۸۵

(**صفحہ ۲۷۶**) **قولہ** کتاب سموئیل مین طالوت یعنے شاول اور جالوت کی لڑائی اور اوسکے مارے جانیکا ذکر ہے مگر طالوت کے لشکر کو دریا کے پانی پینے سے منع کرنیکا ذکر نہین ہے بلکہ توریت کی کتاب قضاۃ باب ہفتم مین جدعون کے لشکر کو ایک چشمہ کے پانی پینے سے منع کیا گیا تہا اور یہہ واقعہ ۱۲۴۹ قبل مسیح کے ہوا تہا اسلیئے عیسائی مورخ اعتراض کرتے ہین کہ قرآن مجید مین غلطی سے جدعون کے لشکر کے واقعہ کو طالوت کے لشکر کے واقعہ سے ملا دیا ہے الخ **ج** اسکا جواب خانصاحب بہادر نے صفحہ ۲۸۲ و ۲۸۳ مین اسطرح پر دیا ہے کہ جب جدعون نے مدیانیون پر فوج کشی کی تہی تو اوسنے حملہ کیوقت یہہ قرار دیا تہا کہ جو شخص اس چشمہ سے جو اوسکے لشکر کے پاس تہا پانی پی لے وہ حملہ مین شریک نہو اور جو نہ پی بلکہ صرف ہات ہیگو کے زبان کو تر کرلے وہ حملہ مین شریک رہے اس سے مقصود صرف یہہ تہا کہ جن لوگون کو لڑنے اور جان دینے مین تذبذب ہو وہ چہنٹ جائین اور جو بالکل لڑنے اور مرنے پر آمادہ ہون وہ حملہ مین شریک رہین — طالوت کو یہہ واقعہ ضرور معلوم ہوگا اور اتفاق سے طالوت کا لشکر بہی دریا کے کنارہ پر پڑا تہا اور دریا کے پار ہوکر حملہ کرنا قرار پایا تہا ہر طرح پر یقین کرنیکا موقع ہے کہ طالوت نے بہی اوسی طریقہ پر اون لوگونکو جو حملہ مین دل سے شریک ہونے کو تہے انتخاب کرنا چاہا ہوگا اور وہی طریقہ انتخاب کا اختیار کیا ہوگا جو جدعون نے اختیار کیا تہا ہان کتاب شموئیل مین اس انتخاب کا ذکر نہین ہے لیکن جیسا کہ ہمنے اوپر بیان کیا ہے کتاب شموئیل مین اسکا ذکر نہونیسے یہہ لازم نہین آتا کہ یہہ واقعہ نہوا ہو انتہے اس سارے بیان سے آپ کی یہہ ثابت ہوا کہ کتاب صموئیل مین اس واقعہ کا ذکر نہین ہے مگر آپ اپنی طرف سے فرماتے ہین کہ طالوت کے عہد مین بہی وہی اتفاق پڑا ہوگا اور جدعون کی طرح طالوت نے ہی اپنے لشکر کو پانی پینے سے منع کیا ہوگا فقط بس یہہ اشتباہی ثبوت کوئی دلیل نہین ہو سکتا ہے آپ کو لازم تہا کہ کتاب صموئیل مین اس واقعہ کے مندرج نہونیکی کوئی وجہہ معقول اس زمانہ کے لوگونکو یقین ہونیکے لایق بیان کرتے حالانکہ تفسیر القرآن کے صفحہ ۲ کے آخر مین آپ اقرار کر چکے ہین کہ مین اسبات کا قائل نہین ہون کہ یہودیون اور عیسائیون نے اپنی کتب مقدسہ

مین تحریف لفظی کی ہے اور نہ علما متقدمین و محققین اس بات کے قائل تہے انتہے
پس جبکہ اون کتابون مین تحریف نہین ہوئی اور یہہ واقعہ اون کتابون مین درج ہی نہین
ہے تو آپ کے اس کہنے کو کہ ایسا ہی ہوا ہوگا کون یقین کر سکتا ہے مگر اب مجہسے سُن لیجئے
آپنے پیشتر فرمایا کہ کتاب شموئیل مین طالوت یعنے شائول اور جالوت کی لڑائی اور
اوسکے مارے جانیکا ذکر ہے مگر طالوت کے لشکر کو دریا کے پانی پینے سے منع کرنیکا
ذکر نہین ہے انتہی پس جالوت کے مارے جانیکا ذکر جو کتاب صموئیل مین ہے
جب اوسمین تحریف موجود ہے تو اس واقعہ لشکر طالوت مین تحریف ہونا کب محال
عقل ہو سکتا ہے لغت کتاب مقدس مولفہ ہیسٹن پادری ڈاکٹر متبہر و مرتبہ پادری شیر نگ
ال ال بی مطبوعہ مشن پریس مرزا پور ۱۸۷۵ء صفحہ ۲۴۲ مین لکہا ہے کہ جولیات
(یعنے جالوت) جات کا رہنے والا تہا اور ہر ایک جانتا ہے کہ داود نے کیسے
بہادری کرکے اوسے قتل کیا (اول صموئیل ۱۷ باب) — دوسرے جگہہ بیان
ہے کہ الہنان نے جاتی جولیات کو مارا (۲ صموئیل ۲۱ باب ۱۹) پر یہہ نقل کرنیوالے
کی بہول ہوئی ہوگی کیونکہ الہنان نے جاتی جولیات کے بہائی لحمی کو قتل کیا تہا
(اول تواریخ ۲۰ باب ۵) انتہے پس جسطرح اوسی کتاب صموئیل مین جالوت کے
بہائی لحمی کیجگہہ جالوت کا نام اور حضرت داؤد کیجگہہ الہنان لکہہ دیا تو طالوت کیجگہہ جدعون
کا نام ہونا کتب الہامی سابقہ مین تعجب کا کیا مقام ہے

(صفحہ ۲۷۹) قولہ تابوت سکینہ کو فلسطین فتح کرکے چہین لیگئے تہی کتاب
شموئیل مین اوسکا بہیجدینا ایسی عجیب اور کراماتی واقعون پر مبنی کیا ہے جسکو کوئی آزاد
رائی کا مورخ جو واقعات کو انسانون کے حالات اور افعال کا نتیجہ سمجہتا ہے
تسلیم نہین کر سکتا انتہے **ج** ابہی ایک بڑی لمبی چوڑی تواریخ آپ انہین کتابون
مین سے لکہہ کر اپنے معلومات کو ظاہر کر چکے ہین اور اب جو ایک معجزانہ تذکرہ اُنہین
تواریخی باتونمین جنہین آپنے نقل کیا ہے آگیا تو اوسے آپ فرماتے ہین کہ یہہ
کراماتی واقعہ کوئی آزاد رای کا مورخ تسلیم نہین کر سکتا لیکن اگر نہین تسلیم کر سکتا تو اوسکے
ابطال مین کوئی ویسیہی دوسرے تصنیف ہم پہونچائے اور جب یہہ ممکن نہین ہے
تو نہ تسلیم کرنیکی وجہہ کیا ہے اور فقط آپ کے تسلیم نکر نیسے کیا خدا کی قدرت کہین

باطل ہوسکتی ہے اول صموئیل ۵ باب ۲ و ۴ باب ۳ و ۴ وغیرہ مین لکھا ہے کہ فلسطیون نے بنی اسرائیل پر فتح پانیکی بعد تابوت سکینہ اونسے لیا اور وہ خدا کا صندوق دجون کے مندر مین رکھا تو وہ ناموریت اوسکے آگے گر پڑا اور اوسکا سر اور اوسکے ہاتہون کے دونون پنجے دہلیز پر کٹے پڑے تہے اور پانچوین آیت یہہ ہے کہ اسلیئے دجون کی کاہن اور وے جو اوسکے گہر مین داخل ہوتے ہین دجون کی دہلیز پر آجتک پانون نہین رکہتے ہین انتہے اور فلسطے سخت بیماری مین مبتلا ہوئے اور ۶ باب مین ہے کہ فلسطیون نے خدا کے عذاب سے جو اونپر نازل تہا بچنے کیلئے اوس صندوق کو کفارے کی نذر ودن کیا تہہ ایک نئے گاڑی پر رکہ کر چار پایون کو ہانک دیا اور کوئی ہانکنے والا نہا دیکہو ۶ باب ۱۲ یہان سے تحمله الملائکۃ کا مطلب ظاہر ہوتا ہے جب وہ گاڑی بیت شمس تک آکر خود بخود کہڑی ہوگئی تو وہان کے لوگ اوسے لے آئی مگر شامت اعمال سے صندوق کو کہولکر دیکہا چونکہ غیر لادی کو یہہ کام روا نہا خدا نے اونمین کے پانچ ہزار اور ستر آدمیونکو ہلاک کیا تہا دیکہو ۶ باب ۲۹

(صفحہ ۲۸۰) **قولہ** اس شکست کے بیس برس بعد وہ یعنے اسرائیلی فلسطیون سے پہر لڑے اور فلسطیون نے شکست پائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فلسطینی کمزور ہوگئے تہے۔ اونہون نے سمجہا ہوگا کہ اگر تابوت سکینہ واپس کردیا جائے تو شاید مصیبت جنگ سے حفاظت ہوجائے اونہون نے جابجا اوسکو منتقل کیا اور آخر کار ایک گاڑی مین لادکر معہ زر و تحالیف کے بیت الشمس کے سرحد مین جو بنی اسرائیل کا ایک شہر فلسطیون کی سرحد سے ملا ہوا تہا چہوڑ آئے الخ **ج** صفحہ ۲۷۵ مین آپہی نے لکہا ہے کہ اوس شکست سے جسمین اسرائیلیون سے تابوت سکینہ چہینا گیا سات مہینے کے بعد فلسطیون نے واپس کردیا تہا اور فتح تو بنی اسرائیل نے بیس برس کے بعد پائی تہی پس فلسطے فتح پاکر اوس عرصہ مین کیونکر کمزور ہوگئے تہے کیونکہ صندوق تو سات ہی مہینے مین واپس کردیا تہا وہ زمانہ تو اونکے عین غلبہ اور قوت کا تہا اور بیس برس بعد تک بہی وہ جبتک شکست نہین پائی کچہہ بہی کمزور نہوئے تہے کیونکہ اونکے کمزوری کا باعث تو وہ شکست تہی جو بیس برس کے بعد

واقع ہوئی اور صندوق لوٹانی فتح سے ساتوین جہینے اونہون نے واپس کیا
تہا یہہ دلیل لوخانصاحب بہادر کی بہت ہی نکمی نکلی اور ثابت ہوا کہ محض عذاب
الہی سے عاجز اگر اونہون نے وہ صندوق واپس کیا تہا اسکے سوا آپ فرماتے
ہین کہ فلسطیون نے سمجہا ہوگا کہ اگر تابوت سکینہ واپس کردیا جائے تو شاید
مصیبت جنگ سے حفاظت ہو جائے الخ مگر اونہون نے یہہ کیون نہ خیال کیا کہ
اس تابوت سکینہ کے چہین لینے سے پیشتر کب لڑائی بند ہوئی تہی جو اسکے واپس
کرنیکے بعد بند ہو جائیگی اسکے سوا آپ تو خود فرماتے ہین کہ آخر کار ایک گاڑی مین
لادکر معہ زر و تحالف کے بیت الشمس کی سرحد مین چہوڑ آئے الخ پس اگر
اوپر مصیبت اور عذاب نتہا تو یہہ نذر و نیاز گزراننے کی اونہین کیون حاجت ہوئی

(**صفحہ ۲۸۵**) **قولہ** ہمارے علما مفسرین نے کہدیا کہ اون بیلون کو جنپر
کوئی ہانکنے والا نہ تہا فرشتے ہنکا لائے تہے اور یہی معنے تحملہ الملائکۃ کے قرار دیدئے
یہہ سب غلط قیاسات ہین آیت کا مطلب صاف ہے کہ بنی اسرائیل کو تابوت
سکینہ کے ہات آنیکی بڑی خواہش تہی شموئیل پیغمبر نے جب طالوت کو بادشاہ مقرر کیا
تو فرمایا کہ اسکے بادشاہت مین تابوت سکینہ آجاویگا اور چونکہ اوسکا ہات آنا
نہایت مشکل معلوم ہوتا تہا اسلئے اونہونے کہا کہ اوسکو فرشتے اوٹہا دینگے جیسے
کہ ایسی موقع پر بطور تقویت قلب کے بولا جاتا ہے الخ **ج** اگر حضرت صموئیل
علیہ السلام نے بطور تقویت دینے کے ہی یہہ فرمایا تہا تب ہی جبکہ خدانے پورا
ہی کر دکہایا تو اب کون اوس معجزہ کو جہٹلا سکتا ہے علاوہ اسکے کیا خدا کی پیغمبر کوئی
فضول بات بہی منہہ سے نکالتے ہین جو زمانہ سازون کیطرح جہوٹہی باتون سے
تقویت لوگون کے کریں اور جبکہ دنیا کے لوگ ایسی باتین بنا دیتے ہین تو پیغمبرون
اور دنیا دارون مین فرق کیا رہے اگر وہ بہی ویسیہی باتین بنائین اور اول صموئیل
کا باب ۱۲ مین بہی اشارہ ہے کہ فرشتے اوسے ہانک کر لائے تہے

(**صفحہ ۲۸۶ وغیرہ**) **قولہ** آیت ۲۶۱ — او کالذی مر علی قریۃ قبل اسکے کہ
اس آیت کی تفسیر بیان کیجاوے لفظ کالذی مین جو حرف کاف ہے اوسپر جو بحث
ہے وہ بیان کرنی چاہئے علما نحویین سے کسائی اور فراء اور ابو علی فارسی کا یہ قول

ہے کہ اس سے پہلے آیت مین جہان فرمایا ہے کہ الم تر الی الذی حاج ابراہیم وہان ہی
الذی کیجگہہ کالذی مراد ہے اور پہر اس آیت مین جو او کالذی آیا ہے اوسکا عطف
پہلے آیت کے معنون پر ہے نہ لفظ پر یہہ بحث تو صرف سیاق عبارت سے اور
ایک نحوی قاعدہ سے متعلق ہے اِس بحث سے یہہ مطلب حل نہین ہوتا کہ الذی
پہ کاف تشبیہہ لانے سے جو یہہ معنے ہوگئی ہین کہ اوس شخص کی مانند تو مانند کے
کہنے سے کیا مطلب ہے اخفش نے اِس بحث کو نہایت مختصر کردیا ہے اور یہہ کہا ہے
کہ یہان کاف زائد ہے مگر کاف زاید لانے کی اور اوسکے زاید ہونیکے کوئی وجہہ
نہین معلوم ہوتی صاف بات تہی کہ پہلے آیت مین بتایا تہا کہ کیا تو نے نہین دیکہا
اوس شخص کو جسنے ابراہیم سے جہگڑا کیا اور دوسرے آیت مین فرمایا کہ کیا تو نے نہین
دیکہا اوس شخص کو جو ایک قریہ مین گزرا پہر دوسری جگہہ کاف زاید لانیکے اور مانند
اوس شخص کے جو ایک قریہ مین گزرا کہنے کی کیا حاجت تہی مبرد نحوی دوسری آیت
مین چند لفظ محذوف مانتا ہے اور اوسکا قول ہے کہ تقدیر آیت کی یون ہے اولم
تر الی من کان کالذی مر علی قریہ یعنے تو نے کیا نہین دیکہا اوس شخص کو جو تہا مثل اوس
شخص کے جو ایک قریہ پر گزرا مگر اوس سے ہی آیت کا مطلب نہین کہلتا اور یہی سوال
باقی رہتا ہے کہ مثل اوس شخص سے کیا مطلب ہے صاحب بیضاوی نے غالباً ان
مشکلات کو خیال کیا ہے اور ایک اور قول بیان کرنیسے اپنی دانست مین اِس مشکل کو
حل کیا ہے اور لکہا ہے کہ او کالذی مر علی قریۃ حضرت ابراہیم کا قول ہے اور سوال
مقدر کا جواب ہے یعنے جب نمرود نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ مین زندہ کرتا ہون
تو حضرت ابراہیم نے کہا کہ اگر تو زندہ کرتا ہے تو اسطرح زندہ کر جسطرح کہ خدا نے اُس
شخص کو زندہ کیا تہا جو ایک قریہ پر گزرا تہا اِس تفسیر کے موجب تقدیر آیت کی یہہ
ہوتی ہے کہ ان کنت تحیی فاحی کاحیاء اللہ الذی مر علی قریۃ نتیجہ اسکا یہہ ہوا کہ لفظ کاف
سے اوس شخص کی مانند مراد نہین بلکہ جسطرح وہ زندہ ہوا تہا اسطرح زندہ کرنیکے مانند
مراد ہے اور پہر قاضی بیضاوی صاحب فرماتے ہین کہ وہ شخص جو زندہ ہوا تہا یا تو
عزیر تہے یا خضر تہے یا کوئی کافر منکر بعث تہا عزیر تو ہو نہین سکتے کیونکہ وہ حضرت
ابراہیم کے زمانہ کے بہت بعد ہوئے ہین اور یہہ معلوم نہین کہ قاضی صاحب نے

خضر سے مراد کس سے ہے اور یہہ واقعہ خضر پر کب گزرا تھا اور نہ یہہ معلوم ہے کہ وہ کافر منکر بعث کون تھا رجماً بالغیب جو کچھہ جی مین آیا یا سُنا لکھدیا راوی کی روایت گو وہ کیسی ہی صریح البطلان ہو تفسیر ونہین قصون کے لکھہ دینے کو کافی ہے پس یہہ قول حضرت ابراہیم کا کسیطرح نہین ہوسکتا اگر قرآن مجید کا ٹھیک ٹھیک ادب کیا جاوے اور اوسکو دلیری کا قصہ نہ قرار دیا جاوے جیسیکہ عجائب پسند مسلمان قرار دیتے ہین تو آیت کے معنے نہایت صاف ہین یہہ بات ہرکوئی جانتا ہے کہ کاف حرف تشبیہ کا ہے اور کانّ بھی اوسی کاف تشبیہ سے بنا ہے اور کاف تشبیہ کو بسبب بھی ضرورت کے مثلاً بغرض اہتمام تشبیہ یا تبدیل سیاق کلام یا کسی اور ضرورت کی مشبہ بہ سے جدا کرکے مقدم کر دینا جایز ہے مثلاً زید کالاسد سے جب کاف تشبیہ کو کسی سبب سے جدا کرکے مقدم کرین تو یون کہینگے کانّ زیدن الاسد اسمقام پر بھی الذی مشبہ نہین ہے بلکہ اوس سے اوس شخص کے مرور کی تشبیہ یا تمثیل مراد ہے پس تقدیر آیت کی یہہ ہے کہ الم تر الی الذی کانہ مر علے قریۃ یعنے کیا نہین دیکھا تو نے اوس شخص کو جو گویا کہ گزرا تھا ایک قریہ پر درحقیقت وہ شخص گزرا نہین تھا بلکہ اوسنے رویا مین دیکھا تھا کہ مین ایک قریہ پر گزرا ہون جو ویران پڑا ہے اور جو تقدیر آیت کی ہمنے بیان کی اوس سے صاف پایا جاتا ہے کہ اوس شخص کا حال بیان کیا جاتا ہے جو یہہ سمجھا تھا کہ گویا مین ایک قریہ مین گیا ہون اور اسطرح کا بیان صریح دلالت کرتا ہے کہ وہ رویا کا واقعہ ہے مگر نحوی قاعدے کے موافق کانّ کا لفظ الذی موصول کے صلہ مین واقع نہین ہوسکتا اس ضرورت سے حرف تشبیہ یعنے لفظ کانّ کو مقدم لانا پڑتا تھا اور وہ مقدم نہین ہوسکتا تھا کیونکہ اوسکے اسم و خبر صلہ کی جزو تھی اسلئے حرف کاف جو اصل لفظ تشبیہ کا تھا وہ اوس کی جگہہ مقدم کیا گیا الخ

ج آپ نے اِس آیت کے سیاق وسباق کو بھی تو دیکھا ہوتا کہ اِس سے پہلی آیت مین یحی ویمیت ہے اور اِسکے بعد کے آیت مین کیف تحی الموتی آیا ہے اِس سے ثابت ہے کہ اِس درمیانی جملہ فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ سے بجز حقیقتاً مرجانے اور جی اوٹھنے کی کوئی تمثیل یا تشبیہ مراد نہین ہے پس وہ تقدیر آیت کی جو آپ نے لکھی بیکار ہوگئی دوسری یہہ کہ پہلی آیت مین ہے الم تر الی الذی حاجّ

ابراہیم فی ربہ اور اِس دوسرے جملہ مین ہے او کالذی مر علی قریۃ یعنے اِس جملہ مین کہین دیکھنے کا لفظ موجود نہین ہے پس اگر اس جملہ کو جملہ سابق سے ربط دیا جاوے تو جسطرح آپ ہی اقرار کرتے ہین کہ وہان رویا نہین واقعی قصہ تہا (دیکھو صفحہ ۲۹۱ تفسیر القرآن) اسیطرح یہان بہی رویا نہین قرار دیا جا سکتا ہے اور اگر اسی جملہ سابقہ سے ربط نہ دیا جاوے تو آیت کا مطلب بالکل مہمل ہو جاتا ہے کیونکہ آپ ہی اسی رویا اُسوقت قرار دیتے ہین جب الم تر الی الذی اسکی ہی شروع مین فرض کر لیتے ہین جیسا کہ آپ نے تقدیر آیت مین لکہا ہے کہ الم تر الی الذی کالذی مر علی قریۃ پس جب الم تر بیشتر اِس آیت مین شامل کیا گیا تو جسطرح آیت سابق مین آپ کے اقرار کے موجب ہی رویا نہین ہے اسیطرح اِس آیت مین بہی رویا نہین ہے اور تقدیر آیت کی جو آپ نے کی بیکار ہوگئی یعنے درحالت ربط آیت سابقہ یہہ رویا نہین ہے اور اگر آیت سابقہ سے اسی رابطہ نہ دیا جاوے تب بہی یہہ رویا نہین ہے مطلب یہہ کہ کسی حالت مین یہہ رویا نہین ہو سکتا ہے تیسرے یہہ کہ کالذی مین یہہ کاف تشبیہ نہین بلکہ بحسب محاورہ کاف مقحم ہے جیسے لیس کمثلہ شی پس آپ کی تقدیر آیت مین لفظ کان لانا بیکار ہے کیونکہ حرف زائد مستعمل بالمعنے نہین ہوتا ہے چنانچہ اخفش کا یہی قول آپ ہی نقل کر چکے ہین اور استعمال حرف زائد کسی موقع کلام مین مقتضای محاورہ زبان ہے جیسے فارسی مین ہے اندر بمعنے یا یہہ کہ اندر در آمد پس اِسکے لئے بجز محاورہ زبان اور کوئی وجہ نہین ہوا کرتے ہے علاوہ اِسکے اگرچہ کان کا کاف تشبیہ سے بنا مختلف فیہ ہے جو قابل استدلال نہین ہوتا آپ ہی صفحہ ۲۰۸ مین فرماتے ہین کہ کان کا لفظ الذی موصول کے صلہ مین واقع نہین ہو سکتا اِس ضرورت سے حرف تشبیہ یعنی لفظ کان کو مقدم لانا پڑتا تہا اور وہ مقدم نہین ہو سکتا تہا کیونکہ اُسکے اسم و خبر صلہ کی جزو تہی اِسلئے حرف کاف جو اصل لفظ تشبیہ کا تہا وہ اُسکے جگہہ مقدم کیا گیا تہے پس وہی کالذی تو رہا اور کان مر علی قریۃ لکہنے کی تکلیف حاصل کیا ہوا مجہے تعجب ہے کہ اِس تفسیر کو پڑہ کر لوگ خانصاحب بہادر کو صحیح نحو اس کیونکر جانتے ہونگے لیکن باوجود اِسکے ایسی عقل کی بہی لوگ موجود ہین جو خانصاحب

کی اِس تفسیر القرآن کو ساری تفسیرون مین لاثانی جانتے ہین

(صفحہ ۲۸۸) **قولہ** قرآن مجید مین اوس شخص کا جسکا رویا بیان ہوا ہے ذکر نہین ہے اور نہ اوس قریہ کا ذکر ہے جسمین گزرنا اوس شخص نے رویا مین دیکہا تہا غالباً اوس قریہ کی تعین کی ضرورت ہی نہین کیونکہ اوس شخص نے رویا مین دیکہا ہوگا کہ مین ایک قریہ مین گزرا ہون جو ویران پڑا ہے — وہ شخص حضرت نحمیاہ نبی تہے الخ

(صفحہ ایضاً) **قولہ** بخت نصر نے سنہ ۵۹۰ قبل مسیح مین بیت المقدس کا محاصرہ کیا اور سنہ ۵۸۸ قبل مسیح مین بیت المقدس کو فتح کر لیا اور معبد کو جلا دیا اور بیت المقدس کو ویران کر دیا مگر کیخسرو بادشاہ ایران نے غلبہ پاکر یہودیون کو قید بابل سے آزاد کیا اور سنہ ۵۳۶ قبل مسیح کے اونہون نے بیت المقدس مین پہر آکر قربانیان کین — سنہ ۴۶۷ قبل مسیح کے عزیر پیغمبر بیت المقدس مین گئے اور یہودیون کی بہلائی کا زمانہ شروع ہوا مگر بیت المقدس اوسیطرح جلا ہوا اور ڈہیا ہوا پڑا تہا حضرت نحمیاہ نبی کو اوسکا نہایت رنج تہا اونہون نے خدا سے بہت التجا اور دعا کی کہ کسیطرح پہر تعمیر ہو — حضرت نحمیاہ کو بیت المقدس کی تعمیر کی بڑی فکر تہی اور خدا کی سامہنے ہمیشہ التجا اور دعا کیا کرتے تہے — حضرت نحمیاہ نے رویا مین دیکہا — کہ مین ایک قریہ مین گیا ہون جو بالکل ڈہایا ہوا اور ویران پڑا ہے رویا ہی مین اونہون نے کہا کہ اِس قریہ کی اسیطرح مر جانے کے بعد کسطرح خدا اسکو زندہ یعنے آباد کریگا اوسی حالت مین اونہون نے دیکہا کہ مین مر گیا ہون اور پہر جی اوٹہا ہون رویا مین اوسی کسینے کہا کہ کتنی دیر تک تم پڑے رہے اونہون نے کہا کہ ایک دن یا ایک دن سے کچہہ کم اوسنے کہا کہ تم سو برس تک پڑے رہے اپنے کہانے اور پینے کی چیزونکو دیکہکر کہ وہ تو نہین بگڑین اور اپنے گدہے کو دیکہکر کہ اوسکا کیا حال ہوگیا ہے اور دیکہہ کر کہ پہر اوسکی ہڈیان کسطرح ہلتی ہین اور کسطرح اونکے اوپر گوشت چڑہتا ہے اِس عجیب رویا سے اونکو تسلی ہوئے کہ بیت المقدس ضرور تعمیر ہو جائیگا — ہماری مفسرین کی عادت ہے کہ سیدہی بات کو بہی ایک عجوبہ بات بنا کر بیان کرتے ہین اور سنی سنائی باتین ناتحقیق اور قصے

اور کہانیان اوسمین شامل کردیتے ہین الخ
(صفحہ ۲۹۰) قولہ جو روایت ابن عباس کے نام سے تفسیر کبیر مین بیان کی ہے اوس سے پایا جاتا ہے کہ یہہ تمام واقعہ جو اِس آیت مین بیان کیا گیا ہے وہ ایک رویا تہا اوس روایت مین بجاے حضرت نحمیا کے حضرت عزیر کا نام لکہا ہے ممکن ہے کہ وہ خواب دیکہنے والے حضرت عزیر ہی ہون الخ
(صفحہ ۲۹۱) قولہ قرآن مجید کا سیاق کلام اسطرح پر واقع ہوا ہے کہ جو قصے اوسمین بیان کئی گئی ہین اونکا مقصد بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے چنانچہ حضرت یوسف کے خواب کا جہان ذکر ہے وہان بہی اسیطرح بیان ہے الخ ج اِس ساری بیان مین دو باتین جواب کے لایق ہین اول حضرت نحمیاہ کی جگہہ اِس واقعہ کو حضرت عزیر سے منسوب کرنا اور اسمین آپ کو بہی کچہہ عذر نہین ہے کیونکہ صفحہ ۲۹۰ مین آپ اقرار کر چکے ہین کہ ممکن ہے کہ وہ خواب دیکہنے والے حضرت عزیر ہی ہون اسکے دوسری بجاے رویا کے اسی معجزہ یقین کرنا حضرت یوسفؑ کے خواب کی جو نظیر آپ نے پیش کی ہے اِس سے ثابت ہے کہ یہہ رویا تہا کیونکہ حضرت یوسف کے خواب کیلئے رویا کا لفظ موجود ہے قال یٰبنی لاتقصص رویاک علی اخوتک (یوسف ع ۱) اور اِس واقعہ کے بیان مین جو حضرت عزیر پہ گزرا رویا کا لفظ نہین ہے اور آپ فرما چکے ہین کہ قرآن کا سیاق کلام اسیطرح پر واقع ہوا ہے اور اِسکے واسطے حضرت یوسفؑ کے خواب کی نظیر آپ نے درج فرمائی تہی پس ثابت ہوا کہ قرآن کا سیاق کلام ہی اِس آیت مین ظاہر کرتا ہے کہ یہہ رویا نتہا کیونکہ برخلاف قصہ یوسف کے یہان رویا کا لفظ نہین ہے پہر یہہ کہ صفحہ ۲۸۹ مین آپ نے لکہا ہے کہ رویا مین اونہون نے دیکہا کہ مین مر گیا ہون اور جی اوٹہا ہون حالانکہ یہہ حضرت عزیر نے نہین دیکہا تہا کہ مین مر گیا ہون اور پہر جی اوٹہا ہون پس اوس خواب دیکہنے والیکو اِس واقعہ سے کچہہ علاقہ نہین ہے علاوہ اِسکے آپ نے لکہا ہے کہ رویا مین اونسے کسینے کہا کہ کتنی دیر تک پڑے رہے اونہون نے کہا کہ ایکدن یا ایکدن سے کچہہ کم اوسنے کہا کہ تم سو برس تک پڑی رہے اسکے اِس سے دو مطلب حاصل ہوتے ہین ایک یہہ کہ سو برس

تک کا خواب عام عادت کے خلاف ہے پس لامحالہ وہی معجزانہ موت تہی دوسرے
یہہ کہ اگر اسی خواب سے تعبیر کرین تو وہ سو برس پڑا رہنا بہی خواب کہنے پڑیگا
پس خواب کے درمیان یہہ دوسرا خواب کیسا یہہ بالکل ناممکن ہے ایک اور
دلیل اسکے خواب ہونیکی یہہ بہی آپنے صفحہ ۲۸۸ مین لکہی تہی کہ قرآن مین
اوس شخص کا ذکر نہین ہے اور نہ اوس قریہ کا ذکر ہے غالبا اوس قریہ کی تعین کی ضرورت
بہی نہ تہی کیونکہ اوس شخص نے رویا مین دیکہا ہوگا الخ لیکن الم تر الی الذین خرجوا من دیارہم
اور الم تر الی الملا مین بہی نہ کسی شخص کا اور نہ کسی مقام کا نام ہے تب بہی آپ نے اوسکو رویا
نہین قرار دیا تہا اسیطرح یہان بہی اسکے رویا ہونے کی کوئی وجہہ نہین ہے قطع نظر
ان سب باتون کے حضرت عزیر کا حال تمام عمر کا بجز سات مہینون کے کسیکو بہی
معلوم نہین ہے آپ کو اسکی اطلاع نہ تہی ورنہ کبہی رویا کا آپ نام تک نہ لیتے (دیکہو
لغت کتاب مقدس مطبوعہ مرزاپور مشن پریس سنہ ۱۸۴۵ع صفحہ ۸۷ کالم ۲) اگرچہ اونکی
عمر ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی ہوئی تہی (مفتاح الکتاب مصنفہ پادری ڈاکٹر میتہر و پادری
ڈبلیو گلین مطبوعہ سنہ ۱۸۵۶ع صفحہ ۸۸ سطر ۲۱) اسکی وجہہ یہہ ہے کہ سو برس اونکی
زندگی کی اس معجزانہ حالت مین گزر گئے تہے ورنہ جتنے سات مہینے مین اتنی بڑی بڑے
کام کئے اگر سو برس کی زندگی تک مہلت ملتی تو خدا جانے اور کیا کیا کام اونکے
ہات سے ہوتے لغت کتاب مقدس صفحہ ۸۷ و ۹۷ مین لکہا ہے کہ جہانتک دریافت ہوسکتا
ہے جتنا کام عزرا نے یروسلم مین کیا اوسنے سات مہینے کے عرصے مین کیا —
عزرا کا آخری حال معلوم نہین ہے انتہی

صفحہ ایضا) قولہ آیت ۲۶۲ و اذ قال ابراہیم جسطرح کہ پہلے آیت کے سیاق
کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا قصہ ایک رویا کا واقعہ تہا اسیطرح اس قصہ کا
ایک رویا مین واقعہ ہونا پایا جاتا ہے اول تو اسوجہہ سے کہ سب سے اول جو قصہ ابراہیم
نمرود کیساتہہ بیان ہوا اور واقعی قصہ تہا اوس سے ابراہیم کے اس قصہ کو علیحدہ کرکے
اوس قصہ کے بعد بیان کیا ہے جو رویا مین واقع ہوا تہا دوسرے یہہ کہ کیفیت
حیا ہوتے امر مشاہد بالعین نہین ہے اگر کوئی شخص کسی مردہ کو زندہ کردے
بیمار کو اچہا کردے تو اسقدر مشاہدہ ہوسکتا ہے کہ مردہ زندہ یا بیمار اچہا ہوگیا اگر

کیفیت احیا یا کیفیت صحت امر مشاہد نہین ہے اور اسلیئے لفظ ارنی سے
کسی ایسی امر سے مراد نہین ہے جو وقوع فی المشاہد ہو بلکہ اریت قلبی مراد ہے
پس گویا حضرت ابراہیم کا یہہ کہنا ہے کہ اے رب میری دل کو بتا دی کہ مُردی کسطرح
زندہ ہونگی تیسرے یہہ کہ اِس قسم کی ترددات جو بزرگون اور اہل دل کو واقع ہوتی ہین
اونکا رفع اور تسلی اوسی طریق سے ہوتی ہے جسکو مشاہدات یا مکاشفات یا رویا سے
تعبیر کیا جاتا ہے اور جو فطرت انسانی کے بالکل مطابق ہے الخ ج حضرت ابراہیم نے خدا سے
عرض کی تہی کہ مردہ جانور کا زندہ ہونا دیکہین بس حکم ہوا کہ چار جانورونکو ٹکری ٹکری کرکے
چار پہاڑیون پر رکہہ دی اور پکارو وہ چلے آئینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا خانصاحب بہادر فرماتی ہین
کہ یہہ بہی خواب تہا اور اوسکی ثبوت مین تین وجہین آپ نے لکہی ہین پہلی وجہ یہہ ہے کہ اس
سے پیشتر جو قصہ حضرت عزیرؑ کے سو برس مردہ رہنی کا تہا اور اوسی بہی آپ نے رویا قرار دیا
تہا پس اوسکے بعد کا یہہ قصہ بہی رویا ہے لیکن یہہ کچہہ بات نہین اگرچہ اس سے پیشتر
کا قصہ رویا ہے ہوتا تو یہہ کچہہ ضرور نہین ہے کہ رویا کے بعد سدا رویا ہی مذکور رہو بلکہ اس سے
یہہ لازم آویگا کہ اس سے پیشتر کا قصہ بہی رویا تہا کیونکہ وہ اوس قصہ کے بعد تہا
جسے آپ بہی ابراہیم و نمرود کا واقعی قصہ کہتے ہین دوسری وجہ آپنے یہہ لکہی ہے
کہ کیفیت احیا امر مشاہد نہین ہے اور اسلیئے لفظ ارنی سے کسی ایسی شئے سے مراد
نہین ہے جو وقوع فی المشاہد ہو بلکہ اریت قلبی مراد ہے الخ مراد آپ کی غضب ہے
اسپنے سارے قرآن کو اولٹ دیا ہے لیکن اس قصہ کو رویا ثابت کرنے کیلئے تو ارنی
سے مراد آپ اریت قلبی فرماتے ہین اور سورہ یوسف مین رویا کی لفظ سے کوئی دوسری
مراد آپنے نہ لی اسکی کیا وجہ ہے یہہ کیا ضرور ہے کہ جہان کوئی واقعی معجزانہ قصہ ہی ہان تو
اوسکی تاویل کرکے مراد قایم کیجائے اور جہان رویا ہے وہان مراد بالائے طاق رکہی
جلائے آپ کو لازم تہا کہ جہان واقعی قصہ کو رویا آپ قرار دیتے ہین تو جہان رویا ہے
اوسے واقعی قصہ قرار دیتے دوسرے یہہ کہ حضرت موسیٰؑ نے بہی ارنی فرمایا تہا جسکے
نسبت آپ صفحہ ۴۰ امین لکہہ چکے ہین کہ موسیٰؑ کو بہی خدا کے دیکہنے کا شوق ہوا مگر
وہ شوق دوسری قسم کا تہا جسکے غلبہ مین انسان کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور ہونے نہونے
بات کہہ اوٹہتا ہے انتہے پس دہا تیر تو حضرت موسیٰؑ کی عقل پر پردہ ڈالنی کیواسطے وہی

ارنی قایم رہی اور یہان اریت قلبی ہوگئی کاش کہ آپ وہان بہی ارنی سے اریت
قلبی مراد ٹہراتے تاکہ حضرت موسیٰ کی عقل پر آپ کو پردہ نہ ڈالنے پڑتا تیسرے یہہ کہ
یہہ کہان سے آپکو ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم نے اپنی آنکہون سے اوس معجزہ کے
دیکہنے کی تمنا نہین کی ہتی اور کیا آنکہون سے دیکہنے مین دل کو تسکین نہین ہوتی ہے
جو اریت قلبی کی آرزومند ہوئے جو تہے جب دلسی دیکہنے کے وہ مشتاق ہوئی
تو آنکہون سے دیکہنے مین کیا گناہ تہا جو اسے آپ تجویز نکر سکے پانچوین اِس قصہ مین
بہی رویا کا لفظ نہین ہے پہر آپ کو قرآن مجید مین اصلاح کرنیکا یہہ منصب کہان سے
ملگیا کہ اسے رویا قرار دین تیسرے وجہہ آپ نے یہہ لکہی ہے کہ اِس قسم کی ترددات
جو بزرگون اور اہل دل کو واقع ہوتی ہین اونکا رفع اونکےلئے مشاہدات اور رویا سے
ہوتی ہے الخ لیکن حضرت موسےٰ بہی آپ کی نظر مین بزرگ و اہل دل تہے یا نہین
پہر اونکی لئے مشاہدات اور رویا سے کیون نہوئی جو ارنی کہنے پڑا اِسکے سوا اوریم
وتمیم جو وسیلۂ دریافت مرضی الٰہی تہا اگر رویا اور مشاہدات پر منحصر ہوتا تو پہر اوریم وتمیم
کی کیا ضرورت ہتی یہہ مین نے ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر لکہا ہے جسطرح آپ نے
عموماً بزرگون اور اہل دل کا ذکر کیا ہے اِن سب باتون کیسوا اگر رویا اور مشاہدات
پر یہہ رفع ترددات منحصر تہا تو چاہئے کہ ظاہر سے طور پر وہ سوال بہی حضرت ابراہیم
علیہ السلام نے خدا سے کیا ہو اور جبکہ مشاہدات اور رویا سے خارج طرز پر وہ سوال
وجواب خدا سے ہوئے تہے تو پہر اوس سوال وجواب کا حاصل رویا و مشاہدات پر
کب منحصر ہو سکتا ہے اور اگر آپ فرمائین کہ وہ سوال وجواب بہی رویا مین ہوئے
ہتی تو توریت سے ثابت ہے کہ غیر رویا مین وہ ماجرا گزرا تہا دیکہو پیدایش ۵ اباب
۹ و ۱۰ اور جانور چار ہونیکی وجہہ یہہ ہتی کہ خدا نے حضرت ابراہیم سے فرمایا تہا
کہ چار سو برسون کے بعد تیری نسل کو یہہ سرزمین میراث مین دونگا چنانچہ ایسا ہی
ہوا کہ چار سو برسون کے بعد عبرانی لوگ اوس سرزمین کے وارث ہوئے پیشتر اسرائیلے
اور اونکے بعد اسمعیلے جیسا کہ ابتک ہے پس یہہ سب تو رویا مین نہوا پہر اون جانورونکا
معجزانہ واقعہ رویا مین ہونیکی کیا وجہہ تہی

(صفحہ ۲۹۲) **قولہ** حضرت ابراہیم نے اور نہ انسی پیشتر کسینے اِس دنیا مین مردونکا

زندہ ہوتا دیکھا تہا اور اسلیئے کوئی ذی عقل خدا سے ایسا سوال نہین کرسکتا تہا الخ

ج حضرت ابراہیم نے اور اونسی پیشتر ساری مخلوق نے حضرت آدم علیہ السلام کی جسم خاکی مین روح کا پہونکا جانا معلوم کرلیا تہا کیا مردہ زندہ ہونیمین کچہہ اسکے سوا ہی ہوتا ہی آپ حضرت ابراہیم کو غیر ذی عقل ہی سمجہے مگر اونکے اس معجزے کا یقین تو کیجیے کیونکہ خرق عادت تو خود ہی عقل کے خلاف ہوتا ہے کاش کہ آپ مین اتنی عقل نہوتی مگر ابراہیم جیسا ایمان ہوتا کہ اس معجزہ کا یقین کرتے لیکن آپکو معلوم ہوجانا چاہئے اگر حضرت ابراہیم غیر ذی عقل نتہے تو اسلیئے اونہون نے یہہ معجزہ ظاہر ہونا پسند کیا تہا کہ آخر زمانہ کے منکرون کے زبان بند کرینگی واسطے یہہ دلیل ہو اسکے بعد خانصاحب بہادر نے تین قسم کے علما ء اسلام کا ذکر کیا ہے اول اونکا جو جانورونکا قیمہ ہوکر پہر زندہ ہوجانا صحیح جانتے ہین دوسرے وہ جو قیمہ کیجگہہ جانورون کو مانوس کرلینا سمجہتے ہین تیسرے وہ ہین جو کہتے ہین کہ خدا کے حکم دینے سے حضرت ابراہیم کے دلکو طمانیت ہوگئی ہہر اونہون نے نہ جانورونکو قیمہ کیا نہ پہاڑون پر رکہا فقط ان تینون قسمون کے علما مین سے اول درجہ اونہین کا ہے جو جانورونکا زندہ ہوجانا صحیح جانتے ہین کیونکہ خانصاحب بہادر نے بہی فضیلت اونہین کو دی ہے کہ سب سے مقدم رکہا ہے

(صفحہ ۲۹۳) **قولہ** عیسائی بحث کرنیوالون نے ہماری مفسرین کی لغو اقوال کو غنیمت سمجہا اور بلا تحقیق اصل مطلب کے قرآن مجید پر اعتراض کرنیکو موجود ہوئے الخ

ج یہہ کیا ضرور ہے کہ آپ کے مرادی معنے ہر جگہہ صحیح نکلین اور مفسرین کے حقیقی معنے کہین صحیح نہ قرار پائین اسکے بعد صفحہ ۲۹۴ و ۲۹۵ مین لکہا ہے کہ عیسائی کہتے ہین کہ قرآن مین توریت سے قصے نقل کردئی ہین الخ اگر یہہ سچ بہی ہوتا تب بہی یہہ سمجہنا کافی تہا کہ جسنے توریت نازل کی اوسے نے قرآن کو بہی نازل فرمایا ہے بس اوسے اپنے کلام مین اختیار ہے کہ جتنے کتابون مین چاہے اوسے نقل کردے

(صفحہ ۲۹۸) **قولہ** آیت ۲۷۶ و احل اللہ البیع وحرم الربا حضرت عمر نے کہا کہ رسول خدا صلعم نے انتقال فرمایا اور ربا کی تفسیر ہمسے بیان نہین فرمائی یعنے ہمکو اسبات کے دریافت کرنیکا موقع نہین ملا کہ ربا جسکو خدا نے حرام فرمایا

وہ کیا ہے اور کونسا ربا ہے جو حرام ہوا ہے اور جسپر ایسی سخت وعید نازل ہوئی ہے پس
جبکہ استنے بڑے خلیفہ رسول اللہ صلعم کو ربا کی حقیقت پر تشفی نتہی تو ضرور تہا کہ صحابہ وتابعین و ائمہ
مجتہدین اور علماء امت مین اختلاف رائے ہوا اور ہر ایک اپنے اجتہاد کے موافق اوسکی
نسبت مسائل قرار دی چنانچہ ایسا ہی ہوا ہے اور ہوتا ہے اور ہوگا اور اس چودہوین صدی
نبوی مین جسکا یہہ دسوان برس ہے مین بہی بقدر اپنی فہم کے علماء امت سے اس مسئلہ مین مختلف
رای رکہتا ہون الخ اسکے بعد صفحہ ۲۹۹ سے ۳۰۴ تک اقسام ربا اور اوسمین اختلاف ائمہ
آپنے بیان کیا ہے پہر صفحہ ۳۰۵ مین محتاجون سے سود لینے کی مذمت مرقوم ہے اور
صفحہ ۳۰۶ مین آپ فرماتے ہین کہ آیت کی طرز کلام سے صاف پایا جاتا ہے کہ اس آیت
مین اونہین لوگون کا ذکر ہے جو غریب مسکین لوگون سے سود لیتے تہے اور صفحہ ۳۰۷ مین
آپ فرماتے ہین کہ ذی مقدور لوگون سے سود لینے کی حرمت کی کوئی وجہہ قرآن مجید کی
رو سے مجہکو نہین معلوم ہوتی — اسیطرح تجارت کی کاروبار اور بنکون مین جو سود کہ
دیا یا لیا جائے قرآن مجید کی رو سے اوسکی حرام ہونیکی کوئی وجہہ نہین معلوم ہوتی الخ ج
تفسیر زبور مصنفہ پادری جوزف اوین صاحب مطبوعہ ۱۸۶۱ع صفحہ ۵ مین ۱۵ زبور ۵ کی تفسیر
مین لکہا ہے کہ موسیٰ کی توریت مین غریبون خصوصاً غریب عیسائیون سے سود لینا سراسر
منع تہا انتہٰے اور یہی عقیدہ سود کے باب مین عموماً سب علماء النصاریٰ کا ہے غالباً
اسی بناپر خانصاحب بہادر نے بہی آیہ حرم الربوا کی تفسیر مین غریبون مسکینون سے سود
لینا منع اور ذی مقدورون سے جایز فرمایا اور بنکون مین جو سود دیا یا لیا جاتا ہے اوسے
حرام نہین قرار دیا

(**صفحہ ۳۰۸ و ۳۰۹**) انمین پرامیسری نوٹون کی فضیلت مذکور ہے پہر
صفحہ ۳۱۰ سے ۳۱۳ تک گورنمنت انگلیشہ کو سود کیواسطے روپیہ قرض دینے کی فضیلت
مرقوم ہے انتہٰے **ج** صفحہ ۲۱۴ مین آپ لکہہ چکے ہین کہ بعضون نے کہا کہ اگر کسی عبد نے
حُر کو یا عورت نے مرد کو مار ڈالا ہو تو اوسنے قصاص لینا قیاس پر مبنی ہے — اور ایک
حُر نے عبد کو یا مرد نے عورت کو مار ڈالا ہو تو اوسنے قصاص اجماع پر مبنی ہے مگر کچہہ
شبہہ نہین ہے کہ یہہ سب رائین غلط ہین اور جملۂ اول سے عموماً قصاص لینے کا حکم ثابت
ہے الخ اسیطرح اس اختلاف احکام ربا مین بہی سمجہہ لینا چاہئے عموماً جسے ربا کہتے ہین وہ

بہرحال حرام ہے ذی مقدور لوگون سے لیا جائے خواہ غریبون مسکینون سے کیونکہ
دولتمندون کی لیئے کوئی دوسری شریعت نہین ہے سب الہامی کتابون مین اسکی ممانعت
موجود ہے کیونکہ جو سود غریبون مسکینون سے لینا آپ ناجایز فرماتے ہین وہی سود
امیرون اور دولتمندون سے لینا آپ جایز فرماتے ہین پس جو سود کہ مسکینون سے
لیا جاتا ہے کیا دولتمندون سے وہ سود کے سوا کچھہ اور ہوجاتا ہے اسکے سوا آپ تنا
ہی نسمجھے کہ سود دینے والون کیحالت مین تفاوت ہوتاہے کہ وہ مسکین یا دولتمند ہوتے
ہین مگر سود لینے والیکی حالت مین تو تفاوت نہین ہوتا ہے کیونکہ وہ مسکین نہین ہوتاہے
اور رباخوار کا اس آیت مین ذکر ہے پس یہان سے غریب وامیر کا تفاوت کہان سے
آپ نے معلوم کرلیا اب دیکھو یرمیاہ ۱۵ باب ۱۰ مین ہے کہ مین نے تو نہ سود پر قرض دیا
اور نہ قرض لیا تب بہی لوگونمین سے ہر ایک مجھہ پر لعنت کرتا ہے انتہے اور اسیطرح
دیکھو ۱۵ زبور ۵ خرقیل ۱۸ باب ۸ و ۷ الخمیاہ ۵ باب خروج ۲۲ باب ۲۵ احبار
۲۵ باب ۳۶ و ۳۷ استثنا ۲۳ باب ۱۹ ـ امثال ۲۸ باب ۸ ـ اول صموئیل ۸
باب ۳ ـ پس تفسیر القرآن کے مطالب عجیب ومقاصد غریب کو دیکھہ کر لوگونکو اسکے
مصنف کی بابت تشویش ہوگی کہ ایسے عقاید عجیب کا موجد مسلمانونمین کس قسم کی صفات
سے موصوف ہوگا پس تنقیح البیان کے صفحہ ۴۶ مین اوس رسالہ کا ذکر جسمین جمہور علما
اسلام کے فتاوے مشعر تکفیر خانصاحب بہادر منقول ہین دیکہنا چاہیے اوسکے علاوہ
مولانا محمد یعقوب صاحب کا مکاشفہ مشعر اسکی کہ سید احمد خانصاحب بہادر دجال ہین
مشہور ہے چنانچہ کسی پرچہ تہذیب الاخلاق مین بہی اسکا ذکر درج ہوچکا ہے اور کتاب آثار
القیامة فی حجج الکرامة مصنفہ نواب والاجاہ امیر الملک سید محمد صدیق حسن خانصاحب
بہادر مطبوعہ مطبع شاہجہانی واقع بلدہ بہوپال سنہ ۱۲۹۱ ہجری فصل ہشتم خروج دجالین
صفحہ ۲۳۹ مین منجملہ سی نفر دجالون مصرحہ احادیث صحیحہ سید احمد خانصاحب بہادر کو
بہی ایک دجال لکہا ہے اور خانصاحب بہادر کی صفت اسطرح اوس کتاب مین مرقوم
ہے کہ دورین زمانہ بعہد برطانیہ بعد از سنہ ۱۲۸۰ ہجری سید احمد خان نام مردے کشمیری الاصل
دہلی الوطن کہ پیشتر صدر امین بعدہ صدر الصدور بود اتصال بخطاب الیس تی شہرت
دارد موجد ملت نیچریہ گردیدہ انکار وجود ملائکہ وشیاطین وجنات انکار دارد و دستبرقاق رلق

اسلام منکر ست و بجلت ذبایح نصاری و اختیار شعائر و شعار و دثار الیشان در ماکل و
مشارب و مطاعم و مناکح و خبران قائل الخ اور اس ذکر دجالین مین سید احمد خانصاحب
بہادر کو منجملہ تیس ۳۰ دجالون کے اٹہائیسوان ۲۸ دجال شمار کیا ہے دیکہو صفحہ ۲۳۹ سطر ۲۰ و ۲۱ فقط

بالخیر

بعد ختم اِس کتاب کے مجہے عزیزی مولوی محمد عبد السبحان صاحب ناصر الواعظین کا شکریہ بہی
تہ دل سے واجب ہے کہ اونکی غیرت و حمیت اسلامی میری اِس توجہ جواب نویسی کا
باعث ہوئی اونہون نے بڑی کوشش اور سرگرمی سے کیا کچہہ تدبیرین کر کے تفسیر القران
بہم پہونچائی اور مجہے لاکر دی اور کمال صادق دل اور خلوص محبت اسلام سے اونہون
نے مجہہ سے فرمایش در تاکید اسکا جواب لکہنے کی فرمائی ہیں اونہین کی ترغیب و تاکید سے
مین نے اپنی فرصت کیوقت کو اِس جواب تفسیر القران یعنے تنقیح البیان کی تالیف مین
صرف کیا اور بعنایت الٰہی چند ہی روز مین اسے تمام کیا فقط **تمام شد**

قطعہ تاریخ تصنیف کتاب تنقیح البیان از نتایج طبع برخوردار سید محمد نصرت علی قیصر مالک نصرۃ المطابع دہلی

ہنوز ان ابر رحمت در فشانست
نہ آسان بود زر دیدش کہ صد کفر
ہلا و خلق بر تو آفرین خواند
دم سر در تو اعجاز مسیحیست
الا ای جان بشیری کہ این فتح
ترا بہ پیت قدوسی مرا بست
بہ بست بہر آراج ضلالت
ہمین بس سال تالیف کتابش
برد فلسفی سالیست دیگر

ختم و صحانہ با مہر و نشانست
درین تفسیر قرآنی نہانست
شناخوانت زمین و آسمانست
اگرچہ خصم دین جادو بیانست
زلو اے پہلوان خستہ جانست
کہ اینجا مہر با ہم کہکشانست
مگر زہ کردہ فولاد کمانست
بلے سنجیدہ تنقیح البیانست
جواب صعب تنقیح البیانست
بطرز دیگر ست این سال قیصر

ہنوز امین جہان از تیر گیہاست
لشکر ست آے امام پاک باران
چہ نقش آب شد ان نحریر دانم
زنست ای وارث خیر البحر این
ز رزمی کلامت سنگ دل آب
خوشا نزانشین بحر و جواب
کلامت عالمی را تقویت بخش
دل اعدا مشبک شد ازین سال
حق آگاہان فرحناک اند ازین سال
کہ تنقیح البیان کافی بیانست

کہ مہر از قرہ طاغی عیانست
جہان سر سبز رطب اللسانست
کہ از چشم تو سیلابی روانست
گران کوہ قہر تار کتانست
چہ رعبت آہ بر ناتوانست
کہ خوانش بہرہ اہل جہانست
عصا پیر و ہم تیغ جوانست
کہ تنقیح البیان جود نشانست
کہ تنقیح البیان سود خیانست

قطعہ تاریخ مصنفہ جناب فضیلت مآب حامی اسلام سرگرم خادم حضرت

خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب محمد سکندر یار خان صاحب دہلوی مدظلہ العالی

از فروغ طلوع صبح جواب — گشت تاریک تر شب نیچر — زاری و درد شد جلوہ دارش — نکہت و شرم مرکب نیچر
ہست بر اوج نیر اسلام — در حضیض است کوکب نیچر — ہست تیغ و فضول ولایعنی — درس و تدریس مکتب نیچر
ریو جابر ز حلال شرب شراب — این چنین است مشرب نیچر — از جواب امام ناصر دین — بند یکسر شدہ لب نیچر
منفعل گشت و زرکردہ خو — شدہ باطل چو مطلب نیچر — شد ازین رد لاجواب بیان — کذب دین مذہب نیچر
سال آغاز گفتنی این است — بہترین رد مذہب نیچر

قطعہ تاریخ تصنیف کتاب مستطاب تنقیح البیان رقم زدہ علامہ زمان فاضل سخندان جناب قاضی طلا محمد خان صاحب رئیس پشاور و ممبر میونسپل کمیٹی شہر و آنریری سکریٹری انجمن پشاور

سحر چون شاہ خاور زد علم بر قلہ خضرا — جہان افروز ظلمت سوی فیض آمد بنور زرا — فروزان تیغ اسکندر یار چون مہر منور — عیان شد موج ماء از حلقہ ہا جوشن دارا
ز بطن حوت شمس شد برون با چہرہ انور — رفیع جاہ یوسف جلوہ گر بار دیگر از چاہ — بحکم قہرمان گل بغارت بردہ شد سنبل — بکف ہر یک نمی گل بر آمد نرگس شہلا
ز نور آئین سر خیلی فلک چون خیمہ لیلی — کنارہ خرگہ نیلی بر آمد لالہ حمرا — بر آمد از عرین خامہ اسی شیر زندین — کواکب منہزم از پیش ہیبت گمرہان
جہان کز صولت سید فریق نیچر تازان — ببیند ای نہ مبیت ز زن آہ و اویلا — گریزان ہر طرف اقران و خیران لہ حیرا — دخامہ کیش دلہا ریش در تشویش
محمد ابن ابو المنصور امام رہنمای دین — فروغ دیدہ بینش جمال ملت بیضا — بقرآن متمسک چون حدا از فکرش گلشن — ز نور علم و عمل روشن ازو چشم ذی حرم
نجابت در قدم وفصاحت از سرم — دریای علوم او حباب لجہ خضرا — شرف را جاہ او افسر را علم المجد — سخن را دادہ سخن یکسر زمین را
قیاس بحر علم او چہ ان اندیشہ گرد — کہ ہیچون نکتہ گرد و کنار نیستش پیدا — فروغ طلعت زیبا سخن از چہرہ نصرت — تہذیب کلک معنی آرش میل دیدہ اعدا
زمین بوس ز فضل و گر دعد و منت — ہلو دار ز بہار طلعت او جنت الماوا — بفطرت از ہمہ افخم بفکرت از ہمہ اقدم — بعزت از ہمہ اکرم بتربیت ہمہ والا
سخن سنجی کہ در دیوان خبرت نام یار او — بود درخشان چو بر ہفت آسمان — بذات میمنت آیات او دہلی شرف دارد — بر اقطاع جہان بلکہ بعد از شہر بطحا
مرتب ساخت تنقیح البیان با نگاہ — نصیب شد از لطف عمیم قادر یکتا — کتابے خوش بہار آئین — نسیم گلشن یاسین
طلا کہ سال تاریخی زیر عقل معنی آن — عطارد سال تصنیفش رقم زد نامہ غرا

ایضاً

شکر للہ کاندرین دیجور ظلمت تمام — آفتابی جلوہ گر شد ز آسمان برتری — احمی از کلک امام ابن امام ابن الامام — شد در اہل ہر دور دشمن و باغ سروری
اہل معنی آل ابو المنصور عالی مرتبہ — گوہر درج نقابت اصل لالا گوہری — قرۃ العین فواضل تاج نظم و نثر — قدوہ اہل زمان در فکرت دانشوری
کی مقابل میشود با خامہ اش کید حسود — فیض مہر منیر گردد تیرہ از جادوگری — نوعروس نکہت او چون شمع و زیور مرا — شاہد خورشید باشد تیرہ از کہ زیوری
آ عطارد نسخہ از فکر تنش ساز در رقم — بر بیاض صبح انور کردہ گرد عنبری — آن بہا بر فضل کو چو گلشن آئینہ الفضل — خوشہ پروین آن گلزار گیر عنبری
نو ہیں باغ فکرت او لفی گیرد صبا — از مسیحا بر بخشد غنچہ را در دو بختری — طلعت فکر ور او خورشید و مہ آئینہ دار — شاہد طبع ورا از مشتری انگشتری

شاہد تحقیق را مشاطہ گلگشت نہد نوعروس ایسا از مضامین فایان او سال تصنیفش طلاحا رقم زد واہ واہ	غالیہ بر بستر سنبل گلبرگ طری کرد فرعش لمعہ سار کوکب خاوری قلزم علم تنقیح البیان ہجری	نسخہ آراست دہ بر علم و کرامت نظیر نسبتے ہرگز ندارد ظلمت یلدا نبود	ہر بیت خامت ثبیکا رہ بچری معجز موسی کجا و آنگاہ عجب سامری **دیگر**
صد شکر خدا کز دست ما را آراستہ شد کتاب پر نور عالیقدرے بصد عزت تصنیف نمودہ است ازرا	صد گونہ فیوض گاہ دیگر نور افزاید بچشم اکثر اعلی اللہ العظیم قدرہ اللہ اللہ چہ طہر فرفرہ بیباک برای سال تصنیف	صد رہ کلام افضل نجیر ابوالمنصور آنکہ ہر زبانش والا جاہی کہ ہست نورش بود ہست طلا بعکر تاریخ تنقیح بیان تبارک اللہ ۱۲	انغز قر بید اد کمرہ از حق رحمت رساد صد بر روح سپہر مکرست مثر کش ہاتف غیب کف ناگہ

نظر ثانی

بامعان نظر و غایت توجہ قلب باخبر سید نصر علی مالک نصرۃ المطابع دہلی

اس کتاب تنقیح البیان کے مطالعہ مین اتنی باتین لازمہ حال ہین اول یہہ کہ اسی پڑہنی سی مطالب کتاب تفسیر القرآن ہی کماحقہ واضح و آشکار ہوتی ہین اور نفس الامر یہی ہی کہ بغیر اس جواب کی تفسیر القرآن کی مطالب کو سمجہنا ہر شخص کا کام نہین ہی مین کسی کتاب کے تذکرہ مین فضول تعریف اور شاعرانہ مبالغہ کو پسند نہین کرتا ہون اور خاصکر یہان اسوجہہ سی کہ اگر واقعی فضائل اس کتاب تنقیح البیان کے بیان کئی جائین تو کوئی مبالغہ شاعرانہ اسکے پاسنگ کو بہی نہین پہونچتا ہی دوم یہہ کہ اس کتاب مین کسی اسلامی تفسیر کی مدد نہین لی گئی ہی بجہت آنکہ جب مصنف تفسیر القرآن خود اون مفسرین قرآن کی سراسر خطاؤن اور غلطیون کا مدعی ہی تو اب محل سکا ہی کہ اون اسلامی مفسرین کی اقوال کی تائید کیجائے سند یہہ کہ اونکی اقوال سی مدد لیجاتی کیونکہ وہ مصنف تفسیر القرآن کی نظر مین سراسر لغو ہین پس اس کتاب تنقیح البیان مین بہہ دقت شاقہ اختیار کی گئی ہی کہ تردید دلائل تفسیر القرآن کیساتہہ اسلامی مفسرین قرآنی کی اقوال کی تائید ملحوظ رکہی گئی ہی جیسا کہ تفسیر القرآن صفحہ ۲۲۲ کے جواب بیان روزہ انصاری مین اور علی ہذا القیاس بیسیون مقامون مین ہی اور اوسی طرزپر جواب دیا گیا جو مصنف تفسیر القرآن کی اصول کی مطابق ہی تیسری یہہ کہ کوشش عظیم اس امر مین کی گئی ہی کہ تفسیر القرآن کی ہر دلیل کی تردید مین پانچ پانچ اور سات سات جواب لکہی گئے ہین اگرچہ ہر جواب اونمین سے ایکی دلیل در صحت معلومات کیوجہہ سی خود لاثانی ہے اسکے علاوہ بیشمار مقامونمین مصنف تفسیر القرآن کی ایسی فاش خطائین ظاہر کر دیگئی ہین کہ اس سی پیشتر مصنف تفسیر القرآن جیسی مشہور عالم کیطرف کسیکو گمان

تک تہا باوجود اِسکے عبارت تنقیح البیان کی اسقدر صاف ہی کہ غالباً کوئی حرف شناس ہی اوسکی سمجہنے مین قاصر رہیگا علاوہ اِسکی اِسبات مین بہی کوشش کی گئی ہی کہ ہر جواب مین جس کتاب سی سند لی گئی اوسکی بعینہ عبارت معہ سنہ مطبوعہ و شمار صفحہ وغیرہ لکہہ دی ہی اور اسیطرح عبارت تفسیر القرآن بہی اسطرح بعینہ نقل کی ہی کہ باحتیاط تمام حامل المتن اوسکا جواب لکہا گیا ہی کہین بہی ایسا نہین کیا ہے کہ تفسیر القرآن کی محض چند الفاظ یا بعض عبارت کو نقل کیا ہو بلکہ اوسکی تمام و کمال عبارت مطلب خیز کی نقل کالاصل موجود ہے ان سب باتونپر نظر کرکی اِس کتاب کی صفت انہین دو لفظون تمام ہی کہ فی الحقیقت کلام الامام امام الکلام ہی دلایل عقلی اور نقلی باتون کی غلطیان جو ثابت کردی گئی ہین ناظرین تنقیح البیان کی سوا کسی دوسرے کی خیال مین بہی نہین آسکتے تہین بڑا فایدہ یہ ہوا کہ باوجود تنقیح البیان کی اچہپجانے آیندہ تفسیر القرآن لکہی جائیگی اوسکی جواب لکہے جانیکی بہی حاجت نہی کیونکہ معترض صاحب بہادر کی اصول کمال و ضایع ہوگئی تہی

[illegible]	فہرست مضامین تفسیر القرآن اور اوسکی جوابات مندرجہ تنقیح البیان	[illegible]	[illegible]	فہرست مضامین تفسیر القرآن اور اوسکی جوابات مندرجہ تنقیح البیان	[illegible]
۴	انکار تحریف توریت و انجیل	۶	۴۲	خدا کا قول لفظون اور آواز سی بری ہے	۴۲
۸	ترتیب آیات جو قرآن مجید مین ہے اِسکی پابندی ضروری نہین	۷	۴۴	آسمان کا انکار	۴۴
۹	قرآن مین کتب مشرکین سی انتخاب	۸	۴۷	فرشتون اور آدم اور شیطان اور سجود	۴۵
۱۱	دعا مانگنا فضول ہے ـ	۹	۶۹	آدم و شجر ممنوعہ وغیرہ سب کا انکار	۴۶
۱۲	حضرت ابراہیم آگ مین نہین پہینکے گئے تہے	۱۵	۷۱	حضرت موسیٰ نی اپنی عصا سی بحر قلزم	۶۵
۲۹	پیغمبرون کی مجنونون سی تشبیہ ـ	۲۲	۱۰۰	کو دو حصے نہین کیا تہا بلکہ جوار بہاٹا آیا تہا جسمین گذرے تہے	۷۸
۳۰	حضرت جبریل سے انکار اور ذات الہی سے انکار	۲۳ و ۲۴	۱۰۳	بچہڑے اپنا نیکی واقعہ مین بنی اسرائیل کے قتل یعنی فاقتلوا انفسکم سے انکار ـ	۷۹
۳۲	قرآن کی فصاحت و بلاغت معجزہ نہین	۲۶ و ۳۱	۱۰۴	تجلی طور کچہہ نہتی بلکہ وہ پہاڑ	۸۰
۳۳	تو حین حضرت موسیٰ نی پہاڑ پر بیٹہکر کہود لی تہین	۳۳	۱۰۸	آتش فشان تہا ـ	۸۹
			۱۰۹	قرآن کی آیت وظللنا علیکم الغمام کی مرحمہ	۹۰
۳۴	شدید مذمت اہل عرب	۳۴		معنی اور اس معجزہ سی انکار ـ	۹۱
۳۶	انکار نعمت جنت	۳۶ و ۳۸	۱۱۰	معجزہ نزول من وسلوی سے انکار	۹۲
۳۸	بہشت خرابات سے بدتر	۳۶		اور شہر پناہ یریحو کا معجزانہ طور سی گر پڑنا	۹۴

۱۱۱	حضرت موسیٰ نے جو عصا مار کر چشمان	۹۵
	سے پانی نکالا تھا اس معجزہ سے انکار	۹۷
۱۱۴	بنی اسرائیل نے جو زمین کی پیداوار	۹۸
	کو سطی خدا کر خواست کی تھی اوس پر بحث	۱۰۰
۱۱۵	خدا کی اس قدرت سے کہ ورفعنا فوقکم	۱۰۱
و	الطور یعنی کوہ طور بنی اسرائیل کی سر پر	—
۱۱۶	اونچا کیا گیا تھا انکار	۱۰۳
۱۱۷	کونوا قردۃ خاسئین یعنی یہودیوں کے	۱۰۴
۱۱۸	بندر ہو جانے سے انکار	۱۰۶
۱۲۰	کذالک یحیی اللہ الموتی یعنی مردہ زندہ	۱۰۷
۱۲۵	ہونے سے انکار	۱۱۵
۱۲۶	سب انبیاء علیہم السلام کی معجزوں سے انکار	۱۱۶
۱۳۹	معجزات بطور رد ہوکر بازیگی ہوتی	۱۳۰
	ہیں اور حضرت ذکریا علیہ السلام کے	
	معجزانہ سکوت سے جسکا ذکر قرآن میں ہے	
	انکار اور ناقہ صالح کی معجزہ ہونیسے انکار	
۱۴۱	فرشتوں سے انکار	۱۳۱–۱۳۳
۱۴۵	آسمانوں کا انکار اور قرآن میں کلام غیر	۱۳۴
	مقصود کثرت سے ہے	۱۳۷
۱۴۷	فرشتوں کا انکار اور حضرت یعقوب سے	۱۳۸
	فرشتہ کے کشتی لڑنیکا مضحکہ۔	۱۳۹
۱۴۸–۱۵۳	فرشتوں کا انکار	۱۴۰–۱۴۶
۱۵۴	حضرت جبرئیل کی وحی لانیکا انکار	۱۴۷
۱۵۵	حضرت سلیمان کے عہد میں شیاطین	۱۴۸
	کی جادو لوگوں کو سکھلانیکا انکار	

۱۵۶	ہاروت و ماروت کے فرشتہ ہونیکا انکار	۱۴۹–۱۵۰
۱۵۷	قربین کے ابتدا	۱۵۱
۱۶۲–۱۶۴	قرآن میں ناسخ و منسوخ کا انکار	۱۵۲–۱۵۳
۱۷۶	حضرت ابراہیم کو بت پرستی ثابت کیا ہے	۱۵۴–۱۵۶
۱۸۴	تفسیر آیۃ صبغۃ اللہ	۱۵۷
۱۸۶–۱۹۴	حضرات انبیاء سلف کی عبادت کا مضحکہ	۱۵۸–۱۵۹
۱۸۸	نماز میں کعبہ کیطرف منہہ کرنا نکلا ہے	۱۶۲–۱۶۶
۱۹۸	شہداء کو زندہ جانیسے انکار	۱۶۷
۲۰۶	بحث طیبات و نصاری کا ذبیحہ درست	۱۶۸–۱۷۱
۲۰۷	بت پرست کا ذبیحہ اگر غیر اللہ نہو تو درست ہے	۱۷۳
۲۰۸	توریت و انجیل میں آنحضرت صلعم کے	۱۷۳
	حقمین کوئی صاف پیشین گوئی نہیں	
۲۰۹	نماز میں کعبہ کیطرف منہہ کرنا خوف و	״
	اندیشہ کا مقام ہے	
۲۱۱	حکم قصاص میں اختلاف	۱۷۵
۲۱۴–۲۱۵	امر وصیت میں اختلاف	۱۷۶–۱۷۹
۲۱۸–۲۳۳	روزہ داری کی فرض ہونیسے انکار	۱۸۰–۱۹۱
۲۳۴–۲۴۰	خلفاء و سلاطین اسلام پر بحث لعن و	۱۹۲–۱۹۷
	طعن در بارہ لشکرکشی۔	
۲۴۱	ابطال مناسک حج	۱۹۸
۲۴۹	حضرت ابراہیم و حضرت اسمعیل کے	۱۹۹
	طرز عبادت کی توہین۔	
۲۵۰	حج واسطے تجارت کے مقرر کیا گیا تھا	۲۰۰
۲۵۲	حج کرنیکے فائدہ نہیں اونٹ اور گدہے ہی	۲۰۱
	کعبہ کی گرد پھرتے ہیں۔	

۲۵۵	کعبہ مین قربانی کی کچھ اصل نہین ۔	۲۰۲	۲۹۰	حضرت عزیر کے سو برس تک مردہ رہنے سے انکار	۲۱۴ وغیرہ
۲۶۲	حکم طلاق مین توریت نا پسندیدہ شرح ہے	۲۰۳ و ۲۰۴	۲۹۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چار جانورونکو مار کر پھر زندہ کرنے سے انکار ۔	۲۱۹ وغیرہ
۲۷۰	الم تر الی الذین خرجوا مین جو مذکور ہین ان مردون کی زندہ ہوجانے سے انکار	۲۰۵	۲۹۸	ربوا یعنے سود دولتمندون اور بنکون اور گورنمنٹ سے لینا جایز	۲۲۱ وغیرہ
۲۷۹	تابوت سکینہ کی فرشتون کے لے آنے سے انکار	۲۱۰ وغیرہ			

قطعہ تاریخ طبع کتاب تصنیف علامۂ زمان نکتہ سنج سخندان الہ کا پرشاد صاحب متنا فرحت رئیس شہر دائود گنج ضلع ایٹہ

چہ خوش تر ہستی حضرت امام	ندیدش جز بدین حشمی گیہان	چہ نوشت احمق لاجوابی	جوابش نیست جز جنبش زبان
چراغ خانۂ دین محمد	مسلمانی مسلمانی مسلمان	بیا نادان بگو تاریخ طبعش	جواب فائق تفسیر قرآن

دیگر

شکر صد شکر کہ شد طبع کتاب	در بنا و ساقط بحث حریف	صادقش چون دید نادان یک	سال ہجرت گفت تنقیح لطیف

دیگر

این نسخہ شمع دین اسلام	الحمد کہ شد فروغ علما	تفسیر جواب اہل تحسیر	از رمز و نکات پردہ کشا
تردید کلام کفر و ابطال	تصدیق حدیث و شرع غرا	نادان چو کشادہ دیدہ بر حق	ریحان سینا ظہرہ بگفتا

دیگر

طبع شد چون این کتاب لاجواب	عالمان بہر گردش جز رجاب	سال طبعش گفت نادان بیدرنگ	کاشف مصداق تنقیح البیان

دیگر

نسخہ موجود چو این نسخۂ پاک	کہ کسی حوصلہ بحث ندارند	از سر حق سن طبعش نادان	صحت مذہب اسلام بخواند

دیگر

طالب حق است گر تنقیح مطلب	در کوی مدعی بعد او ہند کن	بہر نسخہ دلہ اہل مناظرہ	یک مسئلہ خوان و مصداق بیان کن
بار مطالعہ این کتاب را	بقو مسرت خود و دور گزند کن	درین نیز زبان تیغ قید کنند	در چشم عالم مرتبہ او بلند کن
گلہای اردست چمن آیہ و حدیث	گلدستہ مباحثہ مرسن پسند کن	نادان بدیہہ از سر الہام گفتہ	لون نبی و خدا ار او جہد کن

دیگر

برآمد این کتاب نرفا شیح	گل خوبی در آب و تاب	بنامیزد کتاب بے نظیر است	جوابش بر سر تیغی ستایاب
جواب نسخۂ ارباب تحسیر	ثبوت ہستی تو جہانتاب	سے بردم سر تاریخ نادان	بگفتا التفسیر منظور اصحاب

الحمد للہ کہ کتاب تنقیح البیان مصنفہ جناب امام فن مناظرہ باکتاب سلطان الدین محمد ابو المنصور در نصرت المطابع دہلی طبع شد